تصوف کی حقیقت پر لکھی جانے والی شاہکار کتاب

بُستانُ العَارِفین رحمہ

تالیف

لأبی اللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراھیم

الفقیہ السمرقندی الحنفی (المتوفی ۳۸۳ھ)

مترجم

مولانا آصف نسیم

کتاب محل

Marfat.com

بستان العارفین

مترجم

مؤلف

لابی اللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراھیم الفقیہ

السمرقندی الحنفی (المتوفی ۳۸۳ھ)

مترجم

مولانا آصف نسیم

کتاب محل

دربار مارکیٹ، میلا رام، لاہور

0321-883696

Marfat.com

297.28

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: بستان العارفین

مصنف: لابی اللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم الفقیہؒ

مترجم: مولانا آصف نسیم

پرنٹرز: مکی مدنی پریس

سن اشاعت: فروری 2014ء

قیمت: -/600 روپے

Marfat.com

۰۹-۰۹-۲۰۱۵

صفہ بک کمیٹی

Marfat.com

Marfat.com

فہرست مضامین

بستان العارفین، ایک تعارف	۱۵
طلب علم کا بیان	۱۹
علم لکھنے کا بیان	۲۴
فتویٰ کا بیان	۲۸
اہل فتویٰ کا بیان	۳۲
مسائل اختلافیہ کا بیان	۳۵
حدیث کی روایت بالمعنیٰ کا بیان	۳۸
حدیث کی روایت واجازت کا بیان	۴۰
ثقہ محدثین اور راویوں سے علم حاصل کرنے کا بیان	۴۲
مجلس وعظ کا قیام جائز ہے	۴۴
واعظ کے آداب کا بیان	۴۷
سننے والوں کے آداب کا بیان	۴۹
طلب علم اور علم فقہ کی دوسرے علوم پر فضیلت کا بیان	۵۰

Marfat.com

مناظرہ کرنے کا بیان	۵۳
طالب علم کے آداب کا بیان	۵۵
عہدۂ قضاء کے قبول کرنے یا نہ کرنے کا بیان	۵۹
قاضی کے آداب کا بیان	۶۱
قرآن کریم کے سیکھنے سکھانے کی فضیلت کا بیان	۶۲
سبع مثانی کی تفسیر	۶۷
مکہ اور مدینہ میں نازل ہونے والے قرآن کا بیان	۶۹
سورہ براءت کا بیان	۷۰
نبی کریمؐ کا حضرت ابی بن کعبؓ کو قرآن سنانا	۷۲
شعر گوئی کا بیان	۷۴
نبی کریم ﷺ کے اشعار پڑھنے کا بیان	۷۷
خوابوں کی تعبیر کا بیان	۸۰
سچا خواب اور اچھی تعبیر کا بیان	۸۲
طب اور دم کا بیان	۸۵
ان چیزوں کا بیان جن میں شفا ہے	۸۸
عربی زبان کی دوسری زبانوں پر فضیلت کا بیان	۸۹
قرآن کے سات حروف پر نازل ہونے کا بیان	۹۱
تفسیر قرآن میں کلام کا بیان	۹۳

Marfat.com

حسن معاشرت اور معرفت حقوق کا بیان	۹۶
عزیزوں رشتہ داروں کی زیارت کا بیان	۹۸
سلام کرنے کا بیان	۱۰۰
بچوں کو سلام کرنے کا بیان	۱۰۳
ذمیوں کو سلام کرنے کا بیان	۱۰۴
گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنے کا بیان	۱۰۶
مستحب لباس کا بیان	۱۰۸
ظاہر کو درست رکھنے اور سنوارنے سدھارنے کا بیان	۱۱۰
کون سا لباس پہننا جائز ہے	۱۱۲
منقش کپڑوں کا بیان	۱۱۴
ریشمی بچھونے کا حکم	۱۱۶
سرخ رنگ کے کپڑے پہننے کا بیان	۱۱۸
درندوں کی کھالوں کا بیان	۱۲۰
گوشت کھانے کا بیان	۱۲۲
فالودہ کھانے کا بیان	۱۲۴
کھانوں کا بیان	۱۲۶
لہسن کھانے کا بیان	۱۲۸
مروت کا بیان	۱۲۹

Marfat.com

عقل کا بیان	۱۳۳
آداب کا بیان	۱۳۵
وضو اور نماز کے آداب	۱۳۷
سونے کے آداب	۱۴۱
کھانے کے آداب	۱۴۳
دعوت قبول کرنے کا بیان	۱۴۷
ضیافت کے آداب	۱۴۹
خلال کا بیان	۱۵۳
پینے کے آداب	۱۵۵
داہنی جانب کو بائیں جانب پر مقدم کرنے کا بیان	۱۵۷
گھر سے نکلنے اور نیک صحبت اختیار کرنے کا بیان	۱۵۹
خرید وفروخت کا بیان	۱۶۱
امراء وحکام کی اطاعت کا بیان	۱۶۴
امراء سے انعامات لینے کا بیان	۱۶۷
دوسرے کے گھر میں جھانکنے کی ممانعت کیا بیان	۱۷۰
تہمت کی جگہ جانے سے گریز کرو	۱۷۲
نرمی کا بیان	۱۷۴
عصا کی فضیلت کا بیان	۱۷۷

Marfat.com

مومن کا دنیا سے منہ موڑنا ۱۷۸
قیامت کی علامات ۱۸۰
کتنی گفتگو کی جائے؟ ۱۸۲
تصاویر کی ممانعت کا بیان ۱۸۵
زانیہ کے ساتھ شادی کرنے کا بیان ۱۸۶
تنگدست کی مالدار پر فضیلت کا بیان ۱۸۸
قرض لینے کا بیان ۱۹۲
عزل کرنے کا بیان ۱۹۴
گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب ہونے کا بیان ۱۹۵
میت پر نوحہ کرنے کا بیان ۱۹۷
اہل فضل وکرم کے اکرام کرنے کا بیان ۱۹۹
غیرت کا بیان ۲۰۱
سخاوت اور بخل ۲۰۳
شفاعت کرنے کا بیان ۲۰۵
قتل عمد کا حکم ۲۰۷
کم سن بچے کا بوسہ لینے کا حکم ۲۰۹
دف بجانے کا بیان ۲۱۱
امر بالمعروف کا بیان ۲۱۴

Marfat.com

نکاح کا بیان	۲۱۷
محنت کرنے اور کمانے کا بیان	۲۱۹
طب کا بیان	۲۲۲
مضر چیزوں کو کھانے سے بچنے کا بیان	۲۲۵
جماع کا بیان	۲۲۸
حمام میں داخل ہونے کا بیان	۲۳۱
پچھنے لگوانے کا بیان	۲۳۳
بیت الخلاء کے آداب	۲۳۵
اکیلے رہنے کی کراہت	۲۳۶
کراماً کاتبین کا بیان	۲۳۸
ٹڈی مارنے کا بیان	۲۴۱
مسجد میں نقش ونگار بنانے کا بیان	۲۴۳
مسجد میں تھوکنا مکروہ ہے	۲۴۵
اونگھ کی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے	۲۴۶
علم وادب کا بیان	۲۴۷
انگوٹھی کا بیان	۲۵۰
انگوٹھی پر کتابت اور اس کے نقش کا بیان	۲۵۳
تعریض اور توریہ (یعنی کوئی بات کہہ کر مراد کچھ اور لینے) کا بیان	۲۵۵

Marfat.com

خط لکھنے کے آداب ۲۵۷
ہنسی مزاح کا بیان ۲۵۹
چند مفید باتیں ۲۶۱
جس عورت کے دنیا میں دو خاوند ہوں؟ ۲۶۴
مشرکین کے بچوں کا بیان ۲۶۵
انبیائے کرام کا ذکر ۲۶۷
مخلوقات خدا میں سے بعض کا بیان ۲۷۶
زمین و آسمان کی آفرینش کی ابتداء ۲۷۹
جنتوں اور دوزخوں کے نام ۲۸۱
نبی کریم ﷺ کی اولاد و ازواج ۲۸۵
خلفائے راشدین ۲۹۰
اچھے ناموں کا بیان ۲۹۲
دنوں اور مہینوں کا بیان ۲۹۶
انسانی طبیعتوں کا بیان ۳۰۱
تیراکی، گھڑ سواری اور تیر اندازی کا بیان ۳۰۳
کتا پالنے کی ممانعت کا بیان ۳۰۴
''مسخ'' کے بارے میں کلام ۳۰۶
ایمان کا بیان ۳۰۹

Marfat.com

ایمان کے بڑھنے یا نہ بڑھنے کا بیان	۳۱۲
ایمان عمل ہے یا اقرار؟	۳۱۵
ایمان مخلوق ہے یا نہیں؟	۳۱۸
قرآن	۳۱۹
رؤیت باری تعالیٰ	۳۲۲
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیان	۳۲۴
تقدیر کا بیان	۳۲۶
رافضیوں کا بیان	۳۲۸
نماز کھڑی ہو جائے اور رات کا کھانا بھی آجائے	۳۲۹
سفر سے واپس پر گھر والوں کے پاس رات کو آنے کی کراہیت کا بیان	۳۳۰
بارش کے وقت اپنے خیمے اور رہائش میں ہی نماز پڑھ لینے کا بیان	۳۳۱
گھنٹی کے مکروہ ہونے کا بیان	۳۳۳
تعزیت کرنے اور پرسا دینے کا بیان	۳۳۴
گھڑ دوڑ کا بیان	۳۳۵
شادیوں وغیرہ پر عمدہ کھجوریں (یا مٹھائی وغیرہ) لٹانے کا بیان	۳۳۷
ہدیے لینے اور اس کا بدلا دینے کا بیان	۳۴۰
چھینکنے والے کو جواب دینے کا بیان	۳۴۲
لوگوں کی خاطر مدارات کرنے کا بیان	۳۴۴

Marfat.com

امثال کا بیان	۳۴۷
تعمیر کے بیان میں	۳۵۰
اہل کفر کے ساتھ معاملات کا بیان	۳۵۲
ناشتہ کے بابرکت ہونے کا بیان	۳۵۴
حکماء کا کلام	۳۵۶
کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا بیان	۳۶۰
جانوروں کو خصی کرنے کا بیان	۳۶۲
عشاء کے بعد باتیں کرنا	۳۶۴
قرآن کریم کی سورتوں کی تعداد	۳۶۶
آیات قرآنیہ کی تعداد	۳۶۷
قرآن کریم کے حروف کی تعداد	۳۶۹
قرآن کریم کے ثلث، ربع اور نصفوں کا بیان	۳۷۱
اساتذہ کی فضیلت	۳۷۳
کم کھانے کا بیان	۳۷۵
سلام کا بیان	۳۷۸
نکاح کا بیان	۳۷۹
نبی کریم ﷺ کی نبوت کی ابتداء کا بیان	۳۸۳
ہجرت کا بیان	۳۸۵

Marfat.com

غزوات ۳۸۷

مکروہات کا بیان ۳۹۱

دعاؤں کا بیان ۳۹۳

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بستان العارفین ایک تعارف

سب تعریفیں اس اللہ کی ہیں جس نے راہ حق کو منور اور طریق ہدایت کو واضح کیا۔ اور خوش خبری سنانے والے اور ڈر سنانے والے پیغمبر بھیجے۔ تاکہ پیغمبروں کے آنے کے بعد بندوں کو رب کے حضور پیش کرنے کو حجت باقی نہ رہے اور بندوں کو خدا پر الزام کا موقع نہ رہے۔

اور اللہ کی رحمت ہو اس ذات پر جو اس کی مخلوق میں سب سے بہتر اور سب سے برگزیدہ ہیں، جو متقیوں کے امام اور رسولوں کے سلسلہ کو ختم کرنے والے ہیں۔ جن کا نام ''محمد بن عبداللہ'' ہے۔ اللہ کی رحمت ہو ان پر، ان کی آل پر اور ان کے صحابہ پر۔

امابعد!

یہ ایک عجیب کتاب ہے جس کا اپنے نام سے بڑا نصیبہ ہے، جو اپنے مضامین و معلومات میں انوکھی، بحث و تحقیق میں بلند اور نکتہ آفرینیوں اور موضوعات کے جمع میں نہایت عمدہ ہے۔

یہ کتاب مختلف موضوعات اور مباحث پر مشتمل ہے جن کا تعلق کسی ایک خاص باب سے نہیں۔ مؤلف موصوف نے ان کو مختصر مگر نہایت آسان اور نفع بخش اسلوب کے ساتھ پیش کیا ہے۔ یہ مباحث آداب کے ان مباحث شرعیہ، عادات و خصائل، اخلاق و آداب، چند فروعی مسائل اور بعض ان اعتقادی مسائل کے بیان پر مشتمل ہیں جن میں علماء کا اختلاف ہے۔ مولف موصوف نے ان اختلافی مسائل میں علماء کی آراء

Marfat.com

اوران کے دلائل کو بھی ذکر کیا ہے، پھر ان اقوال و آراء میں اپنی رائے کو بھی پیش کرتے ہیں جس میں حنفی مذہب کو راجح قرار دیتے ہیں مولف موصوف کتاب کے محتویات اور سبب تالیف کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میں نے اس کتاب میں علم کے ان فنون کو جمع کیا ہے جن سے ناواقف رہنے کی کسی خاص و عام کو گنجائش نہیں اور نہ انہیں ان علوم کو جاننے سے پیچھے رہنا چاہیے۔ اس کتاب میں ایسے مضامین ہیں جو قاری کے لیے بے حد واضح اور مرغوب ہیں۔ اور جہاں ضرور پڑی کتاب وسنت، آثار و اقوال اور نظر و قیاس سے دلائل بھی پیش کیے۔ البتہ غامض اور پیچیدہ باتوں کو ترک کر دیا اور احادیث کی رغبت رکھنے والوں پر تخفیف کی غرض سے ان کی اسانید کو حذف کر دیا تاکہ کوشش کرنے والوں پر سہولت ہو اور لوگوں کو نفع پہنچے۔''

قارئین کرام! اس مقصد کے حصول کے لیے ہم نے آپ کے سامنے اس قیمتی کتاب کا تحقیقی ایڈیشن پیش کیا ہے۔ تاکہ یہ کتاب رب کی رضا کے رستے پر چلنے، خود اپنی ذات اور اپنے گھر والوں کی تربیت کرنے اور علوم دینیہ کی معرفت حاصل کرنے میں معین و مددگار ثابت ہو۔

رب تعالیٰ کے حضور دست سوال دراز ہے کہ وہ ہماری اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے کہ وہ ذات ہی امیدوں اور آرزوؤں کا مرکز ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ (الذاریات : ۵۵)

''اور نصیحت کرتے رہو کہ نصیحت مومنوں کو نفع دیتی ہے۔''

سب تعریفیں اس اللہ کی ہیں جو تمام مخلوقات کا پروردگار ہے۔ اور نیک انجام تقویٰ والوں کا ہے اور نیکی پر چلنے اور برائی سے بچنے کی طاقت وہی اللہ دیتا ہے جو بزرگ و برتر اور عظمت والا ہے۔

اور اللہ کی سلامتی اور رحمت ہو ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ خاتم الانبیاء پر اور ان کی پاکیزہ آل پر اور سب نبیوں اور رسولوں پر اور زمین و آسمان میں رہنے والے اس کے نیک بندوں پر۔

فقیہ زاہد ابوالليث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی فرماتے ہیں:

''میں نے اس کتاب میں علم کے ان فنون کو جمع کیا ہے۔ جن سے ناواقف رہنے کی کسی خاص و عام کو گنجائش نہیں اور نہ انہیں ان علوم کے جاننے سے پیچھے رہنا چاہیے۔ ان علوم کو میں نے متعدد کتب سے اکٹھا کیا ہے۔ اور میں اس کتاب میں ایسے مضامین کو لایا ہوں جو پڑھنے والے کے لیے بے حد واضح اور مرغوب ہیں۔ اور جہاں ضرورت پڑی کتاب و سنت آثار و اقوال اور نظر و قیاس سے دلائل بھی ذکر کیے ہیں۔ البتہ غامض اور پیچیدہ باتوں کو ترک کر دیا اور احادیث کی رغبت رکھنے والوں پر سہولت کی غرض سے ان کی اسانید کو حذف کر دیا تاکہ کوشش کرنے والوں کے لیے آسانی ہو اور لوگوں کو نفع پہنچے۔

Marfat.com

میں اس کتاب کی تالیف سے بارگاہ الٰہی سے ثواب کا امیدوار ہوں۔ میں نے اس کتاب کا نام بستان العارفین رکھا ہے رب تعالیٰ سے توفیق کا سوال ہے کہ اسے توفیق عطا فرمانا آسان ہے اور وہ جو چاہے اس پر قادر ہے وہ بہترین کارساز اور مددگار ہے۔

Marfat.com

باب ۱

طلب علم کا بیان

فقیہ ابواللیث فرماتے ہیں:

جان لیجئے! کہ ہر مسلمان مرد اور عورت پر امور دینیہ میں سے ناگزیر باتوں کا بقدر ضرورت علم حاصل کرنا فرض ہے جیسے وضو، نماز اور شریعت کے دیگر احکام اور امور معاش کا علم۔ البتہ ان امور کے علاوہ کا علم حاصل کرنا فرض نہیں۔ ہاں زیادہ علم حاصل کرنا افضل ہے اور اگر زیادہ علم حاصل نہ کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ بقدر ضرورت علم حاصل کرنے کے فرض ہونے کی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل : ۴۳)

''اگر تم لوگ نہیں جانتے تو جاننے والوں سے پوچھ لو۔''

اور ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے:

وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ (الملک : ۱۰)

''اور کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو دوزخیوں میں نہ ہوتے۔''

اس آیت میں رب تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ یہ لوگ اپنی جہالت اور بے علمی کی وجہ سے اہل جہنم میں سے بنے۔

مکحول حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا:

''علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔''

Marfat.com

اور ایک دوسری روایت میں آتا ہے:

''علم حاصل کرو چاہے چین سے (حاصل کرو) کیونکہ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔''

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

''اس سے پہلے کہ علم کو اٹھا لیا جائے تم پر علم حاصل کرنا فرض ہے اور علم کا اٹھایا جانا یہ علم والوں کا (اس دنیا سے) چلے جانا ہے، اور تم پر علم حاصل کرنا لازم ہے، کیونکہ تم میں سے کسی ایک کو اس بات کی خبر نہیں کہ کب وہ علم کا محتاج ہو جائے۔''

(فقیہ سمرقندی فرماتے ہیں)

زیادہ علم کتنا حاصل کیا جائے، علماء نے اس بابت کلام کیا ہے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ جب آدمی بقدر ضرورت علم حاصل کر لے تو اب مزید علم حاصل کرنا ترک کر کے اپنے علم پر عمل کرنے میں لگ جائے۔

اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ ''اگر فرائض کی ادائیگی میں حرج واقع نہ ہوتا ہو تو مزید علم حاصل کرنا افضل ہے اور یہ زیادہ صحیح قول ہے۔

پہلے طبقہ کی دلیل وہ حدیث ہے جیسے جعفر بن برقان نے میمون بن مہران سے اور انہوں نے حضرت ابو درداءؓ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

''جو شخص نہیں جانتا (یعنی اس نے علم حاصل نہیں کیا) اس کے لیے ایک مرتبہ ہلاکت ہے اور جو جاننے کے باوجود اس پر عمل نہیں کرتا اس کے لیے سات مرتبہ ہلاکت ہے۔''

فضیل بن عیاض فرماتے ہیں: ''جس نے اپنے علم پر عمل کیا رب تعالیٰ اسے اس بات میں لگنے سے بچا لیں گے جس کو وہ نہیں جانتا۔''

Marfat.com

فضیل بن عیاض اس بات کی دلیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں، کیونکہ عمل اپنے لیے اور زیادہ (علم) کی طلب دوسرے کے لیے ہوتی ہے۔ اور ایسی بات میں لگنا جو اپنی ذات کے لیے ہو (ایسی بات میں لگنے سے) بہتر ہے (جو دوسروں کے لیے ہو) کیونکہ خود اپنی گردن کو (رب تعالیٰ کے عذاب و عتاب سے) چھڑانا (اور آزاد کرانا) آدمی کے لیے زیادہ اہم ہے۔

جبکہ دوسرے طبقہ کی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ (توبۃ: ۱۲۲)

''تو یوں کیوں نہ کیا کہ ہر ایک جماعت میں سے چند اشخاص نکل جاتے تاکہ دین (کا علم سیکھتے اور اس) میں سمجھ پیدا کرتے اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آتے تو انہیں ڈر سناتے۔''

اور فرمایا:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (الزمر: ۹)

''کہو بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔''

اور فرمایا:

وَ لٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ (آل عمران ۳:۷۹)

''بلکہ (اے اہل کتاب) تم (علمائے) ربانی ہو جاؤ کیونکہ تم کتاب (خدا) پڑھتے پڑھاتے رہتے ہو۔''

مفسرین نے اس آیت کی تفسیر یہ بیان کی ہے، ''یعنی تم علماء اور فقہاء بن جاؤ۔''

حضرت ثوبان نے نبی کریمؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا:

''زائد علم کہ علم سے بہتر ہے اور تمہارے دین کی جڑ (اصل، جوہر، خلاصہ،

Marfat.com

روح، مدار، سہارا) تقویٰ ہے۔"

حسن بصریؒ کا قول ہے کہ یہ بات بھی "عمل" میں سے شمار ہوتی ہے کہ آدمی اس لیے علم سیکھے تا کہ دوسروں کو سکھلائے۔" حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ "رات کی ایک گھڑی میں علم کا مذاکرہ کرنا (سیکھنا سکھانا) یہ رب تعالیٰ کو ساری رات کی عبادت سے زیادہ محبوب ہے۔"

عوف بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابو ذر غفاریؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں علم حاصل کرنا چاہتا ہوں اور اس بات سے بھی ڈرتا ہوں کہ علم کو ضائع کر بیٹھوں اور اس پر عمل نہ کروں۔

تو حضرت ابوذرؓ نے فرمایا: "تمہارا علم پر تکیہ کرنا یہ بے علمی (اور جہالت) پر تکیہ کرنے سے بہتر ہے۔"

پھر اس سائل نے حضرت ابودرداءؓ کے پاس جا کر بھی یہی سوال کیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

"لوگوں کو (روز محشر) ان کی قبروں سے اس حال میں اٹھایا جائے گا جس پر وہ مرے ہوں گے لہٰذا عالم کو عالم اور جاہل کو جاہل بنا کر اٹھایا جائے گا۔"

پھر اس سائل نے یہی سوال حضرت ابوہریرہؓ کے پاس جا کر بھی کیا تو انہوں نے جواب ارشاد فرمایا:

"علم کے حصول کو ترک کرنا ضائع کرنے کے لیے کافی ہے یعنی ہلاک ہو جانے کے لیے کافی ہے۔"

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: لوگ دو قسم کے ہیں ایک علمائے ربانی اور دوسرے راہ نجات پر چل کر علم سیکھنے والے۔ اور باقی کے سب لوگ بے وقوف اور بے ڈھنگ ہیں جو ہر پکار اور شور کے پیچھے چل پڑنے والے ہیں، ادھر کو چلتے ہیں جدھر کو ہوا چلے۔

Marfat.com

جب تک دنیا باقی ہے علماء باقی رہیں گے، ان کی ذاتیں تو مفقود ہیں مگر ان کی مثالیں اور نمونے دلوں میں موجود ہیں۔

اس طبقہ کی یہ بھی دلیل ہے کہ عمل کی منفعت صرف ذات کی حد تک خاص ہے جبکہ علم کی منفعت اپنی ذات اور دوسرے لوگوں سب تک عام ہے۔ اس لیے بھی زائد علم سیکھنا افضل ہے، کیونکہ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے: ''لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے۔''

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت رسالت مآبؐ سے سوال کیا کہ ''کون سا عمل سب سے افضل ہے؟''

آپؐ نے فرمایا علم اس آدمی نے دوبارہ اور سہ بارہ یہی سوال کیا تو نبی کریمؐ نے ہر بار یہی جواب دیا۔

اس پر اس سائل نے عرض کیا۔ ''اے اللہ کے رسول! آپ پر سلامتی ہو میں آپ سے عمل کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔''

(کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ جبکہ آپؐ جواب میں یہ فرمارہے ہیں کہ سب سے افضل علم ہے) تو آپؐ نے فرمایا کیا یہ بات نہیں کہ اللہ اعمال کو علم کے ساتھ ہی قبول فرماتے ہیں

ایک روایت میں نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ:

''بندہ سب سے افضل جو صدقہ کرتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ علم سیکھے پھر وہ علم دوسروں کو سکھلائے۔''

(فقیہ سمرقندی فرماتے ہیں کہ)

''اس باب میں روایات واخبار حد شمار سے باہر ہیں۔''

Marfat.com

باب ۲

علم لکھنے کا بیان

فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں: بعض لوگوں نے علم لکھنے کو پسند نہیں کیا جبکہ عامہ اہل علم نے (جمہور علماء نے) اسے مباح قرار دیا ہے۔

پہلے طبقہ کی دلیل وہ حدیث ہے جسے حسن بصری نے روایت کیا ہےکہ حضرت عمرؓ نے خدمت رسالت میں عرض کیا۔

''یا رسول اللہ! یہ یہود و نصاریٰ ہمیں اپنی احادیث (اپنی کتابوں کی باتیں) سناتے ہیں کیا ہم ان میں سے بعض کو لکھ نہ لیا کریں؟

نبی کریمؐ نے حضرت عمرؓ کو خشمگیں نگاہوں سے دیکھا جس سے حضرت عمرؓ بھی سمجھ گئے۔آپ ﷺ نے فرمایا۔

''کیا تم لوگ بھی ہلاکت کے گڑھے میں جاگرنا چاہتے ہو جس طرح یہود و نصاریٰ ہلاکت کے گڑھے میں جاگرے۔ میں تمہارے پاس (کھلی) روشن اور صاف بات لے کر آیا ہوں (جس کی رات بھی اس کے دن کی طرح روشن اور واضح ہے) اگر موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔''

حسن بصری سے جب ''متھوکون'' کا معنی دریافت کیا گیا تو انہوں نے بتلایا۔ ''حیران و سرگرداں ہونے والے'' عطا بن یسار حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ''حسن نے نبی کریمؐ سے علم لکھنے کی اجازت طلب کی تو آپؐ نے

Marfat.com

انہیں اس بات کی اجازت مرحمت نہ فرمائی۔"

ابن مسلم کہتے ہیں: حضرت ابن عباسؓ یہ فرما کر علم لکھنے سے منع فرمایا کرتے تھے کہ، "تم سے پہلی امتوں کے لوگ کتابت (یعنی علم کو لکھنے) کی وجہ سے ہی ہلاک ہوئے۔"

ابن ابی داؤد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں "حضرت ابن مسعودؓ کے اصحاب ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے، ہم نے آپ سے (جو) علم (سیکھا ہے وہ) لکھ لیا ہے کیا ہم آپ پر پیش نہ کریں تاکہ آپ ہمیں (اس میں پائی جانے والی کمی بیشی پر) متنبہ کر دیں؟

فرمایا "ٹھیک ہے (لے آؤ)

چنانچہ وہ حضرت عبداللہؓ کی خدمت وہ (لکھا ہوا علم) لے کر آئے۔ تو آپ نے ان سے کتاب لے کر اس کو پانی سے دھو دیا پھر انہیں وہ کتاب واپس کر دی۔

فقیہ ابواللیث فرماتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ کسی بات کو سکھ لیتے تھے تو پھر لکھے پر اعتماد کر کے یاد کرنا چھوڑ دیتے تھے اور ہو سکتا ہے کہ لکھے ہوئے کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آ جائے (جیسے کتاب جل جائے، گم جائے، چوری ہو جائے وغیرہ) تو علم تو جاتا رہے گا۔

دوسرے لکھے ہوئے میں کمی بیشی کا امکان ہے اور لکھے ہوئے میں اضافہ کر کے اسے بدلا بھی جا سکتا ہے۔ اور جسے حفظ کر لیا جائے اسے بدلنا ممکن نہیں۔

اور حافظ علم سے بات کرتا ہے اور جو کتاب کی بات سناتا ہے وہ یاد کے بغیر ذہن کے ساتھ بات بتاتا ہے جبکہ کتابت علم کے جواز کے قائل لوگوں کی دلیل حضرت ابوہریرہؓ کی یہ روایت ہے، وہ فرماتے ہیں "رسول خدا ﷺ کے صحابہ میں سے مجھ سے زیادہ حدیثوں والا کوئی دوسرا نہ تھا سوائے عبداللہ بن عمرو کے کہ وہ (نبی کریمؐ کی

Marfat.com

احادیث کو) لکھ لیا کرتے تھے جبکہ میں لکھا نہ کرتا تھا۔''

ابن جریج بن معرور سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے خدمت نبوی میں عرض کیا:

یارسول اللہ! ہم آپؐ سے احادیث سنتے ہیں کیا ہم انہیں لکھ لیا کریں؟

فرمایا: ''ہاں! لکھ لیا کرو۔''

میں نے عرض کیا: ''خوشی اور ناخوشی میں (یعنی دونوں حالتوں کی باتوں کو لکھ لیا کریں؟)

فرمایا ''ہاں کہ میں ان دونوں حالتوں میں سوائے حق کے اور کچھ نہیں کہتا۔''

معاویہ بن قرہ کا قول ہے: ''جو علم کو لکھتا نہیں اس کا علم نہیں گردانا جائے گا۔''

جب بنی اسرائیل نے پہلے لوگوں کے بارے میں حضرت عیسیٰؑ سے سوال کیا تو انہوں نے جو جواب دیا اس کی خبر دیتے ہوئے رب تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَ لَا یَنْسَی (طه : ۵۲)

''ان کا علم میرے پروردگار کو ہے (جو) کتاب میں (لکھا ہوا ہے)۔ میرا پروردگار نہ چوکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔''

ربیع بن انس اپنے دو دادوں زید اور زیاد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ دونوں رات کے وقت سلیمان بن عبدالملک کے پاس گئے۔ سلیمان ان سے باتیں کرتا رہا اور وہ دونوں ان کو لکھتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

حضرت حسن بن علیؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: ''تم میں سے کوئی اس بات سے عاجز نہ ہو کہ اس کے پاس اس علم کی کوئی کتاب (نہ) ہو۔''

دوسرے علم نہ لکھنے میں آزمائش ہے کہ اگر آدمی اپنے علم کو نہ لکھے تو اس کا علم چلا

Marfat.com

جائے۔ اور اگر اس نے علم کو لکھ رکھا ہو تو بھول جانے کی صورت میں یا کسی اشکال کی صورت میں وہ لکھے ہوئے کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ امام ابو یوسف نے امام محمد کو لکھنے کا طعنہ دیا تو امام محمد نے (اپنے اس فعل کی توجیہ بیان کرتے ہوئے) کہا میں علم کے (دل و دماغ سے) چلے جانے سے ڈرتا ہوں کہ اب عورتیں ابو یوسف جیسا نہ جنیں گی۔"

جواز کتابت کی ایک دلیل امت کا لکھنے پر توارث اور تواتر ہے۔ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے۔ "جس بات کو اہل اسلام اچھا سمجھیں وہ خدا کے نزدیک بھی اچھی ہے اور جس چیز کو اہل اسلام برا سمجھیں وہ خدا کے نزدیک بھی بری (اور معیوب) ہے۔"

اور نبی کریم ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ "میری (ساری کی ساری) امت گمراہی پر جمع نہ ہو گی۔"

چنانچہ جب کتابت علم پر امت کا متوارث عمل چلا آ رہا ہے تو اس حدیث کی بنا پر یہ اہل ایمان کا راہ حق ٹھہرے گا نبی کریمؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

"میرے صحابہ چمکتے ستاروں کی طرح ہیں تم ان میں سے جس کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔"

نافع حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے:

"اس علم کو ہر غنی اور فقیر سے اور ہر چھوٹے بڑے سے لکھ لو اور جس نے محض اس بناء پر اس علم کو (حاصل کرنے سے) ترک کر دیا کہ علم والا تنگدست یا اس سے عمر میں چھوٹا ہے تو وہ اپنا ایک ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔"

Marfat.com

باب ۳

فتویٰ کا بیان

فقیہ ابو اللیث فرماتے ہیں: بعض لوگوں نے فتویٰ دینے کو مکروہ جبکہ جمہور علماء نے فتویٰ دینے کے اہل کے لیے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ پہلے طبقہ کی دلیل نبی کریمؐ کی یہ حدیث ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

''تم میں سے جہنم پر سب سے زیادہ جری وہ ہے جو فتویٰ دینے میں زیادہ جری ہے۔''

حضرت سلمانؓ سے مروی ہے کہ کچھ لوگوں نے ان سے فتویٰ طلب کیا تو فرمانے لگے۔ ''یہ (فتویٰ دینا) تمہارے لیے خیر کی بات جبکہ میرے لیے شر کی بات ہے۔''

ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں: ''میں نے نبی کریمؐ کے ایک سو بیس صحابہ کو پایا ہے اور میں نے ان کا یہ حال دیکھا ہے کہ جو ان میں سے محدث ہوتا تھا وہ اس بات کی تمنا کرتا تھا کہ حدیث بیان کرنے میں اس کا بھائی اسے کفایت کر جائے (یعنی حدیث وہ بیان کرے مجھے نہ بیان کرنی پڑے) اور ان میں سے جو مفتی ہوتا تھا وہ اس بات کی خواہش کرتا تھا کہ اس کا بھائی فتویٰ دینے میں اسے کفایت کر جائے'' (یعنی میری جگہ وہ فتویٰ دے)

ابن سیرین حضرت حذیفہ بن یمانؓ کا قول نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: ''لوگوں کو فتویٰ تین میں سے ایک دیتا ہے۔ وہ جو قرآن کے ناسخ و منسوخ کا علم جانتا

Marfat.com

ہو، یا وہ جماعت کا امیر ہو اور اسے فتویٰ دیے بغیر چارہ نہ ہو، یا احمق ہو جو (فتویٰ دینے میں) تکلف کرتا ہو۔"

چنانچہ ابن سیرین سے جب کوئی فتویٰ پوچھا جاتا تھا تو وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں پہلے دو میں سے تو ہوں نہیں اس لیے میں تیسرا بننا پسند نہیں کرتا" (یعنی میں احمقوں میں شمار نہیں ہونا چاہتا)۔

اور جو لوگ فتویٰ دینے کو مباح قرار دیتے ہیں ان کی دلیل وہ روایت ہے جو حضرت ابوہریرہ، حضرت زید بن خالد اور حضرت شبل بن معبدؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

"ہم خدمت نبوی میں بیٹھے تھے۔ اتنے میں ایک آدمی نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ "میں آپ کو خدا کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ آپ ہمارے درمیان خدا کی کتاب کے ساتھ فیصلہ کر دیجئے۔"

اس پر اس کا خصم جو اس سے زیادہ سمجھ دار تھا کھڑے ہو کر عرض کرنے لگا، "یہ سچ کہتا ہے آپ ہمارے درمیان کتاب خدا کے ساتھ فیصلہ کر دیجئے اور مجھے اجازت دیجئے کہ (پہلے) میں بات کروں۔"

چنانچہ نبی کریمؐ نے اسے بات کرنے کی اجازت دے دی، پس وہ عرض کرنے لگا، (یارسول اللہ!) یہ میرا بیٹا اس شخص کے پاس بیگار کی خدمت کیا کرتا تھا اور اس نے اس شخص کی بیوی کے ساتھ زنا کر لیا ہے، میں نے اس کے تاوان میں اسے سو بکریاں اور ایک غلام دیا ہے۔ میں نے اہل علم سے (اس بابت مسئلہ) دریافت کیا (کہ میرے بیٹے پر اور اس کی بیوی پر کیا سزا آتی تھی) تو انہوں نے مجھے بتلایا کہ تیرے بیٹے کی سزا تو یہ ہے کہ اسے سو کوڑے لگا کر ایک سال کے لیے جلا وطن کر دیا جائے جبکہ اس کی بیوی کو رجم کیا جائے گا۔"

Marfat.com

اس روایت میں فتویٰ دینے کے جواز کی دلیل ہے، کیونکہ وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے اہل علم سے دریافت کیا اور انہوں نے مجھے بتلایا اور نبی کریمؐ نے ان کے فتویٰ پر کوئی انکار نہیں کیا۔

اور اس حدیث میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ فتویٰ دینا جائز ہے چاہے دوسرا زیادہ جاننے والا ہو۔ کیا آپ یہ نہیں دیکھ رہے کہ یہ لوگ عہد رسالت میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔

حضرت علیؓ سے ایک محرم کے بارے میں دریافت کیا گیا جس نے شتر مرغ کے انڈے توڑ دیئے تھے تو آپ نے یہ فتویٰ دیا کہ وہ شتر مرغ کے ہر انڈے کے بدلے اونٹنی کا ایک بچہ ذبح کرے۔ سائل نے خدمت رسالت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا گوش گزار کر دیا تو نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا، علی نے جو تمہیں کہا وہ میں نے سن لیا۔ (وہ تو عزیمت ہے) لیکن تم رخصت کو اختیار کرو، وہ یہ کہ ہر انڈے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلاؤ۔''

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ان سے بحرین میں ایک حلال کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا گیا کہ اگر اس کے ذبح کیے ہوئے جانور کو محرم کھا لے تو کیا حکم ہے؟ تو آپ نے بتلایا کہ جائز ہے اور جب آپ بحرین سے لوٹ کر حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے اور انہیں سارا مسئلہ سنایا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا (تم نے بالکل صحیح مسئلہ بتلایا) اگر تم نے اس کے سوا کچھ کہا ہوتا تو میں (تمہارے ساتھ) ایسا ایسا کرتا (یعنی غلط مسئلہ بیان کرنے کی صورت میں تمہیں سزا دیتا)۔

دوسرے حضرات صحابہ کرام نئے پیش آمدہ مسائل میں فتوے دیا کرتے تھے اور یہ بات اہل اسلام میں متوارث چلی آتی ہے اور فتویٰ دینے کے جواز کی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل : ۴۳)

''اگر تم لوگ نہیں جانتے تو جاننے والوں سے پوچھ لو۔''

جب رب تعالیٰ نے نہ جاننے والوں کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ وہ اہل علم سے پوچھ لیا کریں تو علماء کو بھی اس بات کا حکم دیا کہ جب لوگ ان سے کسی چیز کی بابت سوال کریں تو وہ انہیں بتلائیں۔

کہتے ہیں کہ چند لوگوں نے تین عقل مندوں کا انتخاب یہ جاننے کے لیے کیا کہ ان میں سے زیادہ عقل مند کون ہے تو بالآخر اس بات پر سب متفق ہو گئے کہ ان تینوں میں سب سے زیادہ عقل مند وہ ہے جو وہ بات کرتا ہے جو وہ جانتا ہے۔

Marfat.com

باب ۴

اہل فتویٰ کا بیان

فقیہ ابواللیث سمرقندی بیان کرتے ہیں کہ فتویٰ دینا اس کے مناسب ہے جو علماء کے اقوال کو جانتا ہو۔ یعنی امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کے اقوال کی معرفت رکھتا ہو اور ان کے اقوال کے دلائل سے بھی واقف ہو اور لوگوں کے معاملات کی بھی خبر رکھتا ہو کیونکہ جو شخص علماء کے اقوال تو جانتا ہو پر لوگوں کے معاملات اور ان کے مذاہب سے بے خبر ہو، جب اس سے ایسا مسئلہ دریافت کیا گیا جس کی بابت وہ جانتا ہے کہ ان کے مذہب کے علماء کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے تو اسے یہ کہہ کر جواب دینا جائز ہے کہ ''یہ جائز ہے'' یا یہ کہ ''یہ ناجائز ہے'' اور اس کا یہ قول بطور حکایت کے ہوگا (کہ اس مسئلہ کی بابت اس نے ائمہ علماء کے قول کو حکایت کر دیا ہے)۔ اور اگر وہ مسئلہ اختلافی ہے تو اسے یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ یہ بات فلاں کے قول کے مطابق جائز ہے اور فلاں کے قول کے مطابق جائز نہیں اور اسے کسی ایک قول کو لینا (اور اسے ہی بیان کرنا) جائز نہیں کہ وہ بعض کے ایسے قول کے ساتھ جواب دے جس کی دلیل کا اسے علم نہ ہو۔

عصام بن یوسف بیان کرتے ہیں کہ ''میں ایک محفل سوگ میں تھا۔ جس میں امام ابوحنیفہ کے چار اصحاب زفر بن ھذیل، ابو یوسف، عاقبہ بن زید اور حسن بن زیاد بھی شریک تھے۔ ان چاروں بزرگوں نے بالاتفاق یہ بات کہی کہ کسی شخص کو ہمارے

Marfat.com

کسی قول پر فتویٰ دینا جائز نہیں جب تک کہ وہ یہ نہ جان لے کہ ہم نے یہ قول لیا کہاں سے ہے" ابراہیم بن یوسف نے بھی امام ابو یوسف کے واسطے سے امام ابو حنیفہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ کسی کو ہمارے کسی قول پر اس وقت تک فتویٰ ہی دینا جائز نہیں جب تک کہ وہ یہ نہ جان لے کہ ہم نے یہ قول لیا کہاں سے ہے۔

عصام بن یوسف سے جب یہ پوچھا گیا کہ وہ امام ابو حنیفہ سے اس قدر اختلاف کیوں کرتے ہیں؟ تو کہنے لگے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کو وہ فہم و فراست عطا ہوئی جو ہمیں نہ ملی، وہ اپنی فہم سے ان باتوں کا ادراک کر لیتے تھے جن کا ہم نہیں کر سکتے اور ہمیں بس اتنی ہی فہم نصیب ہوئی ہے جو نصیب ہوئی ہے۔ اس لیے ہم امام صاحب کے قول پر اس وقت تک فتویٰ نہیں دے سکتے جب تک یہ نہ جان لیں کہ انہوں نے یہ قول لیا کہاں سے ہے۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں: "جو شخص مسند افتا پر بیٹھتا ہے یا مسلمانوں کے امور کا والی اور نگران و نگہبان بنتا ہے اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے اس کے لیے مناسب نہیں کہ وہ کسی عذر کے بنا پر لوگوں کی حاجات پوری کیے بغیر اپنے دروازے سے لوٹا دے اور وہ نرمی و ملاطفت سے کام لے۔

قاسم بن محمد ابن ابی مریم سے جنہیں حضرات صحابہ کرام کی صحبت نصیب ہوئی تھی، بیان کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا، "جو مسلمانوں کے کسی امر کا والی بنا اور وہ ان کی محتاجی اور فاقہ کے دن ان کی محتاجی سے اوجھل ہو گیا تو رب تعالیٰ روز قیامت اس کی مفلسی، فاقہ اور حاجت سے (اس سے) اوجھل ہو جائے گا (یعنی روز قیامت اس کی محتاجی اور فاقہ کو دور نہ کرے گا)۔

مفتی کو چاہیے کہ وہ عاجز اور نرم مزاج ہو، سخت متکبر، بدخلق اور اکھڑ نہ ہو۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

Marfat.com

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران: ۱۵۹)

"(اے محمدؐ!) خدا کی مہربانی سے تمہاری افتاد مزاج ان لوگوں کے لیے نرم واقع ہوئی ہے اور اگر تم بدخو اور سخت دل ہوتے تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے۔"

Marfat.com

باب ۵

مسائل اختلافیہ کا بیان

مسائل اختلافیہ کے حکم میں بھی علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک اس کے سب پہلو درست ہوتے ہیں جبکہ معتزلہ اس کے ایک پہلو کو درست اور دوسرے کو خطا کہتے ہیں البتہ خطا کے پہلو کا گناہ نہیں ہوتا۔ یہی قول سب سے زیادہ درست ہے۔

پہلے قول کے قائل علماء کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریمؐ نے جب بنی نضیر کے کھجوروں کے درختوں کو کاٹ دینے کا حکم دیا تو ابو یعلی مازنی رضی اللہ عنہ عجوہ کھجور کو کاٹنے لگے جبکہ عبداللہ بن سلام بادام کے درخت کو کاٹنے لگے۔ کسی نے ابو یعلی سے پوچھا کہ تم عجوہ کو کیوں کاٹ رہے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا "تاکہ دشمن ذلیل و رسوا ہو" اور جب عبداللہ بن سلام سے پوچھا گیا کہ آپ بادام کے درختوں کو کیوں کاٹ رہے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں جانتا ہوں کہ کھجور کے درخت مال غنیمت میں سے نبی کریمؐ کو دیئے جائیں گے اس لیے جناب رسول اللہؐ کی خاطر میں عجوہ کھجوروں کو کچھ بھی نہیں کہہ رہا۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰۤى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ (الحشر: ۵)

"(مومنو!) کھجور کے درخت جو تم نے کاٹ ڈالے یا ان کو اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا، سو خدا کے حکم سے تھا اور مقصود یہ تھا کہ وہ نافرمانوں کو رسوا کرے۔"

رب تعالیٰ ان دونوں سے راضی ہو جو انہوں نے کیا۔

Marfat.com

جبکہ دوسرے طبقہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریمؐ نے حضرت عمرو بن عاص سے ارشاد فرمایا "ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرو۔" انہوں نے عرض کیا کہ کیا آپ کے ہوتے ہوئے فیصلہ کروں؟ فرمایا "ہاں۔" عرض کیا کس بنا پر فیصلہ کروں؟ فرمایا "اس بات پر کہ اگر تم نے درست فیصلہ کیا تو تمہیں دس گنا نیکیاں ملیں گے اور اگر تم نے غلط فیصلہ کیا تو تمہیں ایک نیکی ملے گی۔"

اس حدیث میں نبی کریمؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ مجتہد کبھی تو درست فیصلہ کرتا ہے اور کبھی اس سے خطا بھی سرزد ہو جاتی ہے۔

دوسرے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْکُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَ كُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِیْنَ۝ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ (الانبیاء: ۷۸-۷۹)

"اور داؤد اور سلیمان (کا حال بھی سن لو کہ) جب وہ ایک کھیتی کا مقدمہ فیصلہ کرنے لگے جس میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کو چر گئی (اور اس کو روند گئی) تھیں اور ہم ان کے فیصلے کے وقت موجود تھے۔ تو ہم نے (فیصلہ کرنے کا طریق) سلیمان کو سمجھا دیا۔"

اس آیت میں رب تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس بات پر مدح بیان فرمائی ہے کہ انہوں نے رب کے سمجھانے سے اس بات کو پا لیا جس کو حضرت داؤدؑ نہ پا سکے۔ اگر دونوں نے اپنے اپنے اجتہاد سے صحیح فیصلہ کیا ہوتا تو رب تعالیٰ صرف حضرت سلیمان علیہ السلام کی مدح نہ فرماتے پھر دو میں سے جو قول مبنی پر خطا ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ اس پر گناہ نہیں دیتے۔ کیونکہ مجتہد کو اجتہاد کی اجازت تھی۔

طلحہ بن مطرف کے سامنے جب اختلاف کا ذکر کیا جاتا تھا تو وہ کہتے تھے۔

"اسے اختلاف مت کہو بلکہ اسے وسعت و گنجائش کہو۔"

Marfat.com

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا قول ہے کہ ''میرے نزدیک صحابہ کرام کا اختلاف سرخ اونٹوں سے زیادہ عزیز ہے۔'' کیونکہ اگر وہ بعض مسائل میں اختلاف نہ کرتے تو ان کے بعد اختلاف کرنا جائز ہی نہ ہوتا اور لوگ تنگی میں پڑ جاتے۔ اس وجہ سے قاسم بن محمد صحابہ کے اختلاف کو امت کے لیے رحمت کہا کرتے تھے۔

Marfat.com

باب ٦

حدیث کی روایت بالمعنیٰ کا بیان

اس باب میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ بعض کے نزدیک یہ جائز ہے اور یہی راجح قول ہے۔ اور بعض کے نزدیک ناجائز ہے کہ حدیث کو فقط اس کے الفاظ کے ساتھ ہی روایت کیا جائے گا۔ عدم جواز کے قائلین کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے۔ رب تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے میری حدیث کو سنا اور اسے اسی طرح آگے پہنچا دیا جس طرح کہ سنا تھا۔

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے ایک شخص کو ایک دعا سکھلائی جس کے آخری الفاظ یہ تھے:

((امنت بکتاب الذی انزلت و نبیك الذی ارسلت))

اس شخص نے لفظ نبی کی جگہ لفظ رسول بولتے ہوئے دعا کے الفاظ یوں پڑھے:

"وبرسولك الذی ارسلت۔"

تو آپؐ نے اسے منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ (نہیں بلکہ یوں) کہو

"ونبیك الذی ارسلت۔"

کہ نبی کریمؐ نے اس شخص کو ایک لفظ بدلنے سے بھی منع فرمایا۔

جبکہ جواز کے قائلین کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا "چاہیے کہ حاضر غائب تک یہ بات پہنچا دے۔" کہ اس روایت میں آپؐ نے تبلیغ کا حکم ارشاد فرمایا ہے

Marfat.com

جو عام ہے۔

صحابی رسول حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ ''جب ہم تمہیں کوئی حدیث بالمعنی سنائیں تو یہ تمہارے لیے کافی ہے۔''

ابن عوف کہتے ہیں کہ ابراہیم نخعی، شعبہ، حسن بصری حدیث بالمعنی روایت کیا کرتے تھے۔

وکیع کا قول ہے کہ اگر حدیث کے بالمعنی روایت کرنے کی گنجائش نہ ہوتی تو لوگ تو ہلاک ہو جاتے۔ سفیان ثوری کہتے ہیں کہ ''اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ میں نے تمہیں اس طرح حدیث بیان کی ہے جس طرح سنی تھی تو میری تصدیق نہ کرنا۔

دوسرے رب تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (التوبہ : ۱۲۲)

''تو یوں کیوں نہ کیا کہ ہر ایک جماعت میں سے چند اشخاص نکل جاتے تا کہ دین (کا علم سیکھتے اور اس) میں سمجھ پیدا کرتے اور جب اپنی قوم کی طرف واپس جاتے تو انہیں ڈر سناتے تا کہ وہ ڈرتے۔''

اب یہ ڈر سنانا عربی الفاظ کے ساتھ ہوگا۔ لیکن اگر وہ قوم عربی کے الفاظ سمجھنے والے نہ ہوں تو لازماً انہیں دوسری زبانوں میں تفسیر و بیان کے ساتھ ڈر سنانا ہوگا۔ پس ثابت ہوا کہ اعتبار معنی کا ہے نہ کہ لفظ کا۔''

Marfat.com

باب ۷

حدیث کی روایت واجازت کا بیان

اگر کوئی حدیث روایت کرتے وقت حدثنا کی جگہ اخبرنا یا اخبرنا کی جگہ حدثنا کہہ دے تو اس کے جواز یا عدم جواز میں بھی علماء کا اختلاف ہے۔ بعض محدثین کا قول ہے کہ جب تم کسی محدث کے سامنے حدیث پڑھو پھر بعد میں اس کی طرف سے اس حدیث کو روایت کرنا چاہو تو اخبرنا فلان کہو، اور اگر وہ حدیث خود محدث نے تم پر قرأت بھی تھی تو اب تم حدثنا فلان کہو گے۔ جبکہ بعض کے نزدیک دونوں صورتیں یکساں ہیں۔ اور یہی ہمارا قول بھی ہے۔

قاضی ابو یوسف کہتے ہیں: ''حدیث تم نے شیخ کو سنائی ہو یا اس نے تم کو سنائی ہو، تم حدثنا، اخبرنا اور سمعت من فلان میں سے جو صیغہ بھی استعمال کرنا چاہو کر سکتے ہو۔''

ابو مطیع نے جب امام ابو حنیفہؒ سے پوچھا کہ میں حدیث روایت کرتے وقت اخبرنا کہا کروں یا حدثنا تو فرمایا جو چاہو کہہ سکتے ہو۔

حجاج بن شعبہ کا قول ہے کہ تم حدثنا، اخبرنا اور انبانا میں سے ہر صیغہ بول سکتے۔ البتہ جب محدث نے تمہیں فقط کہا کہ میں نے تمہیں حدیث بیان کرنے کی اجازت دی تو اب تم حدثنا یا اخبرنا نہیں کہہ سکتے البتہ یہ کہہ سکتے ہو کہ مجھے فلاں محدث نے حدیث بیان کرنے کی اجازت دی ہے۔

Marfat.com

فقیہ سمرقندی کہتے ہیں: میں نے قاضی خلیل بن احمد کو سنا، وہ کہتے ہیں میں نے ابو طاہر احمد بن سفین دہامی کو سنا وہ کہتے ہیں: ''جب کوئی محدث تمہیں یہ کہے کہ میں نے تمہیں حدیث بیان کرنے کی اجازت دی تو گویا کہ وہ یوں کہہ رہا ہے کہ میں نے تمہیں اس بات کی اجازت دی کہ تم مجھ پر دروغ بیانی نہ کرنا۔''

فقیہ سمرقندی کا قول ہے: جب کوئی محدث تمہیں اپنی ایک حدیث لکھ بھیجے یا اپنی کوئی کتاب تمہارے حوالے کرے اور یہ کہے کہ مجھے فلاں نے اس کتاب کی ہر حدیث کو بیان کیا تو اب تمہیں اس کتاب سے حدیث روایت کرتے وقت اخبرنا فلان کے الفاظ کہنا تو جائز ہے لیکن حدثنا فلان کہنا جائز نہیں۔ کیونکہ کتابت خبر ہے جبکہ حدیث وہ ہوتی ہے بالمشافہ خطاب کے ساتھ بیان کی جائے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی اس بات کی قسم کھائے کہ میں اس بات کی فلاں کو خبر نہ دوں گا'' پھر اس نے وہ بات خط لکھ کر بیان کر دی تو وہ حانث ہو جائے گا۔ لیکن اگر اس نے ان الفاظ کے قسم کھائی تھی کہ ''فلا احدثہ'' یعنی حدیث کا لفظ کر قسم کھائی لیکن پھر وہی بات خط میں لکھ کر بتلا دی تو وہ حانث نہ ہو گا۔ کیونکہ حدیث خطاب کو کہتے ہیں اور تحریر خبر ہے نا کہ خطاب۔

Marfat.com

باب ۸

ثقہ محدثین اور راویوں سے علم حاصل کرنے کا بیان

علم کو ہمیشہ معتبر اور ثقہ لوگوں سے ہی حاصل کرنا چاہیے کیونکہ دین کا قیام علم سے ہے۔ اس لیے آدمی کو اپنے دین کے بارے میں اس پر بھروسہ کرنا چاہیے جس پر اپنی جان کا بھروسہ بھی کیا جا سکے۔ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے: ''ان لوگوں سے حدیث بیان کرو جن کی شہادت کو تم لوگ قبول نہیں کرتے۔''

ابن سیرین کہتے ہیں کہ ''یہ علم دین ہے تو دیکھ لینا کہ تم اپنا دین کن سے حاصل کر رہے ہو۔''

جبکہ حسن کا قول ہے کہ جس کا قول تو اچھا ہو پر عمل برا ہو، نہ اس سے علم حاصل کرو اور نہ اس پر اعتماد ہی کرو۔''

اب اگر کوئی یہ کہے کہ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے ''علم مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں سے ملے لے لے۔'' تو اسے یہ جواب دیا جائے گا کہ یہ حکم اس وقت ہے جب علم دینے والا ثقہ اور اس کا کلام مفید ہو۔ البتہ جب علم دینے والا غیر ثقہ ہو تو اس سے علم نہ لیا جائے۔ لہٰذا جو آدمی ثقہ نہ ہو اس کا نہ علم سنا جائے گا نہ کوئی مسئلہ۔ البتہ اگر اس کا کوئی قول اصول دین کے موافق ہو گا اس پر عمل جائز ہو گا ورنہ نہیں۔

یہی حکم کسی لکھے مسئلہ وغیرہ کا بھی ہے کہ اگر وہ اصول وقواعد دینیہ کے موافق ہو گا تو اس پر عمل جائز ہو گا۔

۱۲۷۹۴۷

Marfat.com

ارشاد نبوی ہے کہ ''جس نے ایک حدیث بیان کی اور جانتا ہے کہ وہ جھوٹی ہے تو وہ دو جھوٹوں میں سے ایک ہے۔''

Marfat.com

باب ۹

مجلس وعظ کا قیام جائز ہے

بعض لوگوں نے وعظ کی مجلس قائم کرنے کو پسند نہیں کیا لیکن صحیح قول یہ ہے کہ اگر رب کی رضا کے لیے مجلس وعظ قائم کی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ وعظ کی مجلس دین و شریعت کے علم کے حصول کا ذریعہ ہے۔

مجلس وعظ کے قیام کو ناپسند کرنے والوں کی دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا ''لوگوں میں وعظ نہ کرے سوائے امیر یا مامور یا کار کے۔''

حضرت تمیم داریؓ نے حضرت عمرؓ سے ہر ہفتہ کے دن وعظ کہنے کی اجازت چاہی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا ''تم ایسا کیوں کرنا چاہتے ہو؟ تو کہنے لگے، ''لوگوں کی یاد دہانی اور وعظ و نصیحت کے لیے۔''

حضرت عمرؓ نے فرمایا ''ایسا کرلو لیکن یاد رکھو یہ ذبح ہونے کے برابر ہے۔''

جیسا کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا ''جس کو قضاء سونپ دی گئی وہ بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا۔''

ایک دفعہ حضرت ابو قلابہ نماز فجر کے بعد لوٹنے لگے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر چیخ چیخ کر وعظ کرنا شروع کر دیا تو انہوں نے واعظ سے فرمایا کہ ''تم تو رینگنے والے گدھے ہو۔ اگر تم نے دوبارہ وعظ کیا تو ہم تمہیں سزا دیں گے۔''

ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ میں ان تین آیات کی وجہ سے وعظ کہنے کو پسند نہیں کرتا۔

Marfat.com

۱. اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ (البقرہ: ۴۴)

''(یہ) کیا (عقل کی بات ہے کہ) تم لوگوں کو نیکی کرنے کو کہتے ہو اور خود کو فراموش کیے جاتے ہو۔''

۲. لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (الصف: ۲)

''تم ایسی باتیں کیوں کہا کرتے ہو جو کیا نہیں کرتے۔''

۳. وَ مَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰكُمْ عَنْهُ (ھود: ۸۸)

''اور میں نہیں چاہتا کہ جس امر سے تمہیں منع کروں خود اس کو کرنے لگوں۔''

ایک حدیث میں آتا ہے کہ رب تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی طرف یہ وحی بھیجی کہ ''خود کو نصیحت کرو اگر تم نے خود نصیحت کر لی تو پھر لوگوں کو بھی نصیحت کرو ورنہ مجھ سے حیا کرو۔''

اور جو لوگ مجلس وعظ کے قیام میں کوئی حرج نہیں سمجھتے ان کی دلیل یہ آیت ہے:

وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ (الذاریات: ۵۵)

''اور نصیحت کرتے رہو کہ نصیحت مومنوں کو نفع دیتی ہے۔''

اور ایک دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (التوبۃ: ۱۲۲)

''اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آتے تو انہیں ڈر سناتے تا کہ وہ ڈرتے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: ''اے وعظ کہنے والو! وعظ مت کہو کہ لوگ نے دین سیکھ لیا ہے۔''

اس قول میں وعظ کہنے کے جواز کی دلیل ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ ہر جمعرات کی رات کو لوگوں میں وعظ فرمایا کرتے تھے ''اور کھڑے ہو کر دعا مانگتے تھے۔''

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ''جس نے لوگوں سے ایسا علم چھپایا جسے وہ

Marfat.com

جانتا ہے تو اسے روز قیامت جہنم کی آگ کی ایک لگام پہنائی جائے گی۔"

ایسا ہی قول خود جناب رسول اللہ ﷺ سے بھی مروی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْهُدٰى (البقرہ: ۱۵۹)

"جو لوگ ہمارے حکموں اور ہدایتوں کو جو ہم نے نازل کی ہیں (کسی غرض فاسد سے) چھپاتے ہیں۔

اس آیت کے بارے میں حضرت ابوہریرہؓ کا قول ہے کہ اگر یہ آیت نہ ہوتی تو میں وعظ کے لیے نہ بیٹھا کرتا۔

حضرت حسن بصری کا قول ہے: اگر علماء نہ ہوتے تو سب لوگ چوپایوں جیسے بن جاتے۔"

Marfat.com

باب ۱۰

واعظ کے آداب کا بیان

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ خود واعظ کو نیکوکار ہونا چاہیے کہ اگر وہ نیک نہ ہوا تو ارباب عقل و دانش اس کے پاس اٹھنے بیٹھنے سے گریز کریں گے، جبکہ نادان لوگ اس کی پیروی میں لگ جائیں گے۔ جس سے نظام عالم برباد ہو جائے گا۔ اور اس کا کلام دل پر اثر بھی نہ کرے گا۔ اس لیے واعظ کا متقی ہونا ضروری ہے۔

اور واعظ لوگوں کو صرف صحیح احادیث ہی سنائے۔ مجلس وعظ کو اتنا طول نہ دے کہ لوگ اکتا جائیں کہ اس سے علم کی برکت ختم ہو جاتی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ "دل ہشاش بشاش اور پژمردہ ہوتے ہیں اس لیے جب تک لوگ کی بشاشت رہے وعظ کہتے رہو۔

نبی کریمؐ کا ارشاد ہو کہ "دلوں کو گاہے گاہے راحت دو۔"

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ "بنی اسرائیل کا ایک واعظ تھا جو بہت لمبا وعظ کیا کرتا تھا جس سے لوگ اکتا جاتے تھے۔ چنانچہ وہ لوگوں کو اور لوگ اس کو برا بھلا کہتے تھے۔"

پھر واعظ نرم مزاج، بردبار اور متواضع ہونا چاہیے نا کہ تند مزاج، خشک، کھردرا اور متکبر ہونا چاہیے کیونکہ نرمی اور تواضع نبی کریمؐ کے اخلاق میں سے ہے۔

اور جب وہ لوگوں نماز، روزہ وغیرہ کے فضائل بیان کرنا چاہے تو پہلے ان پر خود

Marfat.com

عمل کرے تاکہ اس آیت کا مصداق نہ بنے۔

"اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم." (البقرہ :۴۴)

"کیا لوگوں کو نیکی کرنے کو کہتے ہو اور خود کو بھلائے دیتے ہو۔"

پھر واعظ کا تفسیر قرآن اور اقوال فقہا کا عارف ہونا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے جب ایک شخص کو وعظ کہتے سنا تو پوچھا کہ "میاں کیا ناسخ منسوخ کا علم رکھتے ہو؟ بولا نہیں تو فرمایا" پھر تو تو خود بھی ہلاک ہوگا اور دوسروں کو بھی ہلاکت میں ڈالے گا۔

وعظ کہتے ہوئے واعظ سب کی طرف دیکھے، صرف ایک ہی کو نہ دیکھتا رہے کہ علماء نے اسے سنت باور کیا ہے۔

واعظ لالچی نہیں ہونا چاہیے کہ اس سے علم کی رونق چلی جاتی ہے۔ اور اگر کوئی بن کہے ہدیہ دے تو لے لے۔ واعظ کی مجلس خوف ورجاء سے معمور ہو، کہ نہ صرف ڈرائے رکھے اور نہ صرف خوش خبریاں ہی سناتا رہے۔ اگر مجلس وعظ لمبی ہو تو ذرا وقفے وقفے سے لوگوں کا دل بہلاتا رہے کہ اس سے لوگوں میں بشاشت قائم رہے گی۔

حضرت عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ وعظ کے دوران آخرت کی یاد دلاتے رہتے لیکن جب دیکھتے کہ لوگ سست پڑ رہے ہیں تو باغوں اور عمارتوں کی باتیں کرنے لگتے اور جب دیکھتے کہ اب لوگ ہوشیار ہو گئے ہیں تو پھر آخرت کا ذکر شروع کر دیتے۔

Marfat.com

باب ۱۱

سننے والوں کے آداب کا بیان

سننے والا پورے ہوش وحواس، دل کی بیداری اور توجہ کے ساتھ وعظ سنے اور کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو۔ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے: ''جس نے کوئی مسئلہ اور حدیث سن کر اس پر عمل کیا تو وہ زندہ اور فلاح پانے والا ہے اور جس نے کوئی حدیث سن کر اس پر عمل نہیں کیا تو وہ ہلاک ہونے والا ہے۔''

سننے والے کے لیے مناسب یہ ہے کہ ساتھ کے ساتھ واعظ کو داد دیتا رہے اور نبی کریمؐ کے نام مبارک آنے پر درود پڑھے شیطان کے وسوسے سے پناہ مانگے، وعظ کے دوران سوئے نہیں کہ ارشاد نبوی ہے: ''جو وعظ کے وقت سو گیا وہ رحمت خداوندی سے محروم رہا اور وہ شیطان کا دوست ہے۔''

Marfat.com

باب ۱۲

طلب علم اور علم فقہ کی دوسرے علوم پر فضیلت کا بیان

علم حاصل کرنا ضروری ہے، آدمی جہالت پر ہی قائم نہ رہے، کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (الزمر : ۹)

''کہو بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے وہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔''

رب تعالیٰ نے اس آیت میں اہل علم کی دوسروں پر فضیلت کو بیان کیا ہے۔ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے: ''جو شخص نہ عالم ہو اور نہ متعلّم اس میں کوئی خیر نہیں۔

حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کیا بات ہے، میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے علماء مرتے جا رہے ہیں اور تمہارے جاہل علم نہیں سیکھ رہے، علم اٹھنے سے پہلے علم سیکھ لو کہ علم علماء کے اٹھ جانے سے اٹھتا ہے۔''

حضرت عروہ بن زبیرؒ نے اپنے بیٹوں سے ارشاد فرمایا: ''میرے بیٹو! علم سیکھ لو کہ آج اگر تم چھوٹے ہو تو کل اس علم کی برکت سے تم قوم کے بڑے بن جاؤ گے۔ اور میرے نزدیک وہ بوڑھا کس قدر برا ہے جس کے پاس کوئی علم نہ ہو۔''

شعبی کا یہ قول کس قدر عبرت آموز ہے کہ ''اگر ایک شخص شام کے آخری سرے سے چل کر یمن کے آخری سرے تک صرف ایک ایسی بات سیکھنے کے لیے سفر کرے جو مستقبل میں اسے فائدہ دے تو میرے نزدیک اس کا یہ سفر بے سود نہیں گیا۔''

Marfat.com

پھر اگرچہ علم کی کئی قسمیں ہیں اور وہ سب کی سب رب کے نزدیک محمود ہیں لیکن کوئی علم فقہ جیسا نہیں۔ اس لیے آدمی کو دوسرے علوم کی بہ نسبت فقہ سیکھنے کا اہتمام زیادہ کرنا چاہیے کیونکہ جو فقہ سیکھ لیتا ہے اس کے لیے دوسرے علوم کو سیکھنا آسان ہو جاتا ہے۔ فقہ دین کی بنیاد ہے۔ اس لیے حدیث میں ایک فقیہ کو ہزار جاہل عابدوں پر بھاری بتلایا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کا ارشاد ہے کہ میرا گھڑی بھر کے لیے بیٹھ کر فقہ سیکھنا رب کے نزدیک فقہ کے بغیر ساری رات جاگ کر عبادت کرنے سے بہتر ہے۔

نبی کریمؐ کا ارشاد ہے: ''رب تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین میں فقہ عطا فرماتے ہیں۔''

اور جب آدمی خوب فقہ سیکھ لے تو اب وہ زہد اور حکمت کا علم سیکھے جس میں آخرت کی باتیں اور صالحین کے اخلاق وشمائل کا ذکر ہو۔ کیونکہ حکمت و زہد کے علم کے بغیر فقہ سیکھنے سے دل سخت ہو جاتا ہے اور سخت دل خدا سے دور ہوتا ہے۔

اور حساب اور ریاضی کا علم سیکھنے کے لیے فلکیات کا علم سیکھنے میں کوئی حرج نہیں کہ اس سے جہت قبلہ وغیرہ کا علم حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَ عَلٰمٰتٍ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ (النحل : ۱۶)

''اور (راستوں میں) نشانات (بنا دیئے) اور لوگ ستاروں سے بھی رستے معلوم کرتے ہیں۔''

اس لیے حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ ''ستاروں کا اس قدر علم حاصل کر لیا کرو جس سے جہت قبلہ معلوم ہو جائے، اور انساب (رشتوں ناتوں) کا اتنا علم ضرور سیکھ جس سے صلہ رحمی کر سکو۔''

اس لیے نبی کریمؐ نے ستاروں میں زیادہ غور کرنے سے منع فرمایا۔ حضرت ابن

Marfat.com

عباسؓ نے میمون بن مہران سے ارشاد فرمایا:

''علوم نجوم کے پیچھے مت پڑھنا کہ بالآخر آدمی اس سے جادو اور کہانت میں جا پڑتا ہے۔''

Marfat.com

باب ۱۳

مناظرہ کرنے کا بیان

بعض علماء نے علم میں مناظرہ اور جدل کرنے کو برا جانا ہے، ان کی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا (الزخرف : ۵۸)

''انہوں نے عیسیٰ کی جو مثال بیان کی ہے تو صرف جھگڑنے کو۔''

کہ اس آیت میں رب تعالیٰ نے مناظرہ اور جدل کرنے والوں کی مذمت بیان کی ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ ''خدا کے نزدیک سب سے برا انسان وہ ہے جو بہت جھگڑالو ہو'' اور فرمایا ''ہدایت ملنے کے بعد وہی قوم گمراہی میں جا پڑتی ہے جو جھگڑے شروع کر دیتی ہے۔'' اور ایک حدیث میں تو یہاں تک آتا ہے کہ ''اگر حق پر بھی ہو تو بھی جھگڑا چھوڑ دو'' اور فرمایا ''تم ایمان کی حقیقت نہیں پا سکتے یہاں تک کہ حق پر ہوتے ہوئے بھی جھگڑا چھوڑ دو۔''

دوسرے اس سے ایک دوسرے کے ساتھ عداوت پیدا ہوتی ہے جو حرام ہے۔

البتہ اگر مناظرہ اور جدل سے مقصود حق کا اظہار ہو تو علماء نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے۔

وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (النحل : ۱۲۵)

''اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے مناظرہ کرو۔''

Marfat.com

حضرت طلحہ بن عبید اللہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریمؐ سو رہے تھے اور ہم میں اس بات پر بحث چل رہی تھی کہ اگر کوئی محرم ایسے شکار سے کھا لے جس کو حلال نے ذبح کیا ہو تو اس کا کیا حکم ہے۔ بات کرتے کرتے ہماری آوازیں ذرا بلند ہوگئیں جس سے آپؐ کی آنکھ کھل گئی تو دریافت فرمایا تم کس بات میں جھگڑ رہے تھے؟ تو ہم نے ماجرا گوش گزار کر دیا۔ ساری بات سن کر آپؐ نے فرمایا ''ایسے شکار کے گوشت کو محرم کھا سکتا ہے۔ لیکن آپؐ نے ہمیں مسئلہ میں یوں مناظرہ کرنے پر کچھ بھی نہ کہا۔

دوسرے مناظرہ کرنے سے حق باطل سے واضح ہو جاتا ہے کہ اور حق کی جستجو اور اس میں غور وفکر مباح ہے۔ البتہ متعدد روایات میں اس بات کا ذکر ہے کہ اگر مناظرہ کا مقصود فخر ومباہات ہو تو یہ مکروہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے کہ ''جس نے ان تین اغراض میں سے ایک غرض کے لیے علم سیکھا وہ جہنم میں جائے گا۔ (۱) اس کے ذریعے علماء پر فخر کرے (۲) بے وقوفوں کے ساتھ جھگڑا کرے (۳) اس کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے۔''

Marfat.com

باب ۱۴

طالب علم کے آداب کا بیان

سب سے پہلے تو طالب علم اپنی نیت صحیح کرے تا کہ اپنے سیکھے علم سے فائدہ اٹھا سکے اور دوسرے بھی اس کے علم سے نفع حاصل کریں اور اس مقصد کے حصول کے لیے چار باتوں کی نیت کرے۔

۱۔ جہالت سے نکل کر روشنی میں آنے کی نیت کرے کیونکہ علم والے اور بے علم دونوں برابر نہیں ہوتے۔

۲۔ خلق خدا کے نفع کی نیت کرے کیونکہ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے۔ ''سب سے بہتر انسان وہ ہے جو خلق خدا کو نفع دے۔''

۳۔ احیاءِ علم کی نیت کرے کیونکہ اگر علم حاصل کرنے کو لوگ چھوڑ دیں گے تو علم ختم ہو جائے گا۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ علم حاصل کرو اس سے قبل کہ علم اٹھ جائے اور علم کا اٹھنا علما کے دنیا سے چلے جانے سے ہے۔''

۴۔ علم کے مطابق عمل کرنے کی نیت کرے، کیونکہ علم عمل کا آلہ ہے اور آلہ کو استعمال نہ کرنے کی نیت سے حاصل کرنا لغو ہے اسی طرح اگر کوئی علم کو اس پر عمل نہ کرنے کے لیے حاصل کرے تو یہ بیکار ہے۔

کہتے ہیں کہ علم بلا عمل کے وبال ہے اور عمل بغیر علم کے ضلال یعنی گمراہی ہے۔

طالب علم کو رب کی رضا اور آخرت کے لیے سیکھے نا کہ دنیا طلب کرنے کے

Marfat.com

لیے، کیونکہ جو علم کو رب کی رضا کے لیے سیکھتا ہے وہ دنیا و آخرت دونوں کو پالے گا۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ (الشوریٰ ۲۰)

''جو شخص آخرت کی کھیتی کا خواستگار ہو اس کو ہم اس میں سے دے دیں گے اور جو شخص دنیا کی کھیتی کا طلب گار ہو اس کو ہم اس میں سے دے دیں گے اور اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔''

ارشاد نبوی ہے کہ ''جو دنیا کی نیت کرتا ہے، رب تعالیٰ اس کے امر کو پراگندہ کر دیتے ہیں اور اس کے فقر کو اس کی نگاہوں کے سامنے کر دیتے ہیں اور دنیا اس کے پاس اتنی ہی آتی ہے جتنی خدا نے اس کے مقدر میں لکھی ہوتی ہے اور جس کی نیت آخرت کی ہو رب تعالیٰ اس کی شیرازہ بندی کر دیتے ہیں اور اس کے دل کو غنا سے بھر دیتے ہیں اور دنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آتی ہے۔''

اور جو اپنی نیت درست نہ کر سکے اس کے لیے علم سیکھنا بہر حال نہ سیکھنے سے بہتر ہوتا ہے، کیونکہ جو علم سیکھنے میں لگ جاتا ہے امید ہے کہ اسے نیت کی درستی بھی نصیب ہو جائے۔ کیونکہ ایک حدیث میں نبی کریمؐ نے ایسے شخص کے لیے دعا کی ہے کہ وہ دنیا سے بہر حال اس حال میں رخصت ہوگا کہ اس کی نیت درست ہوگی۔

مجاہد کہتے ہیں: ہم نے کوئی زیادہ اچھی نیت سے علم حاصل کرنا شروع نہ کیا تھا لیکن پھر خدا نے ہمیں نیک نیتی نصیب فرما ہی دی۔

اگر علم سیکھنے کے لیے پردیس جانا پڑے تو ماں باپ سے اجازت لے کر جائے۔

طالب علم فرائض کو پابندی سے ادا کرے، ان میں تاخیر نہ کرے اور نہ انہیں ترک کرے۔ اپنے ساتھیوں وغیرہ کو کوئی تکلیف نہ دے کہ اس سے علم کی برکت مٹ

Marfat.com

جاتی ہے۔

اپنے علم میں بخل سے کام نہ لے۔ لہٰذا کوئی کتاب ادھار مانگے تو دے دے، کسی مسئلہ کو سمجھنے کے لیے کہے تو اسے سمجھا دے۔ کیونکہ اس نے اس علم کو خلق خدا کی نفع رسانی کے لیے ہی تو سیکھا تھا۔

عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں: جو علم میں بخل سے کام لے وہ تین میں سے کسی ایک بات میں ضرور مبتلا ہوتا ہے:

۱۔ وہ مر جائے گا جس سے اس کا علم ضائع ہو جائے گا۔

۲۔ کسی ظالم بادشاہ کے ظلم وستم کا تختہ مشق بن جائے گا۔

۳۔ یا اپنا پڑھا پڑھایا سب بھول جائے گا۔

طالب علم، علم کی عزت وتوقیر کرے، لہٰذا کتاب کو زمین پر نہ رکھے۔ بول و براز سے فارغ ہو کر بنا وضو کیے کتاب کو ہاتھوں میں نہ لے۔

جفاکشی کا عادی ہو، لذت کام و دہن اور آرام پرستی سے اجتناب کرے، لوگوں سے ملنا جلنا کم رکھے، عورتوں سے کم اختلاط رکھے، ''لایعنی کاموں سے دور رہے، مثل مشہور ہے، جو لایعنی کاموں میں لگ جاتا ہے وہ مفید کاموں سے رہ جاتا ہے۔

کسی نے لقمان حکیم سے پوچھا آپ کو یہ علم وحکمت کیسے ملی؟ تو فرمایا: ''سچ بولنے، امانت ادا کرنے اور لایعنی کے ترک کرنے سے''

طالب علم اپنے پڑھے کا تکرار بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ ضرور کیا کرے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ''نبی کریمؐ ہمیں ایک حدیث سنا کر دولت کدہ میں تشریف لے جایا کرتے تھے تو ہم اس حدیث کا مذاکرہ کیا کرتے تھے جس سے وہ بات ہمارے دلوں میں بیٹھ جاتی تھی۔

اور رب تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ

Marfat.com

یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ (مریم : ۱۲)

''اے یحییٰ (ہماری) کتاب کو زور سے پکڑے رہو۔''

اس سے مراد یاد کر کے، اس کا مذاکرہ کر کے اور تکرار کر کے پکڑنا یعنی محفوظ رکھنا ہے۔

مثل مشہور ہے کہ علم کا مذاکرہ کیا کرو کہ یہ علم کو دل میں پیوست کر دیتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے جب یہ پوچھا گیا کہ آپ نے یہ علم کیسے حاصل کیا تو فرمایا ''بہت زیادہ سوال کرنے والی زبان، سمجھنے والے دل، ہشاش بشاش طبیعت اور خرچ کرنے والے ہاتھ کے ذریعے۔''

شعبی کہتے ہیں: ''جس نے بدن ہلکا رکھا، اس کے علم میں وزن ہوگا''

بزرجمہر سے جب پوچھا گیا کہ تمہیں یہ رتبہ کیونکر ملا تو کہنے لگا ''کوے کی طرح ہر کام کو صبح سویرے ہی کر لینے، کتے کی طرح خوشامد کرنے، بلی کی طرح رونے، خنزیر کی طرح حرص کرنے اور گدھے کی طرح صبر کرنے کی بدولت۔''

طالب علم جھگڑے کے وقت نرمی اور انصاف سے کام لے تاکہ جاہلوں سے ممتاز نظر آئے، کیونکہ ارشاد نبوی ہے، نرمی جس چیز میں بھی داخل ہوتی ہے اسے مزین کر دیتی ہے اور سختی جس چیز میں بھی داخل ہوتی ہے اسے معیوب بنا دیتی ہے۔

طالب علم مروت سے پیش آئے کہ مروت کرنے والا انسان سب سے اچھا ہوتا ہے اور سب سے برا جھگڑالو ہوتا ہے کہتے ہیں کہ طالب علم عالم کے کلام سے اس وقت منتفع ہو سکتا ہے جب اس میں تین باتیں ہوں۔

۱۔ تواضع

۲۔ علم کی حرص

۳۔ اور عالم کی تعظیم

Marfat.com

باب ۱۵

عہدۂ قضاء کے قبول کرنے یا نہ کرنے کا بیان

اس باب میں بھی علماء کا اختلاف ہے، بعض قضاء قبول کرنے کو ناجائز کہتے ہیں جبکہ بعض کے نزدیک اگر یہ عہدہ بغیر طلب کے ملے اور آدمی اس کا اہل بھی ہو تو قبول کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔ ہمارے اصحاب کا یہی قول ہے۔

قبول قضاء کو مکروہ کہنے والوں کی دلیل یہ ارشاد نبوی ہے کہ ''روز قیامت عادل قاضی کو لایا جائے گا تو حساب کی شدت دیکھ کر وہ اس بات کی تمنا کرے گا کہ کاش میں نے کسی دو میں بھی فیصلہ نہ کیا ہوتا۔''

حسن بصریؒ کا قول ہے کہ بنی اسرائیل میں سے جس کسی کو قاضی بنا دیا جاتا تھا تو لوگ اس کے پیغمبر بننے سے مایوس ہو جاتے تھے۔''

اور جن کے نزدیک عہدۂ قضا کے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے: ''جس نے قضا حاصل کرنے کا ارادہ کیا اور اس کے لیے لوگوں سے سفارش کا سوال کیا تو اسے اس کے نفس کے حوالے کر دیا جائے گا اور جس کو قبول قضا پر مجبور کیا گیا تو ایک فرشتہ اتر کر اس کی مدد کرتا ہے۔''

حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ ہمارے علماء کہا کرتے تھے کہ ''ایک دن کے عادلانہ فیصلوں کا اجر گھر میں ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔'' نبی کریمؐ نے حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ سے ارشاد فرمایا ''امارت کا سوال مت کرنا کہ اگر سوال کر کے تمہیں

Marfat.com

امارت ملی تو تمہیں اس کے سپرد کر دیا جائے گا اور اگر تمہیں بن مانگے ملی تو اس پر تیری مدد کی جائے گی۔"

Marfat.com

باب ۱۶

قاضی کے آداب کا بیان

قاضی کو چاہیے کہ وہ نشست دینے میں، توجہ کرنے میں اور دوسرے تمام امور میں دونوں جھگڑنے والوں میں برابری کرے کہ کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دے۔ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے: ''جس کو قضاء میں مبتلا کر دیا جائے تو وہ مجلس، اشارہ کرنے اور دیکھنے میں دونوں جھگڑنے والوں میں برابری کرے اور ایک پر دوسرے سے زیادہ آواز کو بلند نہ کرے۔ قاضی فیصلوں کو اطمینان قلب کے ساتھ کرے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے کہ ''کوئی شخص بھوک اور پیاس کے ہوتے ہوئے فیصلہ نہ کرے۔''

حضرت ابوبکرہؓ نے اپنے بیٹے کو جو بجستان کا قاضی تھا، خط لکھا کہ ''غصہ کی حالت میں کسی دو میں ہرگز کوئی فیصلہ نہ کرنا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ''کوئی فیصلہ کرنے والا غصہ کی حالت میں کسی دو میں فیصلہ نہ کرے۔''

حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے حکام سے تین باتوں کا عہد لیا ہے:

۱۔ خواہش نفس کی اتباع نہ کریں۔

۲۔ خدا سے ڈریں بندوں سے نہ ڈریں۔

۳۔ اور دنیا کی معمولی چیزوں کی خاطر خدا کی آیتوں کو مت بیچیں۔

Marfat.com

باب ۱۷

قرآن کریم کے سیکھنے سکھانے کی فضیلت کا بیان

قرآن سیکھنے والے کو دن رات میں کسی نہ کسی وقت قرآن کی تلاوت ضرور کرنی چاہیے اور زیادہ کرے تو افضل ہے۔ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا: ''سب سے افضل انسان حال المرتحل ہے'' پوچھا گیا کہ حال المرتحل کیا ہے؟ تو فرمایا:

''وہ شخص جو قرآن کو ختم کرنے کے ساتھ ہی اس کو دوبارہ شروع کردے۔''

مناسب ہے کہ زیادہ نہ پڑھ سکے تو سال بھر میں دو بار ایک قرآن ضرور ختم کرے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ جس سے سال بھر میں دو بار قرآن ختم کیا اس نے قرآن کا حق ادا کر دیا، کیونکہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کے سال آپ کی زندگی کے آخری رمضان میں دوبار دور کیا تھا۔

ایک حدیث میں ہے کہ ''مجھ پر میری امت کی نیکیاں پیش کی گئی حتیٰ کہ مسجد سے تنکا وغیرہ اٹھا کر باہر پھینکنے کی نیکی بھی پیش کی گئی۔ میں نے قرآن پڑھنے سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں دیکھی۔ اور مجھ پر میری امت کے گناہ بھی پیش کیے گئے، میں نے ان میں اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں دیکھا کہ کسی نے ایک آیت یا ایک سورت جو اس نے یاد رکھی تھی، اس کو بھلا دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ ''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن کو سیکھے اور سکھائے۔''

Marfat.com

اس حدیث کی بنا پر ابو عبدالرحمٰن کہا کرتے تھے کہ مجھے لوگوں کی تعلیم کے لیے اس حدیث نے اس جگہ بٹھا رکھا ہے۔

جی ہاں! یہ ابو عبدالرحمٰن نبی کریمؐ کے نواسوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے استاد تھے۔

''ذوالنون مصری کہتے ہیں کہ میں ایک دن مسجد میں داخل ہوا تو میں ایک شخص کو ایک آیت تلاوت کرتے دیکھا۔

وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا (الدھر : ۲۱)

''اور ان کا پروردگار ان کو نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔''

اور یہ آیت پڑھنے کے ساتھ ساتھ وہ یوں منہ چلا رہا تھا جیسے کچھ پی بھی رہا ہو تو میں نے حیرت سے پوچھا کہ بھائی تم پڑھ رہے ہو یا کچھ پی رہے ہو؟ وہ بولا، خدا کی قسم! مجھے اس آیت کی قرأت سے ایسی لذت مل رہی ہے جتنی ان کو ملے گی جو رب کی شراب پی کر حاصل کریں گے۔''

ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسرافیلؑ کی آواز اس قدر سریلی ہے کہ جب وہ قرآن پڑھتے ہیں تو فرشتے نماز توڑ کر ان کی قرأت سننے میں لگ جاتے ہیں۔

حضرت داؤدؑ کو رب تعالیٰ نے اس قدر خوبصورت آواز دی تھی کہ جب وہ زبور کی تلاوت کرتے تھے تو پانی بہنا رک جاتا، پرندے ہواؤں میں اڑنا بھول جاتے اور زمین کے جانور وہیں ٹھہر جاتے تھے اور سب کے سب ان کے ساتھ مل کر تسبیح پڑھنے لگتے تھے۔

پھر دوسروں کو تعلیم دینا تین طرح کا ہے۔

۱۔ ایک یہ کہ محض رب کی رضامندی کے لیے دوسروں کو تعلیم دے اور اس پر کوئی معاوضہ نہ لے۔

Marfat.com

۲۔ دوسرا یہ کہ تعلیم دینے کا معاوضہ لے۔

۳۔ تیسرا طریق یہ ہے کہ آدمی بغیر کسی شرط کے تعلیم دے۔ اور جب کوئی ہدیہ ملے تو قبول کرلے۔

اب جو اللہ کے لیے تعلیم دے وہ اجر کو خدا سے لے گا کیونکہ وہ نبیوں والا کام کر رہا ہے اور جو اجرت لے کر پڑھاتا ہے اس کے بارے میں علماء کا اختلاف۔ ہے۔ متقدمین علماء کا قول اس اجرت کے نہ لینے کا ہے کیونکہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''میری طرف سے پہنچا دو چاہے ایک آیت ہی ہو'' کہ رب تعالیٰ نے امت پر تبلیغ کو اس طرح واجب کیا ہے جس طرح نبی کریمؐ پر واجب کیا ہے۔ تو جب تبلیغ پر نبی کریم ﷺ کو اجرت لینا جائز نہیں تو بھلا امت کے لیے تبلیغ پر اجرت لینا کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔

جبکہ متاخرین علماء کی ایک جماعت جن میں عصام بن یوسف، نصیر بن یحییٰ اور ابونصیر بن سلام جیسے علماء شامل ہیں نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ اس لیے خود متعلم کے لیے بہتر ہے کہ وہ حفظ، کتابت اور ھجاء کی تعلیم پر اجرت دینا طے کرلے۔ اور اگر وہ قرآن کی تعلیم پر بھی اجرت دینا طے کرلے تو میں امید کرتا ہوں کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔

رہی تعلیم کی تیسری صورت جس کو ہم نے اوپر ذکر کیا ہے اس کے جواز میں کسی کو اختلاف نہیں۔ کیونکہ نبی کریمؐ امت کے معلم تھے اور ہدیے بھی قبول فرماتے تھے۔

چنانچہ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام ایک غزوہ کے دوران ایک بستی پر سے گزرے۔ بستی والوں نے پوچھا کہ کیا تم میں کوئی دم کرنے والا بھی ہے، کیونکہ ہمارے سردار کو بچھو نے ڈس لیا ہے۔ چنانچہ ہمارے ایک شخص نے دم کیا تو اس سردار کو آرام آگیا۔ اس سردار نے عوض میں بکریوں کا ایک گلہ دینا چاہا، مگر ان صاحب

Marfat.com

نے لینے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے واپسی پر نبی کریمؐ سے اس بارے میں پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا تم نے کیا دم پڑھا تھا؟ عرض کیا ''سورہ فاتحہ کا'' تو فرمایا ''تم کیا جانتے ہو کہ سورہ فاتحہ دم بھی ہے وہ گلہ لے لو اور اپنے ساتھ اس میں سے میرا حصہ بھی مقرر کرنا۔''

ثابت ہوا کہ تعلیم پر اجرت لینا مباح ہے۔ بعض علماء جیسے امام ابوحنیفہؒ وغیرہ نے قرآن کریم کے الفاظ پر نقطے اور اعراب لگانے کو مکروہ کہا ہے۔ ان کی دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے، وہ فرماتے ہیں۔ ''قرآن کو نقطوں اور اعراب سے خالی رکھو اور اس میں کلام خدا کے ساتھ اور کچھ نہ لکھو۔ اور اس میں نقطے اور اعراب وغیرہ نہ لگاؤ کیونکہ قرآن عربی زبان میں ہے۔''

لیکن ہم اس کو برا نہیں سمجھتے، کیونکہ یہ عمل امت میں متوارث چلا آتا ہے اور امت اس کی محتاج بھی ہے۔ بالخصوص عجمیوں کے لیے تو ان نقطوں اور اعراب کی اشد ضرورت ہے۔

اور حائض اور جنبی کے لیے قرآن کریمؐ کی قرأت کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح اس کو پکڑنا بھی ناجائز ہے۔ البتہ قرآن غلاف میں ہو تو پکڑ سکتے ہیں اور بے وضو قرآن کی تلاوت کر سکتا ہے البتہ وہ قرآن کو چھو نہیں سکتا۔ ہاں غلاف میں ہو تو اسے پکڑ سکتا ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الواقعة : ۷۹)

''اس کو وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو پاک ہیں۔''

نبی کریمؐ کا ارشاد ہے: ''قرآن کو صرف پاک آدمی ہی چھو سکتا ہے۔''

اور بے وضو کی تلاوت کے جواز میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ''نبی کریمؐ حاجت سے فارغ ہونے کے بعد تلاوت کر لیا کرتے تھے اور اس بات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سوائے جنابت کے اور کوئی اور چیز نہ روکتی تھی۔

Marfat.com

البتہ باوضو ہو کر تلاوت کرنا مستحب ہے۔ جنبیہ اور حیض والی عورت حالت جنابت اور حیض میں ایک آیت سے کم کی تلاوت کر سکتے ہیں۔

اگر کوئی عورت معلمہ ہو اور اسے حیض آجائے اور وہ بچوں کو تعلیم دینے بیٹھے تو وہ اس حالت میں قرآن کی تعلیم یوں دے کہ پہلے ایک آیت نصف تلاوت کر کے خاموش ہو جائے۔ پھر باقی کی نصف آیت کی تعلیم بعد میں دے۔ البتہ ایک ہی دفعہ میں پوری آیت کی تعلیم نہ دے۔

جنبی اور حائض مسجد میں بھی داخل نہ ہوں۔ البتہ بے وضو داخل ہو سکتا ہے۔ جنبی اور حائض کے لیے ذکر و تسبیح کرنے میں کوئی حرج نہیں اور یہ دونوں دعا بھی مانگ سکتے ہیں۔

Marfat.com

باب ١٨

سبع مثانی کی تفسیر

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ(الحجر : ٨٧)

''اور ہم نے تم کو سات (آیتیں) جو (نماز میں) دہرا کر پڑھی جاتی ہیں (یعنی سورۂ الحمد) اور عظمت والا قرآن عطا فرمایا ہے۔''

اس آیت میں سبع مثانی سے کیا مراد ہے۔ اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ یہ سورہ بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ، انعام اور اعراف ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں ساتویں سورت کا نام بھول گیا۔

اور ان سورتوں کو مثانی اس لیے کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے خاص امت محمدیہ کو یہ سورتیں عطا فرمائی ہیں۔ یہ تابعین کا قول ہے جبکہ حضرت ابن عباسؓ سے ایک دوسری روایت میں سبع مثانی سے مراد سورہ فاتحہ ہے۔ یہی قول حضرت ابن مسعود اور ابو العالیہ کا بھی ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ایک روایت میں نبی کریمؐ نے بھی سبع مثانی سورہ فاتحہ کو قرار دیا ہے، جبکہ ایک دوسری روایت میں اس سے مراد پورے قرآن کو قرار دیا ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کو سبع مثانی اس لیے کہتے ہیں کہ یہ سورت اس کی تعظیم کی وجہ سے دو مرتبہ نازل ہوئی۔ ایک مرتبہ مکہ میں اور ایک مرتبہ مدینہ میں۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

باب ۱۹

مکہ اور مدینہ میں نازل ہونے والے قرآن کا بیان

قتادہ کہتے ہیں کہ مدینہ میں یہ سورتیں نازل ہوئیں۔ ''البقرہ، آل عمران، النساء، المائدہ، الانعام، الانفال، التوبۃ، الرعد، النمل، الحج، النور، الاحزاب، والذین کفروا، الفتح، الحجرات، الحدید، المجادلہ، الحشر، القتال، الممتحنہ، الصف، المنافقون، التغابن، الطلاق، التحریم، ولم یکن الذین کفروا، النصر، الاخلاص اور المعوذتین۔

اوران کے علاوہ سب سورتیں مکہ میں نازل ہوئیں۔

اور بعض علماء کا قول ہے کہ سورہ انعام کی چھ آیتیں، بنی اسرائیل، نحل، قصص اور دہر کی بعض آیات، سورہ شعراء کی آخری آیتیں اور سورہ عادیات مدنیہ ہیں۔

مجاہد کہتے ہیں کہ سورہ فاتحہ مدنیہ ہے، جبکہ ابو صالح کی روایت میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سورہ فاتحہ مکہ میں نازل ہوئی۔

Marfat.com

باب ۲۰

سورہ براءت کا بیان

سورۂ برأت کے آغاز میں بسم اللہ کے نہ ہونے کی بابت علماء کا اختلاف ہے۔
بعض علماء نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ نبی کریمؐ پر جب بھی قرآن کا کوئی حصہ نازل ہوتا تھا تو آپؐ کسی کاتب کو بلوا کر اسے لکھوا دیتے تھے۔ چنانچہ ایسا ہی سورہ برأت کے نازل ہونے کے وقت میں ہوا، لیکن اس بار کاتب سورت کے شروع میں بسم اللہ لکھنا بھول گیا۔ یوں یہ سورت بسم اللہ کے بغیر رہ گئی۔

بعض نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ سورہ برأت اس عہد کے توڑنے پر نازل ہوئی جو مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان تھا۔ اس لیے اس کے آغاز میں بسم اللہ نہ لکھی گئی کیونکہ بسم اللہ امان ہوتی ہے اس لیے اس کو حذف کیا گیا تاکہ مشرکوں کو نقض عہد کے بعد امان نہ ملے۔

ہمارے نزدیک اس باب میں سب سے صحیح قول حضرت ابن عباس کا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"میں نے اس کے بارے میں حضرت عثمانؓ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: "نبی کریمؐ کے مدینہ تشریف لے آتے ہی سورہ انفال نازل ہوئی اور سورہ توبہ قرآن کے آخر میں نازل ہوئی۔ اور اس کا قصہ سورہ انفال کے بعد دوسرے قصوں کے مشابہ تھا اور ہمیں نبی کریمؐ نے بیان نہ کیا تو دونوں سورتوں کا امر ہم پر مشتبہ ہو گیا کہ یہ دو سورتیں

Marfat.com

ہیں یا نہیں؟ تو ہم نے ان دونوں کے درمیان یوں فصل کیا کہ دونوں کے درمیان بسم اللہ کو ترک کر دیا۔

جبکہ حضرت علیؓ نے اس بات کے سوال میں جواب دیا کہ یہ سورت نقض عہد کی وجہ سے نازل ہوئی۔

Marfat.com

باب ۲۱

نبی کریمؐ کا حضرت ابی بن کعبؓ کو قرآن سنانا

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریمؐ نے حضرت ابی بن کعبؓ کو قرآن پڑھ کر سنایا۔ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپؐ نے ایسا لوگوں کو تواضع سکھانے کے لیے کیا تاکہ کوئی اپنے سے کم درجہ والے سے قرآن اور قرأت کے سیکھنے میں عار محسوس نہ کرے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ آپؐ نے انہیں اس لیے قرآن پڑھ کر سنایا کیونکہ وہ قرآن کے اخذ کرنے میں سب سے زیادہ تیز تھے اور آپؐ یہ چاہتے تھے کہ ابی آپؐ سے قرآن کو سیکھ کر آگے اسی طرح بیان کریں جس طرح انہوں نے آپؐ سے سیکھا تھا۔

چنانچہ نبی کریمؐ نے حضرت ابیؓ سے فرمایا کہ ''رب تعالیٰ نے مجھے اس بات کا حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قرآن پڑھ کر سناؤں۔'' اس پر انہوں نے عرض کیا، ''کیا خدا نے میرا نام لے کر فرمایا؟ فرمایا ''ہاں'' تو وہ فرط مسرت سے رونے لگے۔ کیونکہ یہ بات حضرت ابی کے لیے دو اعتبار سے نعمت تھی۔

۱۔ رب تعالیٰ نے ان کا نام لے کر حکم دیا تھا نا کہ کسی دوسرے صحابی کا۔

۲۔ دوسرے نبی کریم ﷺ نے آپؓ کو قرآن پڑھ کر سنایا کہ اس نعمت میں کوئی دوسرا ان کے شریک نہ تھا۔

بعض نے یہ توجیہ بھی بیان کی ہے کہ حضرت ابیؓ اس بنا پر روئے کہ میں نے

Marfat.com

رب کی اس نعمت کا شکر ادا کرنے میں کوتاہی کی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے حضرت ابی بن کعبؓ کو سورہ البینہ سنائی تھی۔ اور اس سورت کی تخصیص کی وجہ اس سورت کا مختصر ہونا اور اس کے مضامین کا اصول اور اہم قواعد دینیہ پر مشتمل ہونا ہے۔

اور حضرت ابی کو قرآن سنانے کی حکمت یہ ہے کہ حضرت ابی نبی کریمؐ کے الفاظ، صیغ ادا، مواضع وقوف اور صیغ نغم کو سیکھ لیں کیونکہ قرآن کریمؐ کے نغمات کو شرع شریف کے مقرر کردہ اسلوب پر پڑھنے کا نفوس انسانیہ پر بے حد اثر ہے۔ پس آپؐ کا حضرت ابی کو قرآن سنانا ان کی تعلیم کے لیے تھا نا کہ ان سے سیکھنے کے لیے۔ دوسرے لوگوں پر حضرت ابی کے مقام و مرتبہ کو بھی واضح کرنا تھا۔

بہرحال اس میں لوگوں کو عاجزی اور تواضع کی دلیل ہے۔

Marfat.com

باب۲۲

شعر گوئی کا بیان

بعض لوگوں نے شعر گوئی کو مکروہ جانا ہے جبکہ بعض نے اس کی رخصت دی ہے۔

شعر گوئی کی کراہت کے قائلین کی دلیل نبی کریمؐ کا یہ ارشاد ہے۔

''تم میں سے کسی ایک کے پیٹ کا خون اور پیپ سے بھر جانا اس کے نزدیک اس بات سے بہتر ہے کہ اس کا پیٹ شعر سے بھر جائے۔''

دوسرے رب تعالیٰ کا شعراء کے بارے میں یہ ارشاد ہے۔

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ (الشعراء : ۲۲۴)

''اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ ہی کیا کرتے ہیں۔''

شعبی اشعار سے پہلے اور ان کے سامنے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کو برا جانتے تھے۔

اس لیے مسروق اپنی کسی کتاب میں پورا شعر نہیں لکھا کرتے تھے۔

عبدالکریم سے کسی نے پوچھا کہ ارشاد باری تعالیٰ،

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ (لقمان : ٦)

''اور بعض لوگ وہ ہیں جو بے ہودہ حکایتیں خریدتے ہیں۔''

کہ اس آیت میں ''لھو الحدیث'' سے کیا مراد ہے؟ تو بتلایا کہ اس سے مراد

Marfat.com

گانا اور شعر ہے۔

عطا سے مروی ہے کہ ابلیس نے رب تعالیٰ سے کہا، ''اے رب! تو نے آدم کی وجہ سے مجھے جنت سے نکال دیا تو بتلا اب میرا کہاں گھر ہے؟ فرمایا: ''حمام'' (کہ اب یہ دنیا میں تیرا گھر ہوگا)

ابلیس: میری مجلس کہاں ہوگی؟

رب: بازار

ابلیس: اور میری قرأت کیا ہوگی؟

رب: شعر

ابلیس: اور میرا جال؟

رب: عورتیں

ابلیس: اور میری باتیں کون سی ہوں گی؟

رب: غیبت اور جھوٹ

ابلیس: اور میری کتاب؟ (یعنی میری تحریر کون سی ہوگی)

رب: گدوانا

جبکہ شعر کو مباح کہنے والوں کی دلیل نبی کریمؐ کا یہ ارشاد ہے:

''بے شک بعض شعر حکمت (سے بھرے) ہوتے ہیں۔''

حضرت عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں، ''میں نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے بڑھ کر شعر و طب اور لغت و فقہ کا عالم نہیں دیکھا۔''

جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام ایک دوسرے کو شعر سنا رہے ہوتے تھے جبکہ نبی کریمؐ ان کے درمیان بیٹھے مسکراتے ہوتے تھے۔''

حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ ''جب تمہیں قرآن کے کسی لفظ کی تفسیر کا

Marfat.com

پتا نہ چل رہا ہو تو وہ اشعار کی طرف رجوع کرے کہ شعر عرب کا دیوان ہیں۔"

حضرت ابودرداءؓ سے جب کسی نے کہا کہ "دوسرے انصار تو شعر پڑھتے ہیں آپ نہیں پڑھتے تو کہنے لگے کہ میں بھی پڑھتا ہوتا ہوں۔"

رہ گئی حضرت ابوہریرہؓ کی مذکورۃ الصدر حدیث تو سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو جب یہ حدیث پہنچی تو فرمایا "اللہ ابو ہریرہ پر رحم کرے کہ نبی کریمؐ کی مراد وہ اشعار ہیں جو نفس میں ہیجان پیدا کریں۔

اور بعض علماء نے اس کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ یہ وعید اس شخص کے حق میں جو شعر میں لگ کر قرآن کی قرأت ترک کر دے اور ذکر خدا سے غافل ہو جائے۔ اور اگر کوئی شعر گوئی میں اس حد تک نہ جائے تو اس کے حق میں شعر گوئی میں کوئی حرج نہیں۔

Marfat.com

باب ۲۳

نبی کریم ﷺ کے اشعار پڑھنے کا بیان

نبی کریمؐ نے کوئی شعر پڑھا یا نہیں اس باب میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ نبی کریمؐ سے شعر پڑھنا ثابت نہیں۔ ان کی دلیل سیدہ صدیقہ کی یہ روایت ہے کہ جب ان سے یہ پوچھا گیا کہ کیا کبھی نبی کریمؐ نے کوئی شعر پڑھا تھا؟ تو فرمایا ''شعر سے زیادہ مبغوض بات نبی کریمؐ کے نزدیک کوئی نہ تھی۔ البتہ کبھی کبھار آپؐ اخی بن قیس بن طرفہ کے شعر پڑھ لیتے تھے لیکن اس میں بھی شعر کے مصرعوں کی نشست بدل دیتے تھے۔

چنانچہ جب آپؐ نے ابن طرفہ کے ایک شعر کو یونہی پڑھا تو حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا، ''یارسول اللہ! یہ شعر یوں نہیں۔

تو فرمایا: نہ تو میں شاعر ہوں اور نہ شعر میرے مناسب ہے۔''

جبکہ بعض کے نزدیک نبی کریمؐ سے شعر پڑھنا ثابت ہے۔ چنانچہ خندق کے دن آپؐ نے یہ شعر پڑھا:

اللهم لا عيش الا عيش الاخرة

فارحم الانصار والمهاجره

''اے اللہ! زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔ پس تو مہاجرین و انصار پر رحم فرما۔''

Marfat.com

تو اس کے جواب میں انصار نے یہ شعر پڑھا:

نحن الذین بایعوا محمد
علی الوفاء ما بقینا ابدا

''ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمدؐ کے ہاتھوں پر مرتے دم تک بیعت نبھانے کی قسم کھائی ہے۔''

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خندق کے دن نبی کریمؐ نے ہاتھ میں لے کر کدال چلائی اور یہ فرمایا:

بسم الالہ و بہ بدینا
و لو عبدنا غیرہ شقینا
فحبذا ربا و حب دینا

''شروع کرتے ہیں اپنے پروردگار کے نام سے اور ہم اس کے نام سے شروع کرتے ہیں۔ اور اگر ہم نے اس کے سوا کسی اور کی عبادت کی ہوتی تو بے نصیب رہتے، پس کیا خوب ہے ہمارا رب اور ہمارا دین۔''

اور براء بن عازب کی روایت میں شعر کے وزن پر نبی کریمؐ کا یہ اشاد بھی منقول ہے۔

انا النبی و لا کذب
انا ابن عبدالمطلب

''میں نبی ہوں اور یہ بات جھوٹ نہیں اور میں عبدالمطلب کا پوتا ہوں۔''

حضرت جندبؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ نبی کریمؐ رات کو ایک گلی میں سے گزر رہے تھے کہ پائے مبارک لغزش کھا گیا جس سے آپ گر پڑے اور انگلی پر پتھر لگ گیا جس سے آپؐ زخمی ہو گئے اور خون بہنے لگا تو آپ نے یہ ارشاد فرمایا:

Marfat.com

هل انت الا اصبع دمیت
وفی سبیل اللہ ما لقیت

''اری تو ایک انگلی ہی تو ہے جس سے خون بہنے لگا اور تمہیں یہ چوٹ خدا کے رستے میں آئی ہے۔''

علامہ سمرقندی فرماتے ہیں:

''یہ سب روایات صحیح ہیں لیکن ہوسکتا ہے کہ آپ کی مراد اس سے شعر گوئی نہ ہو بلکہ شعر کہنے کے ارادہ کے بغیر یہ کلام شعر کے موافق ارشاد ہو گیا ہو۔

دوسرے یہ اشعار رجز ہیں (یعنی میدان جنگ میں پڑھے جانے والے اشعار ہیں جنہیں مجاہدوں میں جوش پیدا کرنے کے لیے پڑھا جاتا ہے) نا کہ اشعار اور رجز شعر کے حکم میں نہیں ہوتا بلکہ ایک مسجع کلام ہوتا ہے۔

Marfat.com

باب ۲۴

خوابوں کی تعبیر کا بیان

دین میں تفقہ حاصل کرنے کے بعد خوابوں کی تعبیر کا علم سیکھنا جائز ہے۔ یہ ایک عمدہ علم ہے۔ دوسرے حضرت یوسفؑ پر رب تعالیٰ کا یہ خصوصی انعام تھا کہ انہیں خوابوں کی تعبیر کا علم عطا کیا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ وَ لِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ (یوسف : ۲۱)

''اس طرح ہم نے یوسف کو سرزمین (مصر) میں جگہ دی اور غرض یہ تھی کہ ہم ان کو (خوابوں کی) باتوں کی تعبیر سکھائیں۔''

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو علم فقہ کے ساتھ ساتھ خوابوں کی تعبیر سیکھنے کا بھی حکم دیا۔

البتہ اگر تعبیر کا علم سیکھنے میں آدمی فقہ سے غافل ہو جائے تو اس کے سیکھنے سے رک جانا ہی افضل ہے کیونکہ علم فقہ افضل ہے اس سے رب کے احکام کی معرفت حاصل ہوتی ہے جبکہ علم تعبیر فال اور شگون سے زیادہ کی حیثیت نہیں رکھتا۔

اور امام ابو یوسف سے جب خوابوں کے علم کے بارے میں پوچھا گیا تو کہنے لگے کہ ہم بیداری کے امور سے فارغ ہولیں تب نیند کی باتیں بھی دیکھ لیں گے۔

اور ابن سیرین سے جب کوئی کسی خواب کے بارے میں پوچھتا تھا تو کہتے تھے

Marfat.com

کہ ”تم بیداری میں خدا سے ڈرو بھلا خواب تمہیں کیا کہتے ہیں۔“

اور ابن سیرین یہ بھی کہتے تھے کہ لوگ میرے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ میں صرف خوابوں کے بارے میں بات کرتا ہوں، مسائل دینیہ بیان نہیں کرتا تو میں نے خوابوں کے بارے میں بات کرنا بند کر دی۔ پھر میں نے دیکھا کہ خواب محض ظن کی باتیں ہی تو ہیں اس لیے جو بات خواب کی اچھی لگتی وہ بیان کر دیتا۔

ارشاد نبوی ہے ”تم میں سے سب سچا خواب اس کا ہوتا ہے جو سب سے زیادہ صادق القول ہو۔“

یہ حدیث بتلاتی ہے کہ ایک تو علم تعبیر نہ سیکھنے میں کوئی حرج نہیں، دوسرے علم تعبیر کی حیثیت فال سے زیادہ کی نہیں۔

Marfat.com

باب ۲۵

سچا خواب اور اچھی تعبیر کا بیان

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''وحی رسالت کا آغاز صحیح خوابوں سے ہوا کہ آپؐ جو بات بھی خواب میں دیکھتے وہ صبح کے سفیدے کی طرح روشن ہو کر سامنے آ جاتی۔

ارشاد نبوی ہے۔ ''جب تم میں کوئی اچھا خواب دیکھے تو اس پر خدا کا شکر ادا کرے اور یہ خواب اپنے پسند کے آدمی کو سنائے اور جب کوئی برا خواب دیکھے تو یہ شیطان کی طرف سے ہے اور وہ خدا سے اس خواب کے شر سے پناہ مانگے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے تو وہ اس خواب کے ضرر سے محفوظ رہے گا۔''

سیدہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ میری گود میں تین چاند آ کر گر گئے ہیں۔ میں نے یہ خواب اپنے والد کو سنایا (اس وقت انہوں نے اس کی کوئی تعبیر بیان نہ کی) لیکن پھر جب نبی کریمؐ کا انتقال ہو گیا اور آپ میرے حجرے میں دفن کیے گئے تو والد صاحب نے فرمایا: ''یہ تیرا پہلا چاند ہے جو سب سے بہتر ہے۔'' پھر جب حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہوا اور وہ بھی حجرے میں دفن کیے گئے تو لوگوں نے کہا یہ دوسرا چاند ہے پھر جب حضرت عمرؓ بھی وفات پانے کے بعد دفن کیے گئے تو لوگوں نے کہا یہ آپ کا تیسرا چاند ہے۔''

اگر کوئی خواب میں طوق دیکھتا تو ابن سیرین اس کو پسند نہ فرماتے تھے البتہ کوئی بیڑی دیکھتا تو اسے اچھا گردانتے کہ یہ دین میں ثبات کا نام ہے۔

Marfat.com

ابن سیرین کہتے ہیں: خواب تین قسم کا ہوتا ہے۔

۱۔ حدیث نفس

۲۔ شیطان کا ڈراوا

۳۔ رب تعالیٰ کی طرف سے بشارت

پس جو برا خواب دیکھے تو وہ کسی کو سنائے نہیں بلکہ اٹھ کر نماز پڑھے۔

عطا نے بیان کیا ہے کہ ایک عورت نے جس کا خاوند گم ہو گیا تھا آ کر خدمت نبوی میں عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے کمرے کا شہتیر ٹوٹ گیا ہے تو آپؐ نے فرمایا۔ ''ان شاء اللہ خیر ہو گی، خدا تیرا غائب تیرے پاس واپس لے آئے گا۔''

چنانچہ وہ آ گیا۔ کچھ دنوں بعد وہ دوبارہ غائب ہو گیا اور اس عورت نے ویسا ہی خواب دیکھا تو خدمت اقدس میں آئی۔ وہاں اس وقت نبی کریمؐ موجود نہ تھے۔ اسے وہاں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ملے۔ اس عورت نے ان دونوں کو یہ خواب سنا دیا تو انہوں نے یہ تعبیر دی کہ تمہارا خاوند فوت ہو جائے گا۔ پھر اس عورت نے جا کر نبی کریمؐ کو یہ خواب سنایا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے یہ خواب کسی کو سنایا ہے۔ بولی ''ہاں'' تو فرمایا: پھر ویسا ہی ہو گا جیسا تمہیں بتلایا گیا ہے۔ پھر تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ اسے اس کے خاوند کی وفات کی خبر ملی۔

عطاء کہتے ہیں کہ ''کہا جاتا تھا کہ خواب کی جو تعبیر دے دی جائے ویسا ہی ہو جاتا ہے۔'' اس لیے خواب کسی عقل مند، ہمدرد یا نیک انسان کو ہی سنانا چاہیے۔

لیکن اہل تحقیق کا قول ہے کہ جاہل کی تعبیر واقع نہیں ہوتی جیسے جاہل کے بیان کردہ مسئلہ سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا اور نبی کریمؐ کی تعبیر کو رب تعالیٰ آپؐ کی عزت و کرامت کے لیے سچا ثابت کرتے تھے۔

Marfat.com

کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس کا سرتن سے جدا ہو کر گر پڑا ہے اور اس نے آگے بڑھ کر اس کو اٹھا لیا ہے تو یہ خواب سن کر نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا: ''جب تیرا سرتن سے جدا ہو گیا تو تم نے کن آنکھوں سے دیکھا۔ جب شیطان تم میں سے کسی ایک کے ساتھ کھیلے تو وہ کسی کو اس کی خبر نہ دے۔''

ارشاد نبوی ہے کہ ''زیادہ سچے خواب وہ ہوتے ہیں جو صبح کے وقت دیکھے جائیں۔''

اور فرمایا ''سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔''

ایک حدیث میں ہے: جس نے خواب میں مجھے دیکھا تو اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا۔''

اور فرمایا: ''جو مجھے خواب میں دیکھتا ہے، عنقریب وہ بیداری میں بھی مجھے دیکھے گا۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے: ''جس نے جھوٹا خواب بیان کیا اسے کہا جائے گا کہ جو کے دو دانوں میں گرہ باندھو اور وہ ایسا نہ کر سکے گا۔

Marfat.com

باب ۲۶

طب اور دم کا بیان

دم کروانے اور دواء کرنے کو بعض نے مکروہ اور بعض نے جائز کہا ہے۔ مکروہ کہنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ ایک دفعہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا: ''میری امت میں سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ حضرت عکاشہ نے یہ سن کر عرض کیا: ''یارسول اللہ! میرے لیے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے ان میں سے بنا دے۔'' تو آپؐ نے حضرت عکاشہ کے لیے اس کی دعا کر دی اتنے میں ایک اور شخص نے بھی کھڑے ہو کر یہی درخواست کی تو آپؐ نے فرمایا ''عکاشہ تم پر سبقت لے گیا۔'' کہتے ہیں کہ وہ دوسرا آدمی منافق تھا اس لیے نبی کریمؐ نے اس کے لیے دعا نہ فرمائی تھی۔ کیونکہ نبی کریمؐ کی ذات اس بات سے بالاتر ہے کہ آپؐ ایک مومن کے لیے دعا کرنے سے گریز کریں۔ غرض نبی کریمؐ دولت کدہ میں تشریف لے گئے اور لوگوں میں بغیر حساب جنت میں جانے والوں کے بارے میں گفتگوئیں ہونے لگیں۔ کوئی کہنے لگا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اسلام پر پیدا ہوئے اور ایمان پر مر گئے اور انہوں نے گناہوں والی زندگی نہ گزاری۔ اتنے میں حضرت رسالت مآبؐ باہر تشریف لے آئے۔ لوگوں نے آپؐ سے ان لوگوں کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ ''یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ داغ لگوائیں گے نہ دم پڑھیں گے اور نہ دم کروائیں گے اور نہ پرندوں سے بدفالی لیں گے اور اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہوں گے۔''

Marfat.com

حضرت حذیفہ بن یمان ایک آدمی کی عیادت کے لیے گئے۔ دیکھا کہ اس نے طلائی پر ایک دھاگا باندھ رکھا ہے، پوچھنے پر بتلایا کہ اس میں میرے لیے تعویذ ہے۔ حضرت حذیفہ نے وہ تعویذ کاٹ دیا اور فرمایا: ''اگر تم اس تعویذ کے ساتھ مر جاتے تو میں تمھارا جنازہ نہ پڑھتا۔''

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ مجھے ایک بچھو نے ڈنک مار دیا تو میری والدہ نے قسم کھا کر مجھے تعویذ کرنے کو کہا تو میں نے تعویذ کرنے والے کو اپنا دوسرا ہاتھ دے دیا۔

حضرت ابن مسعودؓ کی بیوی زینب کہتی ہیں کہ ایک دن میرے خاوند نے میری گردن میں ایک دھاگا دیکھ لیا۔ پوچھنے پر میں نے بتلایا کہ میں نے یہ گنڈا کروایا ہے تو انہوں نے وہ دھاگا لے کر توڑ دیا اور کہا ''ابن مسعود کے گھر والے شرک سے غنی ہیں۔''

حسن بصری کہتے ہیں کہ خدا ان لوگوں پر رحم کرے جو تعویذ گنڈے نہیں کرتے کیونکہ یہ ظنی باتیں ہیں ان میں شفا نہیں اس لیے حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ مریض سے اس کی خواہش کی چیزوں کو مت روکو (یعنی اس سے پرہیز مت کرواؤ)

تعویذ کروانے اور دوا دارو کرنے کو جائز کہنے والوں کی دلیل یہ روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا: ''خدا نے جو بیماری بھی اتاری ہے تو اس کی دوا بھی ساتھ ہی اتاری ہے سوائے موت اور بڑھاپے کے، پس تم گایوں کا دودھ پیا کرو کیونکہ وہ ہر درخت کو چرتی ہے۔''

اسامہ بن شریک کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریمؐ کو مکہ میں دیکھا کہ بدوی آپؐ سے یہ سوال کر رہے تھے کہ: ''کیا دوا دارو کرنے میں کوئی حرج تو نہیں۔ تو فرمایا ''اللہ کے بندو! دوا کیا کرو کیونکہ خدا نے ہر بیماری کی شفا پیدا کی ہے۔''

اور عطا تو صاف فرمایا کرتے تھے کہ یہ صرف اہل عراق ہی ہیں جو دوا کرنے کو مکروہ جانتے ہیں وگرنہ ہم نے تو اس کی کراہیت کسی سے نہیں سنی۔

Marfat.com

اور اس کی عقلی دلیل یہ ہے کہ بدن کی درستی کے بغیر عبادت کا قیام محال ہے تو جیسے عبادت کی درستی کے لیے احکام سیکھنا ضروری ہے اس طرح بدن کی اصلاح اور تندرستی کے لیے علم طب اور دوا دارو کا سیکھنا ضروری ہے۔

دوسرے جس بات کے حکم کے بیان میں نص نہ آئی ہو اس میں اکثروں کی رائے کا قول کرنا جائز ہے۔ جیسے طب کہ اگر ایک علاج کا مجرب ہونا اکثر کی رائے اور تجربہ سے ثابت ہو تو اس کو اختیار کرنے میں حرج نہیں، کیونکہ کسی دوا کا اختیار کرنا کسی حکم کی قبیل سے نہیں کہ جس کے لیے نص کا ہونا واجب ہو۔

جبکہ دوسری طرف حضرت جابرؓ کی روایت میں تعویذ گنڈا کرنے کی ممانعت آئی ہے لیکن آگے وہ فرماتے ہیں کہ آل عمرو بن حزم بچھو کے ڈسے کا دم کیا کرتے تھے۔ انہوں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپؐ نے اس سے منع فرما رکھا ہے تو آپؐ نے فرمایا۔

''میں اس میں کوئی حرج نہیں دیکھتا، پس جو اپنے بھائی کے نفع کا کوئی کام کر سکے تو کر ڈالے۔''

دوسرے اس ممانعت میں اس بات کا احتمال بھی ہے کہ یہ ممانعت اس کے حق میں ہو جس کا یقین ہو کہ شفا دوا میں ہی ہے۔ لیکن اگر کوئی سمجھے کہ شفا تو خدا کے ہاتھ میں ہے جبکہ دوا محض سبب ہے تو اس کے حق میں دوا کا استعمال جائز ہے۔ چنانچہ جنگ احد میں زخمی ہو جانے پر آپؐ نے ایک بوسیدہ ہڈی کی راکھ کے ساتھ زخموں کا علاج فرمایا تھا۔

اسی طرح ایک روایت میں آپؐ کے معوذتین کے ساتھ دم کرنے کا بھی ذکر آتا ہے۔ بہر حال اس باب میں روایات بے شمار ہیں۔

Marfat.com

باب ۲۷

ان چیزوں کا بیان جن میں شفا ہے

نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ ''کھمبی نعمت ہے'' یعنی خدا کا بندوں پر کھمبی ایک احسان ہے کہ بن کھیتی کیے اگ آتی ہے اور فرمایا: ''کھمبی کا پانی آنکھوں کے لیے شفا ہے اور عجوہ کھجور جنت کا پھل ہے جو زہر کے لیے علاج ہے۔''

ربیع بن خثیم کہتے ہیں: رطب کھجوروں میں نفاس والی عورت کے لیے اور شہد میں مریض کے لیے شفا ہے۔''

اور ارشاد نبوی ہے کہ ''بخار جہنم کی آگ کے جوش میں سے ہے، اسے پانی سے ٹھنڈا کرو'' اور ایک حدیث میں ہے کہ ''رب تعالیٰ نے شہد میں برکت رکھی ہے اور اس میں بیماریوں سے شفا ہے اور ستر پیغمبروں نے اس میں برکت دی۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جب کوئی بیمار ہو تو وہ اپنی بیوی سے اس کے مہر میں سے تین درہم مانگے اور اس سے شہد اور دودھ خریدے اور اس میں پانی ملا کر اس کو پی لے تو رب تعالیٰ خوش گواری، لذت، نفع، شفا اور مبارک پانی کو جمع کر دے گا۔''

نبی کریمؐ کا ارشاد ہے: ''تم اثمد سرمہ ضرور لگایا کرو کہ یہ بالوں کو اگاتا ہے اور نگاہ کو تیز کرتا ہے۔''

Marfat.com

باب ۲۸

عربی زبان کی دوسری زبانوں پر فضیلت کا بیان

عربی زبان کو دوسری سب زبانوں پر فضیلت ہے اور اس کے سیکھنے والے کو بارگاہ الٰہی سے اجر ملتا ہے۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے قرآن کو لغت عرب میں نازل کیا ہے۔ لہٰذا جو عربی سیکھ لیتا ہے وہ قرآن کے ظاہر اور احادیث کے معانی کو سمجھ سکتا ہے۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے: ''جس نے فارسی سیکھی گویا کہ وہ دوڑتا ہے اور جو دوڑتا ہے وہ مروت کھو بیٹھتا ہے۔'' اور زہری کہتے ہیں کہ اہل جنت کی زبان عربی جبکہ اہل جہنم کی زبان ہندی ہوگی۔'' چنانچہ حضرت عمرؓ عربی سیکھنے اور سمجھنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ طواف کے دوران دو آدمیوں کو عجمی زبان میں باتیں کرنا سنا تو فرمایا عربی میں باتیں کیا کرو۔''

البتہ عجمی زبان بولنے میں کوئی گناہ نہیں کیونکہ نبی کریمؐ نے بھی ایک موقع پر فارسی زبان بولی تھی، چنانچہ خندق کے موقع پر آپؐ نے اصحاب خندق کو فرمایا:

((اذھبوا الی بیت جابر فانه اتخذلکم شوربا))

''چلو جابر کے گھر کہ اس نے تمہارے لیے ''شوربا'' بنایا ہے۔''

یہاں شوربا کا لفظ فارسی زبان ہے۔

اور ایک موقع پر جب حسنؓ اور حسینؓ نے صدقہ کی کھجور منہ میں ڈال لی تو آپؐ نے فرمایا ''کخ کخ'' جو غیر عربی زبان کا لفظ ہے پھر منہ سے کھجور نکال دی۔

Marfat.com

سفیان کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ لوگ روز محشر جنت میں داخل ہونے سے پہلے سریانی بولیں گے اور داخل ہونے کے بعد عربی میں باتیں کریں گے۔

وہب بن منبہ کا قول ہے کہ قرآن میں دوسری زبانوں کے بھی لفظ ہیں۔ پوچھا گیا وہ کیسے؟ تو بتلایا کہ "سجیل" فارسی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ٹھیکری ہے اور "یاارض ابلعی ماءك" (ھود:۴۴) میں ابلعی عربی اور فارسی کا مشترک لفظ ہے۔ فصرھن میں صُر رومی زبان کا لفظ ہے جو قطع کے معنی میں آتا ہے۔ (البقرہ:۲۶۰)

اور "ولات حین مناص" میں لفظ "مناص" سریانی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی فرار ہے۔ اور "کفلین" (الحدیث۔۲۰) حبشہ کا لفظ ہے جس کا معنی ہے دوگنا۔

جبکہ بعض لوگوں نے قرآن کی اس آیت "بلسان عربی مبین" (الشعراء۔ ۱۹۵) کہ یہ قرآن صاف عربی زبان میں ہے اس بات پر دلیل پکڑی ہے کہ قرآن میں عربی کے سوا کسی زبان کا کوئی لفظ نہیں۔

اس بات کے دو جواب ہیں:

۱۔ جن مذکورہ الفاظ کو ہم نے دوسری زبانوں کے الفاظ کہا ہے وہ عربی میں بھی مستعمل تھے اور عربوں میں معروف تھے ان کے استعمال سے گویا کہ عربی زبان کے لفظ ہو گئے۔

۲۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگرچہ قرآن عربی زبان میں ہے مگر اس میں بعض الفاظ دوسری زبان کے بھی ہیں۔

Marfat.com

باب ۲۹

قرآن کے سات حروف پر نازل ہونے کا بیان

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جبرائیل نے مجھے ایک حرف پر قرآن پڑھایا میں انہیں حروف بڑھانے کا کہتا رہا اور وہ بڑھاتے رہے یہاں تک کہ سات حروف ہوگئے۔''

اور فرمایا یہ سب حروف کافی شافی ہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: ''یہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے اور ان میں سے ہر حرف کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے۔

اب سات حروف سے کیا مراد ہے؟ اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ بعض حروف کو سات اعراب سے پڑھ سکتے ہیں جیسے ''اُفٍ لَّکُمَا'' میں لفظ ''اف'' کو رفع نصب اور جر کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں اور تنوین اور بغیر تنوین کے بھی پڑھ سکتے ہیں یہ کل چھ صورتیں ہوگئیں۔ جیسے اُفٌّ، اُفٌ، اُفًا، اُفَّ، اُفٍّ، اُفِ جبکہ اس کو جزم کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں جو ساتویں صورت ہوگی جیسے اُفْ لکھا۔ اور ایسا قرآن کے بعض الفاظ میں ہے نہ کہ سب الفاظ میں۔

بعض نے اس کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ اس سے مراد امر، نہی، قصص، امثال، مواعظ، وعد اور وعید ہے۔

ابو عبید کے بقول اس سے مراد سات لغات عرب ہیں جیسے قریش، ہوازن،

Marfat.com

ہذیل اور یمن وغیرہ کی لغت ہے۔ اور یہ مطلب نہیں کہ ایک ایک حرف میں پڑھنے کی سات سات صورتیں ہیں۔

بعض نے اس قراء سبعہ اور ان کی مشہور سات قراءتیں مراد لی ہیں۔

جن آیتوں کو دو قراءتوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے ان کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے۔ اب بعض کا قول ہے کہ رب تعالیٰ نے تو ایک قراءت کی تھی لیکن اجازت دونوں کی دی، جبکہ بعض کے نزدیک خود خدا نے ان دونوں کی قراءت کی۔

ہمارے نزدیک اس باب میں صحیح قول یہ ہے کہ اگر دونوں قراءتوں کی تفسیر جدا جدا ہے تو خدا نے دونوں کی قراءت کی ہے اور اگر دونوں کی تفسیر ایک ہی ہے تو قراءت ایک کی ہے۔ جبکہ اجازت دونوں کی دی ہے۔

اور جب ایک کی قراءت کی ہو تو اس بات کا فیصلہ کیسے ہوگا کہ خدا نے کون سی قراءت خود کی ہے اور کس کی اجازت دی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کی قرأت لغت قریش میں ہوگی۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ قریشی تھے۔ اور قرآن قریش کی لغت میں اترا ہے۔

Marfat.com

باب ۳۰

تفسیر قرآن میں کلام کا بیان

ارشاد نبوی ہے کہ جس نے قرآن کے بارے میں کوئی بات اپنی رائے سے کی تو وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنا لے۔

چنانچہ حضرت ابو بکرؓ سے جب ''وَفَاكِهَةً وَّاَبًّا'' کی تفسیر پوچھی گئی تو فرمایا ''میں نہیں جانتا۔'' سائل نے کہا تو پھر خود سے بتلا دیجئے تو فرمایا: ''کون سا آسمان مجھ پر سایہ کرے گا اور کون سی زمین مجھے پناہ دے گی جب میں علوم خدا میں کسی چیز کے بارے میں جس کا مجھے علم نہ ہو اپنی رائے سے کوئی بات کہوں گا۔''

کہتے ہیں کہ شعبی جب ابو صالح کے حلقہ درس کے پاس سے گزرتے تھے تو کانوں میں انگلیاں دے لیتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ تم قرآن پڑھنا نہیں جانتے تو تفسیر کیسے کر رہے ہو۔

حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ ایک شخص کے ہاتھ میں قرآن کا ایک ایسا نسخہ دیکھا جس میں اس نے ہر آیت کے ساتھ اس کی تفسیر لکھی تھی تو آپ نے قینچی منگوا کر اسے کتر ڈالا۔

شریح صرف تین آیتوں کی تفسیر بیان کیا کرتے تھے۔

۱. اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِیْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ (البقرة ۲۳۷)

''ہاں اگر عورتیں مہر بخش دیں یا جن کے ہاتھ میں عقد نکاح ہے اور اپنا حق چھوڑ

Marfat.com

دیں۔''

تشریح کہتے ہیں: جن کے ہاتھ عقد ہوتا ہے وہ خاوند ہے۔

۲. وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ (ص ۲۰)

''اور ان کو حکمت عطا کی اور (خصومت کی) بات کا فیصلہ (سکھایا)۔''

کہ یہاں حکمت سے مراد فقہ اور فصل خطاب سے مراد گواہ اور قسمیں ہیں۔

۳. اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِيْنُ (القصص ۲۶)

''کیونکہ بہتر نوکر جو آپ رکھیں وہ ہے (جو) توانا اور امانت دار ہو۔''

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ہے کہ وہ توانا یوں تھے کہ انہوں نے ایک ایسا پتھر اکیلے اٹھا لیا تھا جس کو دس آدمی مل کر اٹھاتے تھے۔ اور آپ امانت دار یوں تھے کہ جب اس شیخ کی بیٹی آپ کو لینے آئی اور وہ رستہ بتانے آگے آگے چلنے لگی تو ہوا سے اس کے کپڑے اڑنے لگے جس پر شرم کھا کر آپ نے کہا کہ تم میرے پیچھے چلو اور مجھے رستہ بتاتی چلو۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف ان آیات کی تفسیر بیان فرماتے تھے جو حضرت جبرائیل بتلا جاتے تھے۔ یہاں پر سوال اٹھتا ہے کہ جس آیت کی تفسیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان نہ فرمائی تھی اس تک اپنی رائے سے کیسے پہنچ سکتے ہیں؟

اس بات کا جواب یہ ہے کہ تفسیر بیان کرنے کی ممانعت صرف متشابہ آیت کی ہے۔ جس کی ممانعت خود قرآن نے بیان فرما دی ہے کہ متشابہات کے پیچھے مت پڑو۔ نا کہ سارے قرآن کی۔ کیونکہ قرآن خلق خدا پر رحمت ہے اور جب اس کی تفسیر ہی معلوم نہ ہوگی تو قرآن رحمت کیسے بنے گا۔ چنانچہ جسے لغت عرب پر عبور ہو اور وہ آیت کا شان نزول جانتا ہو وہ قرآن کی تفسیر بیان کر سکتا ہے۔ اور جس کو ان دونوں باتوں پر عبور نہ ہو اسے تفسیر بیان کرنے کا کوئی حق نہیں وہ صرف اس بات کو بیان کر سکتا ہے جو

Marfat.com

اس نے معتبر علماء سے سنی ہو۔ کیونکہ اس کا یہ بیان بطور حکایت کے ہوگا نا کہ بطور تفسیر کے۔ اور تفسیر کا جو ماہر آیات قرآنیہ سے احکام کا استخراج کرنا چاہتا ہو یا کسی مسئلہ پر کسی آیت سے استدلال کرنا چاہتا ہو تو کرسکتا ہے۔ اور جو اکابر اسلاف سے کسی آیات کی تفسیر کے بارے میں کچھ سنے بغیر یہ کہے کہ اس آیت سے یہ یہ مراد ہے تو یہ جائز نہ ہو گا۔ اور یہی تفسیر کی وہ قسم ہے جو ممنوع ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ کے بارے میں آتا ہے کہ جب انہیں قرآن کی آیت کے بارے میں کوئی اشکال پیش آتا تھا تو وہ اس کی تفسیر کو اصحاب رسول سے اور اہل کتاب میں سے اسلام لے آنے والوں سے جیسے کعب احبار، وہب بن منبہ وغیرہ سے اس کی تفسیر دریافت کرتے تھے۔

خود حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: ''مجھے پورے قرآن کی تفسیر کا علم ہے سوائے چار باتوں کے اواہ، رقیم، حنان، اور غسلین۔

بعض روایات میں خود حضرت ابن عباسؓ سے ان آیات کی تفسیر منقول بھی ہے کہ الرقیم سے مراد الکتاب ہے۔ حنان یہ رب تعالیٰ کی رحمت کو کہتے ہیں اور غسلین جہنم کی وہ پیپ وغیرہ ہے جس سے کفار کے بدنوں کو دھویا جائے گا۔

Marfat.com

باب ۳۱

حسن معاشرت اور معرفت حقوق کا بیان

آدمی کو نرم گفتار، خندہ رو اور ہر اچھے برے کے ساتھ نرم خو ہونا چاہیے۔ چاہے وہ سنت کا پابند ہو یا بدعتی ہو۔ البتہ اس کے رویہ میں مداہنت نہ ہو اور نہ اس کے لیے ایسا تاثر ہی ہو کہ وہ یہ سمجھے کہ یہ میرے کردار پر خوش ہے۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو فرعون کے ساتھ نرم گفتگو کرنے کا حکم دیا ہے تو ماو شما کس شمار قطار میں ہیں کہ ہم موسیٰ ہارون علیہما السلام سے افضل نہیں اور کوئی فاجر گنہگار فرعون سے بڑا خبیث نہیں ہوسکتا کہ خدا نے موسیٰؑ و ہارونؑ کو فرعون کے ساتھ نرمی سے بات کرنے کا حکم دیا ہے۔

ایک دفعہ طلحہ بن عمیرؓ نے عطا سے کہا کہ آپ کے پاس اچھے برے ہر طرح کے لوگ بیٹھے رہتے ہیں جبکہ میں ذرا تیز طبیعت کا ہوں میں لوگوں سے سخت بات کر جاتا ہوں تو عطا نے کہا کہ ایسا مت کرو کہ خدا نے لوگوں کے ساتھ اچھی بات کرنے کا حکم دیا ہے۔ (قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا ۔ البقرہ ۸۲) کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ کو شامل ہے تو بھلا مسلمانوں کو کیوں نہ شامل ہوگی؟

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''اگر تم لوگوں پر مالی وسعت نہ کرسکو تو ان پر خندہ روئی اور حسن اخلاق کی ہی وسعت کردو۔''

حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ: ''جو یہ چاہے کہ اس کے دوست اس کی تعریف کریں

Marfat.com

اسے چاہیے کہ وہ انہیں ان کے پسندیدہ ناموں سے پکارے جب ملے تو انہیں سلام کرے اور ان کے آنے پر ان کے لیے مجلس میں وسعت کرے۔''

نبی کریم ﷺ نے سیدہ صدیقہؓ سے ارشاد فرمایا کہ بدگوئی نہ کیا کرنا کہ اگر بدگوئی کوئی آدمی ہوتا (یعنی اس کا کوئی شخصی وجود ہوتا) تو وہ بہت برا آدمی ہوتا۔

کہتے ہیں کہ کسی کے احسان سے پہلے دوسرے پر احسان کرنا افضل ہے، اور احسان کے بعد احسان بدلہ ہے اور برائی کے بعد احسان کرم ہے اور کسی کے برا کرنے سے پہلے اس کے ساتھ برا کرنا ظلم ہے، اور برائی کے بعد برائی بدلہ ہے اور احسان کے بعد برائی ملامت اور کمینگی ہے۔

اس لیے آدمی کو بڑے چھوٹے کا حق پہچاننا چاہیے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو جوان بھی بوڑھوں کی عزت وتوقیر کرتا ہے تو رب تعالیٰ اس کے بڑھاپے میں ایک ایسا نوجوان مقرر کردیتے ہیں جو اس کی عزت کرتا ہے۔''

لیث بن ابی سلیم کہتے ہیں کہ میں طلحہ بن مطرق کے ساتھ راستہ میں چل رہا تھا کہ وہ میرے آگے آگے چلنے لگے۔ پھر کہا اگر مجھے اس بات کا علم ہوتا کہ تم ایک رات بھی مجھ سے بڑے ہو تو میں تم سے آگے نہ چلتا۔

ارشاد نبوی ہے: ''جو ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے اور چھوٹوں پر رحم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔''

Marfat.com

باب ۳۲

عزیزوں رشتہ داروں کی زیارت کا بیان

عزیزوں رشتہ داروں کی زیارت نیکی اور باعث اجر ہے کہ اس سے محبت بڑھتی ہے ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: ''مریض کی عیادت کے لیے ایک میل، یا بھائیوں کی زیارت کے لیے دو میل یا دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے تین میل تک بھی جانا پڑے تو جاؤ۔''

بعض حکماء کا قول ہے کہ: ''لوگوں سے ملنا جلنا نہ چھوڑنا کہ لوگ تمہیں بھلا دیں گے اور ان سے زیادہ بھی نہ ملنا کہ تنگ پڑ جائیں گے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے فرمایا: ''کبھی کبھی ملا کر اس سے محبت بڑھتی ہے۔''

بکر بن عبداللہ کا قول ہے کہ: ''عیادت مریض کی کی جاتی ہے جبکہ دوستوں کی زیارت کی جاتی ہے۔''

ابوجعفرؒ نے ایک دفعہ حضرت علیؓ کے آگے تکیہ کیا، وہ اس پر تشریف فرما ہو گئے اور فرمایا: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ''جب تمہارے پاس قوم کا معزز آدمی آئے تو اس کی عزت کرو۔''

بڑے بزرگ کہا کرتے تھے کہ: ''بڑوں کے ساتھ بیٹھو، علماء سے اختلاط رکھو، اور حکماء کے ساتھ نشست و برخاست رکھو۔''

ارشاد نبویؐ ہے: ''آدمی کا حشر اپنے دوست کے دین پر ہوگا، پس تم میں سے ہر

Marfat.com

ایک دیکھ لے کہ وہ کس کو دوست بنا رہا ہے۔“

بعض لوگوں نے میل ملاپ کو چھوڑ کر گوشہ نشینی رہنا پسند کیا اور کہا کہ گوشہ نشینی میں سلامتی ہے۔ اس باب میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی کو خلوت پسندی میں دین کی سلامتی نظر آتی ہے تو گوشہ گیر رہے۔ اور جو خلوتوں میں شیطانی وسوسوں کا شکار ہو جاتا ہو اس کے لیے میل جول رکھنا افضل ہے۔ البتہ اس بابت لوگوں کے حقوق کی رعایت رکھنا ضروری ہے۔ اسی لیے حضرت ابن عباس فرمایا کرتے تھے کہ: ”اگر مجھے تنہائی میں وسوسوں کا ڈر نہ ہوتا تو میں لوگوں کے ساتھ بات نہ کرنے کی کوئی پرواہ نہ کرتا۔“

کسی حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ: بیٹے! سب سے میل جول رکھنا سوائے پانچ کے۔

۱۔ جھوٹے سے نہ ملنا کہ اس کی باتیں سراب کی طرح ہیں جو قریب کی چیز کو دور اور دور کی چیز کو قربت دکھاتی ہیں۔

۲۔ دوسرے احمق سے میل جول نہ رکھنا کہ وہ تمہیں نفع پہنچانے چلے گا پر تمہارا نقصان کر بیٹھے گا۔

۳۔ لالچی سے بچنا کہ وہ کھانا پینے کے عوض تمہیں بیچ کھائے گا۔

۴۔ بخیل سے بھی نہ ملنا کہ وہ عین تیری ضرورت کے وقت تجھ سے منہ موڑ لے گا۔

۵۔ اور بزدل سے بھی بچنا کہ وہ تجھے اور تیرے ماں باپ کو گالیاں دے گا اور پرواہ بھی نہ کرے گا۔

Marfat.com

باب ۳۳

سلام کرنے کا بیان

جن کے پاس سے گزر ہو انہیں سلام کرو اور ان پر سلام کا جواب دینا واجب ہوجاتا ہے، اس باب میں افضل کیا ہے؟

علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک سلام کا جواب افضل ہے کیونکہ سلام کرنا سنت ہے لیکن جواب دینا واجب ہے اور جواب کا اجر سنت سے زیادہ ہونا بدیہی ہے۔ کیونکہ سلام کا جواب دینے کا حکم خود خدا نے دیا ہے اور خدا کا حکم فرض اور واجب ہوتا ہے۔

جبکہ بعض علماء نے سلام کرنا افضل بتلایا ہے۔ کیونکہ وہ پہل کرنے والا ہے اور سابق کے لیے سبقت کی فضیلت ہے عبداللہ بن حارثؓ کہتے ہیں کہ جب تم سلام کرو گے تو تمہیں ایک درجہ زیادہ فضیلت ملے گی۔ اور اگر وہ جواب نہ دیں گے تو فرشتے جواب دیں گے اور ان پر لعنت کریں گے۔

نبی کریم ﷺ ایک دوسرے کو سلام کرنے کو آپس میں محبت کے قائم ہونے کا سبب بتلایا ہے۔ اس لیے چلنے والا بیٹھنے والے کو، چھوٹا بڑے کو اور سوار پیدل کو سلام کرے۔ اور جو پیچھے سے آئے وہ سلام کرے۔ تھوڑے لوگ زیادہ کو سلام کریں۔ اور اگر آنے والے چند لوگ سلام نہ کریں تو سب گنہگار ہوں گے۔ البتہ کسی ایک کا سلام سب کی طرف سے کافی ہوگا۔ اور اگر سب کریں تو افضل ہوگا۔ اور اگر دوسرے جواب

Marfat.com

نہ دیں تو گنہگار اور کسی ایک کا جواب سب کی طرف سے کفایت کرے گا۔ البتہ سب کا جواب دینا افضل ہے۔

لیکن زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ سب کو جواب دینا واجب ہے۔ یہ ابو یوسف کا قول ہے۔

لیکن ہمارا مذہب یہ ہے کہ کسی ایک کا جواب دینا بھی جائز ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے جب چند لوگ چند لوگوں کے پاس سے گزریں اور ان میں سے کسی ایک نے سلام کیا تو کافی ہے اور اگر ان میں سے کسی ایک نے جواب دیا تو یہ کافی ہے۔ جواب سنا کر دینا مناسب ہے کہ اگر جواب سنا نہیں تو یہ سلام کا جواب تو نہ ہوا۔ جیسے اگر سنا کر سلام نہ کیا تو وہ سلام نہیں۔ جیسا کہ خود حدیث میں اس بات کی تاکید آتی ہے کہ سلام اور اس کا جواب سنا کر دو۔

سلام "السلام علیکم" کے صیغے کے ساتھ کرے، نا کہ "السلام علیك" کہ نبی کریم ﷺ نے اسے مردوں کا سلام قرار دیا ہے۔

البتہ السلام علیکم ورحمة الله تعالیٰ وبرکاته کہنا افضل ہے کہ اس میں اجر زیادہ ہے۔ اور جواب دینے والا بھی اس صیغہ کے ساتھ جواب دے البتہ وبرکاته سے زیادہ اور الفاظ نہ کہے۔

ارشاد نبوی ہے کہ جس نے السلام علیکم کہا اسے دس نیکیاں ملیں گی، جس نے السلام علیکم ورحمة الله کہا اس کو بیس نیکیاں ملیں گی۔ اور جس نے السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته کہا اس کو تیس نیکیاں ملیں گی۔

حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ "وبرکاته" پر سلام ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آپ نے ایک شخص کو وبرکاته کے بعد و مغفرته کہتے سنا تو منع فرمایا اور فرمایا کہ اتنا ہی سلام کرو جتنا فرشتے سلام کرتے ہیں اور ان کا سلام نیکوکاروں کو وبرکاته تک

Marfat.com

ہوتا ہے۔

Marfat.com

باب ۳۴

بچوں کو سلام کرنے کا بیان

اس بارے میں بھی علماء کا اختلاف ہے بعض بچوں کو سلام نہ کرنا مناسب جبکہ بعض سلام کرنے کو نہ کرنے سے افضل سمجھتے ہیں اور ہمارا مسلک بھی یہی ہے۔

پہلے فریق کی دلیل یہ ہے کہ سلام کا جواب دینا واجب ہوتا ہے جبکہ نابالغ بچے کے ذمہ سرے سے کوئی فریضہ ہوتا ہی نہیں۔ تو جب اس کے ذمے سلام کا جواب دینا ہی نہیں سو اسے سلام نہ کرنا مناسب ہے۔ یہ حسن بصریؒ کا بھی مسلک ہے۔ وہ بچوں کے پاس سے گزرتے ہوئے انہیں سلام نہیں کیا کرتے تھے۔ جبکہ محمد بن سیرین بچوں کو اتنی پست آواز میں سلام کرتے تھے کہ بچے ان کی آواز سن نہ پاتے تھے۔

اور دوسرے فریق کی دلیل خادم رسولؐ حضرت انسؓ کی یہ روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: ''میں ایک دفعہ بچوں کے ہمراہ تھا اتنے میں حضرت رسالت مآب ﷺ تشریف لے آئے تو آپ نے بچوں کو سلام کیا پھر ہمیں بلایا اور مجھے اپنے ایک کام بھیج دیا۔'' عنبسہ بن عمارؓ کہتے ہیں: ''ہم مکتب میں پڑھتے ہوتے تھے حضرت ابن عمرؓ ہمارے پاس سے گزرتے تو ہمیں سلام کرتے تھے وہ کہتے ہیں کہ قاضی شریح رحمہ اللہ گزرتے ہوئے ہر چھوٹے بڑے کو سلام کرتے تھے۔

Marfat.com

باب ۳۵

ذمیوں کو سلام کرنے کا بیان

یہ بھی علماء میں اختلافی مسئلہ ہے بعض ذمیوں کو سلام کرنا جائز اور بعض ناجائز سمجھتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر وہ سلام کریں تو جواب دے دینا چاہیے۔ ہمارا مسلک بھی اس قول کو لینا ہے۔

پہلے فریق کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوامامہ باہلی جس یہودی یا نصرانی کے پاس سے بھی گزرتے تھے تو انہیں سلام کرتے تھے اور کہتے کہ نبی کریم ﷺ نے سلام پھیلانے کا حکم دیا ہے اس لیے ہر مسلمان اور ذمی معاہد تک کو سلام کرو۔

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت ابن مسعودؓ کے ساتھ تھا ہم ''سالحین'' نامی ایک جگہ پہنچے وہاں سے نو دہقان بھی ہمارے ساتھ ہو لیے۔ جب ہم کوفہ داخل ہوئے تو وہ نو دہقان اپنے رستے ہو لیے۔ تو حضرت ابن مسعودؓ نے انہیں جدا ہوتے وقت سلام کیا اس پر میں نے پوچھا کہ کیا آپ کافروں کو سلام کرتے ہیں؟ فرمایا: ہاں وہ سفر میں ہمارے رفیق تھے اور رفیق سفر کا حق ہوتا ہے۔

اور جو لوگ ذمیوں کو سلام کرنا جائز سمجھتے ہیں ان کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے: ''یہود و نصاریٰ کو پہلے تم سلام نہ کرو اور جب راستوں میں تمہارے سامنے آجائیں تو انہیں رستہ سے ہٹ اور سمٹ کر چلنے پر مجبور کرو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی یہود و نصاری اور مجوس کو سلام کرنا ناجائز سمجھتے تھے۔ ارشاد

Marfat.com

نبویؐ ہے کہ: ''جب یہود ونصاری تمہیں سلام کریں تو تم جواب میں صرف ''وعلیکم'' کہو اس سے زیادہ نہ کہو۔''

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: ''ہمیں اس بات سے روکا گیا کہ ہم اہل کتاب کو وعلیکم سے زیادہ کچھ کہیں۔

فقیہ ابواللیث فرماتے ہیں:

''جب تم کسی ایسی مجلس پر سے گزرو جس میں مسلمان بھی ہوں اور کافر بھی تو تمہیں اختیار ہے چاہو تو خاص مسلمانوں کی نیت کر کے ''السلام علیکم'' کہہ دو اور چاہو تو (غیر مسلموں کو مدنظر رکھ کر) "السلام علی من اتبع الھدی" کہہ دو۔

یہی مجاہد بھی کہتے ہیں کہ جب تمہیں کہ یہودی یا نصرانی کو سلام لکھنا پڑے تو "السلام علی من اتبع الھدی" لکھو۔

Marfat.com

باب ۳۶

گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنے کا بیان

فقیہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں گھر داخل ہوتو گھر والوں کوسلام کرواور اگر گھر خالی ہوتو یہ الفاظ کہو "السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین" (ہم پر خدا کے نیکوکار بندوں پر سلام) کیونکہ رب تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے:

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ

(النور ۶۱)

"اور جب گھروں میں جایا کروتو اپنے (گھر والوں) کوسلام کیا کرو (یہ) خدا کی طرف مبارک (اور پاکیزہ) تحفہ ہے۔"

یہ آیت دونوں باتوں کو مقتضی ہے۔

۱۔ اگر گھر میں کوئی ہوتو اسے سلام کرو۔

۲۔ ورنہ اپنے اوپر ہی سلام بھیجو۔

قتادہ کہتے ہیں: "جب اپنے گھر داخل ہوتو گھر والوں کوسلام کرو کہ تمہارے سلام کے پہلے اور زیادہ مستحق تمہارے گھر والے ہیں۔ اور جب گھر میں کوئی نہ کوئی نہ ہوتو ان الفاظ کے ساتھ سلام کرو۔ "السلام علینا وعلی عبادالله الصالحین" کہ ہمیں اس بات کا حکم ہے۔ ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ جب تم ان الفاظ کے ساتھ سلام کرو گے تو فرشتے تمہیں تمہارے سلام کا جواب دیں گے۔

Marfat.com

عطا کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو یہ فرماتے سنا: ''جب کوئی آدمی تمہیں گھر داخل ہونے کو کہے تو کہنا نہیں یہاں تک کہ تم چابی لے آؤ۔ میں نے عرض کیا: ''کیا آپ کی چابی سے مراد السلام علیکم کہنا ہے؟ فرمایا''ہاں!'' ابراہیم کہتے ہیں کہ ''جب کوئی شخص گھر داخل ہوکر سلام کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ ''اب یہاں میرے ٹھہرنے کی کوئی جگہ نہیں بچی۔'' اور جب کھانا آنے پر تم نے اس پر بسم اللہ پڑھ دی تو شیطان کہتا ہے کہ: اب یہاں میرے ٹھہرنے کی کوئی جگہ نہیں بچی۔'' اور جب کھانا آنے پر تم نے اس پر بسم اللہ پڑھ دی تو شیطان کہتا ہے: ''اب کھانے کو بھی کچھ نہیں بچا (کہ نہ ٹھکانہ اور نہ کھانا) اور جب تم نے پانی پر بھی بسم اللہ پڑھ دی تو شیطان کہتا ہے ''ٹھکانہ اور کھانا تو پہلے ہی نہیں تھا۔ اب پینے کو بھی کچھ نہیں۔ پس وہ نامراد ہوکر اس گھر سے بھاگ جاتا ہے۔

Marfat.com

باب ۴۷

مستحب لباس کا بیان

فقیہ ابو اللیث فرماتے ہیں:

''آدمی کو اپنے ہم مرتبہ لوگوں جیسا لباس پہننا چاہیے جو نہ زیادہ بڑھیا ہو اور نہ زیادہ گھٹیا ہو، کہ اگر وہ اپنے مرتبہ سے اعلیٰ یا ادنیٰ لباس پہنتا ہے تو لوگوں کو غیبت میں مبتلا کر کے ایک ممنوعہ امر کا ارتکاب کرتا ہے۔ کیونکہ ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے لباس کی دو شہرتوں سے منع کیا ہے، ایک ایسا لباس جو بے حد قیمتی ہو اور ایک ایسا لباس جو بے حد گھٹیا ہو۔''

شعبی کہتے ہیں: ''لباس ایسا پہنو کہ بے وقوف لوگ اس کا مذاق نہ اڑائیں اور علماء وفقہاء اس کو معیوب نہ سمجھیں۔''

محمد ابن سیرین کہتے ہیں: لباس کی شہرت دو باتیں ہیں۔

۱۔ لمبا لباس پہننا۔

۲۔ اور دوسرے بہت بڑھیا لباس پہننا۔

بعض علماء نے چھوٹے قمیص کو پسند کیا ہے اور اس کی دلیل حضرت علیؓ کی یہ روایت ہے کہ آپ نے اپنے خادم قنبر کے ساتھ دو موٹی قمیص خریدیں جن میں سے ایک قنبر کو دے دی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ کسی نے آپ کو ایک لمبی قمیص ہدیہ میں بھیجی۔ آپ

Marfat.com

نے اس کی فالتو آستین کاٹ ڈالی۔

حضرت عمرؓ کے بارے میں روایت ہے کہ: ”ایک دفعہ آپ خطبہ دے رہے تھے جبکہ اس وقت آپ کی قمیص پر سات پیوند لگے تھے۔“

حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ: ”کھردرا اور پرانا لباس پہنو اور قبیلہ معد کی شباہت اختیار کرو (یہ لوگ موٹے رہن سہن میں مشہور تھے) اور ایک کی جگہ دو غلام رکھو۔“

سفید لباس پہننا مستحب ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے کہ: ”رب تعالیٰ نے جنت کو سفید بنایا ہے اور تمہارا سب سے عمدہ لباس جسے تم زندگی میں پہنو اور اس میں اپنے مردوں کو کفن دو وہ سفید ہے۔“

حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے: ”حلال مال اور لباس میں سے جو چاہو پہنو البتہ اس میں اسراف اور تکبر نہ ہو کیونکہ جہاں بھی اسراف ہوتا ہے ضرور کسی کا حق مارا جاتا ہے۔“

Marfat.com

باب ۳۸

ظاہر کو درست رکھنے اور سنوارنے سدھارنے کا بیان

فقیہ ابو اللیث فرماتے ہیں: ''اگر آدمی صاحب علم اور مروت و وجاہت کا مالک ہو تو اسے اپنا لباس صاف ستھرا رکھنا چاہیے۔ البتہ تکبر سے گریز کرے۔'' حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: ''شرافت کے لیے لباس کا صاف رکھنا کافی ہے۔''

ارشاد نبویؐ ہے کہ: ''اگر آدمی اپنے کام کاج کے کپڑوں کے علاوہ دو جوڑے اور بھی رکھے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔''

اس معنی میں یہ مثل ہے ''جس کا پرانا لباس ہو اس کا نیا لباس نہیں ہوتا۔'' (یعنی کوئی پرانا جوڑا ہو گا تو اس کے بالمقابل کسی لباس کو نیا کہیں گے۔ اور جو جوڑے پہ جوڑا سلواتا جائے اسے یہ کہنا درست نہیں کہ اس نے نیا لباس سلوایا ہے بلکہ اس نے اسراف یا تبذیر کا ارتکاب کیا ہے)۔

ارشاد نبویؐ ہے: ''جس کی بو عمدہ ہو (یعنی وہ صاف وستھرا رہتا ہو) اس کے غم کم ہوتے ہیں اور جس کا لباس ستھرا ہو اس کی فکریں کم رہتی ہیں۔''

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: ''مجھ یہ پسند ہے کہ قاری کا لباس سفید ہو۔'' اور یہ بھی فرمایا: ''اگر خدا نے وسعت دے رکھی ہے تو اپنے اوپر بھی وسعت کرو۔''

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے، ''اللہ نظیف ہے، نظافت کو پسند کرتا ہے، جمیل ہے جمال کو محبوب رکھتا ہے اور سخی ہے سخاوت کو محبوب رکھتا ہے، کریم ہے کرم کو پسند کرتا ہے

Marfat.com

اور پاکیزہ ہے پاکیزگی (اور خوشبو) کو پسند کرتا ہے۔''

عطا بن یسار کہتے ہیں کہ: ''ایک دفعہ حضرت اقدس ﷺ تشریف رکھتے تھے کہ اتنے میں ایک بکھرے بالوں اور پراگندہ داڑھی والا آدمی آیا آپ نے اسے اشارہ سے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اور جا کر اپنا حلیہ درست کر کے آؤ''

چنانچہ وہ آدمی گیا اور اپنا حلیہ وغیرہ درست کر کے آیا تو آپؐ نے فرمایا: ''کیا ایسا حلیہ اس حالت سے بہتر نہیں کہ تم میں سے ایک بکھرے سر اور داڑھی کے ساتھ ہو اور (اپنی بدہیئتی کی وجہ سے) گویا کہ شیطان لگتا ہو۔''

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں: ''ہم غزوہ انمار میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ میں ایک درخت کے سائے تلے آرام کر رہا تھا۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ پاس سے گزرے میں نے سائے میں تشریف لے آنے کی درخواست کی۔ آپ تشریف لے آئے۔ میں نے اپنا توشہ دان دیکھا تو اس میں چند چپاتیاں، موٹی روٹیاں اور کھیرا تھا۔ میں نے ان کو توڑ کر انہیں خدمت اقدس میں پیش کیا ہمارا ایک ساتھی ہمارے جانور چرانے گیا ہوا تھا۔ اس نے دو پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ جب وہ آیا اور آپ نے اسے دیکھا تو مجھے ارشاد فرمایا: ''کیا اس کے پاس ان کے علاوہ کوئی کپڑے نہیں؟ میں نے کہا کیوں نہیں تو فرمایا: ''اسے وہ کپڑے کیوں نہ پہناتے۔'' میں نے اسے بلا کر وہ کپڑے اسے پہنائے، جب وہ جانے کے لیے مڑا تو آپؐ فرمایا: ''اسے کیا ہوا کیا خدا اس کی گردن مارے اس کا یہ حلیہ بہتر نہیں۔'' اس آدمی نے جب آپؐ کے یہ الفاظ سنے تو عرض کیا: ''یا رسول اللہ! (ان الفاظ کے ساتھ) ''خدا کی راہ میں'' بھی کہہ دیجیے (کہ خدا اس کی گردن اپنی راہ میں مارے اور یہ شہید ہو) تو آپؐ نے فرمایا ''خدا کی راہ میں'' چنانچہ وہ آدمی راہ خدا میں شہید ہو گیا۔

Marfat.com

باب ۳۹

کون سا لباس پہننا جائز ہے

فقیہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں: ''مردوں اور عورتوں دونوں کو سوت ڈالا ریشمی کپڑا پہننا جائز ہے (عربوں میں اس قسم کا ایک کپڑا خز تھا) کیونکہ ایسا کپڑا اصحابؓ رسولؐ نے بھی استعمال کیا ہے بعض علماء نے ایسے کپڑے کے استعمال کو بھی مکروہ لکھا ہے۔ اور حسن بصری تو یہاں تک کہتے تھے کہ: ''خز پہننے سے بہتر ہے کہ میری گردن ماردو۔'' لیکن یہ ان کی کسر نفسی اور تواضع تھی۔ کہ وہ خاص اپنے لیے اسے پہننا مکروہ سمجھتے تھے البتہ دوسروں کے حق میں اسے حرام نہ سمجھتے تھے۔

خیثمہ کے بقول انہوں نے تیرہ صحابہ کو خز پہنتے دیکھا تھا۔ عکرمہ بتلاتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کی ایک خز کی چادر بھی تھی جسے وہ اوڑھتے تھے۔ وہب بن کیسان نے حضرت جابر بن عبداللہؓ کو خز پہنتے دیکھا۔ حضرت ابوہریرہؓ کی بھی ایک خز سے بنی چادر تھی۔

البتہ ریشم، دیبا، اطلس اور کم خواب کے کپڑے خاص عورتوں کو ہی حلال ہیں نا کہ مردوں کو، ارشاد نبویؐ ہے کہ: ''جس نے دنیا میں ریشم پہنا اس کو آخرت میں ریشم نصیب نہ ہوگا۔''

حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ: ''ایک دفعہ نبی کریم ﷺ باہر تشریف لے آئے آپؐ کے ایک ہاتھ میں سونا اور دوسرے میں ریشم تھا اور فرمایا: ''یہ دونوں

Marfat.com

چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام اور ان کی عورتوں کے لیے حلال ہیں۔''

ابن سیرین پہلی روایت کے مطلق ہونے کی بنا پر ریشم کو عورتوں پر بھی حرام سمجھتے ہیں۔ لیکن دوسری حدیث پہلی کی تفسیر بیان کرتی ہے کہ ریشم مردوں کے لیے حرام ہے نا کہ عورتوں کے لیے۔

امام ابو حنیفہؒ جنگ میں دشمنوں کو مرعوب کرنے کے لیے بھی مردوں کے لیے ریشم پہننے کو حرام کہتے ہیں جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد اس کو جائز کہتے ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مردوں کے لیے ریشم کی حرمت میں عموم ہے۔ جو حالت جنگ کو بھی شامل ہے۔ اس بنا پر عکرمہؒ جنگ میں ریشم پہننے کو مکروہ کہتے تھے۔ یہی قول حسن بصریؒ کا بھی ہے، اکابر اسلاف ریشم پہننے والے کی شہادت بھی قبول نہ کرتے تھے۔

اور جو لوگ جنگ میں ریشم پہننے کو جائز سمجھتے ہیں ان کی دلیل یہ روایت ہے کہ لوگوں نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا کہ جب میدان جنگ میں دشمن اپنی نیاموں اور دوسرے اسلحہ کو ریشم میں لپیٹ کر لاتے ہیں تو ہم بڑے مرعوب ہو جاتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ''تم بھی ایسا کر لیا کرو۔''

قاسم بن محمد کا قول ہے کہ: ''صحابہ کرام جنگ میں ریشم پہننے کو جائز سمجھتے تھے۔

Marfat.com

باب ۴۰

منقش کپڑوں کا بیان

بعض لوگوں نے ریشم وغیرہ کا فقط گوٹ لگانا یا اس سے کوئی نقش بنانا بھی مکروہ لکھا ہے مگر ہم اسے جائز سمجھتے ہیں مکروہ کہنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک عمامہ خریدا، دیکھا کہ اس پر ریشم کا گوٹ لگا ہے تو اس کو کاٹ ڈالا۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ بھی ریشمی نقوش کو کپڑے سے کاٹ کر الگ کر دیتے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: ''کسی کپڑے میں ریشم کے گوٹ نہ لگاؤ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مردوں پر ریشم کو حرام قرار دیا ہے۔'' اب چاہے یہ تھوڑا ہو یا زیادہ بات ایک ہی ہے۔

اور جو لوگ معمولی ریشم کے اختلاط میں حرج نہیں سمجھتے ان کی دلیل حضرت ابوامامہؓ کی یہ روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ: ''کچھ لوگوں نے خدمت نبویؐ میں عرض کیا: یارسول اللہ! ہمیں ریشم پہننے سے منع کر دیا گیا ہے تو اب اس میں کتنا ہمارے لیے حلال ہے'' فرمایا: ''تین انگلیوں کے بقدر اور اس میں بھی خیر نہیں۔''

حضرت ابن عباسؓ بھی اس میں حرج نہ سمجھتے تھے۔ البتہ ''مصمت'' پہننے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ یہ ایک چمکدار ریشمی کپڑا ہوتا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ ایک یا دو یا تین انگلی کے بقدر ریشم کے استعمال کو جائز سمجھتے تھے۔ دراصل آپ اتنی کم مقدار کے استعمال کو معاف سمجھتے تھے، جیسے تھوڑی نجاست معاف ہوتی ہے یا تھوڑے عمل سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ اور جیسے روزہ دار کے منہ میں اگر گرد

Marfat.com

وغبار یا دھواں داخل ہوجائے تو اتنی کم مقدار سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اسی طرح کم مقدار والے ریشم کا حکم ہے۔

Marfat.com

باب ۴۱

ریشمی بچھونے کا حکم

امام ابوحنیفہؒ اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں سمجھتے جبکہ امام محمد اس کو مکروہ سمجھتے ہیں اور یہی ہمارا قول ہے۔ جن کے نزدیک ریشم کا بچھونا برتنا جائز ہے ان کی دلیل ابو راشد کا یہ قول ہے کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کے ایک بچھونے میں ریشم کے پیوند لگے دیکھے۔

ایک روایت میں ہے کہ حسن بصریؒ نے ایک شادی میں ریشمی تکیہ استعمال کیا۔ جبکہ حضرت انسؓ نے ایک ولیمہ میں شرکت کی تو ریشمی تکیہ ٹیک لگانے کے لیے استعمال کیا جس پر پرندوں کی صورتیں بنی تھیں۔

ایک روایت میں ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے اپنے حجرہ دروازے پر ایک پردہ ڈال رکھا تھا جس پر پرندوں کی تصویریں تھیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر عرض کیا، اے اللہ کے رسول! ہم اس گھر میں نازل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویریں ہوں۔ پس یا تو ان تصویروں کے سروں کو کاٹ دیجئے یا پھر اس پردے کو بچھونا بنا لیجئے۔"

اور جو ریشمی بچھونے (کے استعمال) کو مکروہ سمجھتے ہیں ان کی دلیل سعید بن مالک کا یہ قول ہے کہ مجھے ریشمی تکیے کے استعمال سے زیادہ یہ بات پسند ہے کہ میں انگارے سے ٹیک لگالوں۔

ابن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے عبیدہ سلیمانی سے پوچھا کہ کیا آپ ریشم پہننے

Marfat.com

کی طرح اس کے بچھونے پر بیٹھنے کو بھی ناجائز سمجھتے ہیں؟ بولے"ہاں!"

Marfat.com

باب۴۲

سرخ رنگ کے کپڑے پہننے کا بیان

کیا مرد عصفر، زعفران اور ورس وغیرہ سے رنگے کپڑے پہنیں یا نہیں اس میں علماء کا اختلاف ہے، بعض نے اسے مکروہ اور بعض نے جائز کہا ہے۔

مکروہ کہنے والوں کی دلیل حضرت ابن عمر کا یہ قول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں عصفر اور قسی میں رنگے کپڑوں کے استعمال سے اور رکوع میں قراءت کرنے سے منع فرمایا۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''سرخ رنگ میں رنگے کپڑے پہننے سے بچو کہ سرخ رنگ شیطان کی زینت ہے اور یہ رنگ شیطان کو پسند ہے اسے حسن بصری نے روایت کیا ہے۔

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک سرخ رنگ کی چادر اوڑھ رکھی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے مجھے اس حال میں دیکھا تو اعراض فرمالیا۔ میں نے گھر جا کر وہ چادر جلا ڈالی اور ایک دوسری چادر اوڑھ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا: ''اس چادر کا کیا کیا؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے آپ کو اپنے سے اعراض کرتے دیکھا تو میں نے جا کر اس چادر کو آگ میں جھونک دیا۔ فرمایا: ''بھلا گھر کی کسی خاتون کو دے دیتے۔''

سرخ رنگ کے کپڑے کو مباح سمجھنے والوں کی دلیل حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کا یہ قول ہے وہ فرماتے ہیں: ''میں نے کسی زلفوں والے کو جس نے سرخ چادر لے رکھی ہو نبی کریم ﷺ سے بڑھ کر حسین نہیں دیکھا۔''

کعب بن عجرہ کہتے ہیں کہ میں چار یا پانچ ایسے صحابہ سے ملا ہوں جنہوں نے عصفر میں رنگا کپڑا پہن رکھا تھا۔ امام شعبی بھی سرخ چادر اوڑھ لیا کرتے تھے۔

فقیہ ابو اللیث فرماتے ہیں: کہ صحیح پہلا قول ہے جو امام ابو حنیفہ کا ہے۔ اور اس کو ہم نے لیا ہے۔ ممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سرخ چادر کا استعمال ممانعت سے پہلے فرمایا ہو۔

اور جس روایت میں صحابہ کے سرخ چادر استعمال کرنے کا ذکر ہے وہ اس لیے حجت نہیں بن سکتی کیونکہ اس میں صحابہ کے نام مذکور نہیں کہ وہ کون تھے؟ جبکہ حضور ﷺ سے سرخ رنگ کے استعمال کی ممانعت مروی ہے۔ اور یہ روایت اخذ کرنے کے زیادہ لائق ہے۔

رہے شعبیؒ تو وہ ایسے کام قضا کا عہدہ قبول کرنے سے بھاگنے کے لیے کرتے تھے۔ تاکہ ان کی شخصیت ہلکی لگے اور لوگ انہیں قضا کے قابل نہ سمجھیں۔ اس لیے وہ تو شطرنج بھی کھیلتے تھے۔ اور بچوں کے ساتھ میلوں میں جا کر ہاتھی بھی دیکھتے تھے۔

Marfat.com

باب ۴۳

درندوں کی کھالوں کا بیان

اگر تو درندوں کی کھال کو دباغت دے دی گئی ہے یا انہیں ذبح کر کے ان کی کھال اتاری دی گئی ہے تو ان کے استعمال میں اور ان پر نمازیں ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں چاہے وہ کوئی درندہ بھی ہو، البتہ خنزیر اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ یہی ہمارے اصحاب کا مذہب ہے۔

بعض علماء درندوں کی کھال برتنے کو مکروہ کہتے ہیں۔ ان کی دلیل ابو ملیح ہذلی یہ روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے درندوں کی کھال پہننے اور ان کو بچھونا بنانے سے منع فرمایا۔"

حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو لومڑی کی کھال کی ٹوپی پہنے دیکھا تو اس کو پھاڑ ڈالا۔ اور حسن بصری لومڑی کی کھال پر نماز ادا کرنے کو مکروہ کہتے تھے۔

ہماری دلیل یہ ارشاد نبویؐ ہے: "جس کھال کو بھی دباغت دے دی گئی تو پاکیزہ ہوگئی۔"

ابن سیرین کے سامنے جب چیتے کی کھال کا ذکر آیا تو کہنے لگے کہ میں کسی ایسے عالم کو نہیں جانتا جس نے گناہ کے ڈر سے اس کی کھال کے استعمال کو ترک کر دیا ہو۔"

مطرف بن شخیر کی شہادت ہے کہ انہوں نے حضرت عمار بن یاسر کے پاس

Marfat.com

لومڑی کی کھال پڑی دیکھی تھی۔

ابراہیم نخعی جیسے جلیل القدر فقیہ لومڑی کی ٹوپی پہن لیتے تھے۔

اور جن روایات میں درندوں کی کھال استعمال کرنے کی ممانعت آئی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ حکم غیر مدبوغ کھالوں کا ہو یا یہ ممانعت بر سبیل استحباب ہو نا کہ بطور تحریم کے ہو کہ فقط دنیا کی زیب وزینت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہو کیونکہ صحابہ کرامؓ بڑی درویشانہ زندگی گزارتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ: ''عہد رسالت میں ہمارا کھانا پانی اور کھجور ہوتا تھا ہمیں تو اس عیش وعشرت کا تصور بھی نہ ہوتا تھا۔

یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے نبی کریم ﷺ نے دو چیزوں کو (مثلاً زیتون اور شہد کو) ملا کر کھانے سے منع فرمایا تھا (کہ دونوں الگ الگ مستقل کھانے ہیں) بالکل ایسے ہی یہ حکم بھی ہے۔

Marfat.com

باب ۴۴

گوشت کھانے کا بیان

فقیہؒ فرماتے ہیں: ''اسلاف گوشت کھانے کو پسند بھی کرتے تھے اور اس کے کھانے کی ترغیب دیتے تھے، البتہ اس پر مداومت کرنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔''

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ''گوشت کھایا کرو کہ یہ گوشت بناتا ہے اور سماعت کو تیز کرتا ہے۔''

حضرت علیؓ کا ہی قول ہے: ''جو چالیس دن تک گوشت نہ کھائے اس کے اخلاق بگڑ جاتے ہیں۔''

زہری کہتے ہیں کہ گوشت ستر گنا طاقتور ہوتا ہے۔

عبدالملک بن مروان نے جب اپنے بیٹوں کی تربیت کے لیے انہیں شعبی کے حوالے کیا تو کہا کہ: ''انہیں گوشت کھلانا جس سے ان کے دل مضبوط ہوں گے۔''

البتہ بلا ناغہ گوشت کھانا مکروہ ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں روز گوشت نہ کھایا کرو کیونکہ اس میں شراب جیسی سختی ہے۔''

حضرت ابن عمرؓ جب کسی کو کثرت کے ساتھ قصابوں کی دکان پر جاتے دیکھتے تھے تو اسے درے مارتے تھے اور کہتے تھے کہ گوشت میں شراب جیسی سختی ہوتی ہے۔

ارشاد نبویؐ ہے کہ: ''رب تعالیٰ موٹے عالم کو اور فربہ گھر والوں کو پسند نہیں کرتے۔'' یعنی ان کو جو زیادہ گوشت کھاتے ہوں۔ البتہ بعض نے اس کی یہ تفسیر بیان

Marfat.com

کی ہے کہ جو دوسروں کی زیادہ غیبت کرتے ہوں خدا ان کو پسند نہیں کرتا۔

ایک شخص کے پاس چند دراہم تھے انہیں دیکھ کر حضرت ابن مسعودؓ نے پوچھا، ان کا کیا کرو گے؟ کہنے لگا رمضان کے لیے گھی خریدوں گا۔ تو فرمایا کہ یہ جا کر بیوی کو دو اور کہو کہ ان سے روزانہ ایک درہم گوشت خرید لے یہ تمہارے لیے گھی خریدنے سے بہتر ہے۔"

Marfat.com

باب ۴۵

فالودہ کھانے کا بیان

اگرچہ بعض لوگ فالودہ کھانے کو مکروہ کہتے ہیں لیکن اکثر علماء اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ مکروہ کہنے والوں کی دلیل یہ ارشاد نبوی ہے کہ: ''جو ہر من پسند چیز کھائے وہ اسراف کرتا ہے۔''

حضرت حذیفہ بن یمانؓ کا قول ہے کہ: ''کتنی گھڑی بھر کی شہوتیں اور خواہشیں ایسی ہیں جو طویل غموں میں مبتلا کر دیتی ہیں۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے سامنے شہد ملا پانی پیش کیا گیا۔ آپ نے تھام کر واپس کردیا اور فرمایا کہ: ''میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ان لوگوں میں شامل نہ ہو جاؤں جن کے بارے میں خدا نے یہ فرمایا ہے۔

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا . (الاحقاف ۲۰)

''تم اپنی دنیا کی زندگی میں لذتیں حاصل کر چکے ہو اور ان سے متمتع ہو چکے ہو۔''

جو لوگ فالودہ کھانا مباح کہتے ہیں ان کی دلیل یہ روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب لوگوں کو عراق بھیجا تھا تو فرمایا تھا کہ تم ایک ایسی سرزمین پر جا رہے ہو جہاں طرح طرح کے کھانے ہیں لہٰذا جب وہ کھانے پیش ہوں تو انہیں بسم اللہ پڑھ کر کھانا۔

ایک دفعہ حضرت مالک بن دینارؒ کے سامنے فالودہ رکھا گیا تو وہ کھانے سے رک

Marfat.com

گئے۔ پاس حسن بصری بیٹھے تھے کہنے لگے اسے کھایئے! (اللہ کی نعمت ہے کہ) اس سے بڑی نعمت ٹھنڈا پانی ہے (تو جب وہ پی لیتے ہو تو اس کے کھانے میں کیا حرج ہے)۔

Marfat.com

باب ۴۶

کھانوں کا بیان

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''بہترین کھانا سرکہ اور زیتون ہے۔'' اور ایک روایت میں ہے کہ: ''جس گھر میں سرکہ ہو وہ گھر نادار نہیں۔''

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو پیاز کھانا بے حد پسند تھا کہ اس کے کھانے سے زمین کا پانی نقصان نہیں دیتا۔''

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ: ''نبی کریم ﷺ کو لوکی (کدو) بے حد پسند تھا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے یہ دیکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو کدو بہت پسند ہے میں بھی اس وقت سے اسے پسند کرتا ہوں۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ: ''انار کا جو پھل بھی باردار ہوتا ہے وہ جنت کے پانی کے ایک قطرے سے ہوتا ہے۔'' اس لیے حضرت علیؓ انار کے گودے کے کھانے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ کہ یہ معدے کی اصلاح کرتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ: ''نبی کریم ﷺ کو پھلوں میں سے تربوز، خربوزہ اور پکی کھجوریں بہت پسند تھیں اور کھانوں میں سے لوکی کا شوربہ۔''

حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ: ''میں ایک دفعہ خدمت اقدس ﷺ میں حاضر ہوا تو میں نے آپؐ کے دست مبارک میں بہی دیکھی آپؐ نے بہی میرے سامنے ڈالتے ہوئے فرمایا: ''اے ابومحمد! اسے کھایا کرو کہ یہ دل کو تازہ دم رکھتا ہے۔''

Marfat.com

وہب ابن منبہ کہتے ہیں کہ: ''میں نے ایک کتاب میں خربوزہ کے بارے میں پڑھا کہ یہ کھانا بھی ہے اور پانی بھی، پھل بھی ہے اور میوہ بھی، بوٹی بھی ہے اور خوشبو بھی۔ یہ معدہ درست رکھتا ہے، بھوک چمکاتا ہے، رنگت صاف کرتا ہے، ریڑھ کی ہڈی کا پانی بڑھاتا ہے۔''

ارشاد نبوی ہے کہ: ''خربوزہ، چار قسم کا ہوتا ہے، میٹھا، ترش، لذیذ اور کڑوا۔ تو جو میٹھا ہوتا ہے وہ گوشت پیدا کرتا ہے، لذیذ چربی بناتا ہے، ترش (پیٹ کے) کیڑے مارتا ہے اور کڑوا بواسیر ختم کرتا ہے۔

فقیہ ابواللیث فرماتے ہیں کہ: ''آدمی اپنے گھر والوں پر کھانے پینے کی چیزوں پر کشائش کرے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ''رب تعالیٰ سرسبز اور کشادہ گھر کو پسند فرماتے ہیں۔''

اسی بنا پر حسن بصری گھر والوں پر کھانے پینے کی وسعت کرنے کو اسراف شمار نہ کرتے تھے۔

Marfat.com

باب ۴۷

لہسن کھانے کا بیان

بعض نے اس کے کھانے کو مکروہ جبکہ بعض نے مباح قرار دیا ہے۔ پہلے فریق کی دلیل یہ ارشاد نبوی ہے کہ: ''جس نے یہ گندی سبزی (یعنی لہسن کی سبزی) کھائی وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے جب تک کہ منہ سے اس کی بدبو ختم نہ ہو جائے۔''

یہی مضمون ایک دوسری روایت میں بھی آتا ہے کہ لہسن کھا کر فوراً مسجد نہیں چلے آنا چاہیے کہ اس کی بدبو نمازیوں کو تکلیف دیتی ہے۔

بہرحال نبی کریم ﷺ کے ان ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی اچھی سبزی نہیں۔ اور اس کے کھانے کو مباح کہنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ کی خدمت میں سالن بھیجا گیا جو لہسن میں پکایا گیا تھا تو آپ نے وہ لہسن والا سالن حضرت ابوایوبؓ کو بھیج دیا۔ انہوں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! کیا میں وہ سالن کھاؤں جو آپ کو پسند نہ تھا۔ فرمایا: ''میں اس لیے اسے کھانا پسند نہیں کرتا کیونکہ مجھے جبرئیل سے بات کرنی ہوتی ہے اور وہ اس کی بو کو پسند نہیں کرتے۔''

ابن سیرین حضرت ابن عمرؓ کے لیے لہسن والا کھانا یوں تیار کرتے تھے کہ اس کی ڈلیاں ایک دھاگے میں پرو دیتے اور اسے سالن میں ڈال دیتے۔ جب سالن پک جاتا تو دھاگا اور لہسن کی ڈلیاں نکال لیتے تھے۔

بہرحال فقیہ ابواللیثؒ اکابرین سے نقل کرتے ہیں کہ لہسن کھانا مباح ہے۔

Marfat.com

باب ۴۸

مروت کا بیان

مروت وشرافت آدمیت کے کمال میں سے ہے۔ ارشاد نبوی ہے جسے لوگوں کا عامل بنایا گیا اور اس نے لوگوں پر نہ تو ظلم کیا اور نہ ان سے جھوٹ بولا۔ اور نہ ان سے وعدہ خلافی کی تو اس نے اپنی شرافت ومروت کو کامل کر لیا۔ اور اس کی انصاف پروری اور عدل گستری ظاہر ہوگئی۔ اس کے ساتھ بھائی چارہ رکھنا لازمی ہوگیا اور اس کی غیبت کرنا حرام ہوگئی ابن زید نے ایک دھقان سے (یہ کافر لوگ تھے) پوچھا کہ: ''تمہارے ہاں مروت کس کو کہتے ہیں؟

بولا چار باتوں کو:

۱۔ بندہ گناہ سے دور رہے کہ جو گناہ کرتا ہے وہ رسوا ہوجاتا ہے اور اس کا وقار اور شرافت جاتی رہتی ہے۔

۲۔ اپنے مال کی حفاظت کرے اسے برباد نہ کرے کہ جو اپنا مال برباد کر بیٹھتا ہے وہ دوسرے کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے کہ اس سے بھی مروت جاتی رہتی ہے۔

۳۔ اپنے گھر والوں کی ضروریات پوری کرے کہ جو اپنے گھر والوں گھر والوں کو دوسروں کا دست نگر بناتا ہے وہ بھی بے مروت ہے۔

۴۔ اور وہی کھائے پیئے جو موافق آئے، ناموافق چیزیں نہ کھائے۔ کہ یہ بھی کمال مروت میں سے ہے۔

Marfat.com

قیس بن ثابت بن ساعدہ قیصر روم کے پاس آتے جاتے تھے ایک دفعہ قیصر نے ان سے چند سوالات کیئے جو یہ ہیں:

قیصر: سب سے عمدہ عقل کون سی ہے؟

قیس: آدمی کا خود کو پہچاننا۔

قیصر: سب سے افضل علم کون سا ہے؟

قیس: جو بات نہ جانتے ہوں اس کی بابت خاموش رہنا۔

قیصر: سب سے اچھا مال کون سا ہے؟

قیس: جس سے حقوق ادا کیے جاتے ہوں۔

ربیعہ رائے کہتے ہیں:

چھ باتیں مروت میں سے ہیں جن میں سے تین کا تعلق حضر سے اور تین کا سفر سے ہے:

سفر سے متعلقہ تین باتیں یہ ہیں:

۱۔ قرآن کی تلاوت کرنا۔

۲۔ مسجدیں آباد کرنا۔

۳۔ اور اللہ کے لیے بھائی چارہ قائم کرنا۔

اور حضر سے متعلقہ تین باتیں یہ ہیں:

۱۔ توشہ (دوسروں پر) خرچ کرنا۔

۲۔ ہمراہیوں سے کم جھگڑنا۔

۳۔ اور بغیر گناہ کی بات کیے ہنسی مزاح کرنا۔

ایک حجام نے حسن بصری کی مونچھیں کاٹ ڈالیں تو انہوں نے اسے ایک درہم دیا۔ لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: تم لوگوں پر تنگی نہ کرو وگرنہ تم پر بھی تنگی کی

Marfat.com

جائے گی۔

محمد بن حسن کہتے ہیں: ''تین باتیں کمینگی میں شمار ہوتی ہیں:

۱۔ حجام کی اجرت کی شرط لگانا۔

۲۔ حجام کی دکان کے شیشے میں منہ دیکھنا۔

۳۔ وزن کی شرط لگا کر روٹی قرض پر دینا۔

کہتے ہیں کہ راستوں میں اور دکانوں پر باتیں کرنے کے لیے بیٹھنا خلاف مروت ہے۔

کسی عقل مند سے پوچھا گیا کہ مروت کیا ہے؟ تو کہنے لگا دروازہ کھلا رکھنا، کھانا کھلانا، اور لوگوں کی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے کمر بستہ رہنا۔''

حسن بصری کہتے ہیں چار باتیں مروت میں سے ہیں۔

۱۔ سچی زبان

۲۔ بھائیوں دوستوں کی لغزشوں کو برداشت کرنا

۳۔ لوگوں سے نیکی کرنا

۴۔ اور دور نزدیک کے پڑوسیوں سے اذیت کو دور کرنا۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: ''میں جانتا ہوں کہ عرب کب ہلاک ہوں گے؟ پوچھا گیا کہ کب؟ فرمایا: ''جب ان کے امور سیاست ان لوگوں کے ہاتھوں میں آجائیں گے جن کی نہ جاہلیت میں عزت تھی اور نہ وہ اسلام میں باعزت تھے۔'' اور نہ وہ اسلام میں تقویٰ والے ہوں گے۔

راوی کہتے ہیں کہ امیر المومنین نے بالکل سچ کہا کہ جب تک مسلمانوں کے امور خلفائے اربعہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ جیسے لوگوں کے ہاتھوں میں رہے جو اسلام میں تقویٰ والے تھے وہ ہلاک نہ ہوئے اور جب حضرت

Marfat.com

معاویہؓ جیسے لوگوں کے ہاتھوں میں امور اسلام آئے جن کی جاہلیت میں بڑی عزت وشرافت تھی تب بھی مسلمان سلامتی میں رہے۔ لیکن جب امور یزید جیسے لوگوں کے ہاتھوں میں آگئے جن کی نہ جاہلیت میں عزت تھی۔ اور نہ وہ اسلام میں تقویٰ والے تھے تو ہلاک ہو گئے، بعض حکماء کا قول ہے کہ مروت وشرافت دو باتوں سے مکمل ہوتی ہے:

۱۔ جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اس سے بے نیاز ہو جانا۔

۲۔ اور ان کی لغزشوں سے درگزر کرنا۔

Marfat.com

باب ۴۹

عقل کا بیان

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ''علم انسان کا دوست اور عقل اس کی رہنما ہوتی ہے۔ بردباری اس کا وزیر اور عمل اس کا قائد ہوتا ہے، صبر اس کے لشکروں کا کمانڈر، نرمی اس کا باپ اور نیکی اس کا بھائی ہوتا ہے۔''

آپ نے اپنے بیٹے حسن سے فرمایا: ''جو ہر روز ملتا ہو اس سے چھپا نہ کرو کہ اگر وہ تم سے بڑا ہے تو تمہارے باپ کے مثل ہے۔ ہم عمر ہے تو بھائی کے مثل ہے اور اگر چھوٹا ہے تو بیٹے کے مثل ہے۔''

کسی عقل مند سے سوال کیا گیا کہ عقل مند کون ہے؟

کہنے لگا، ''وہ تنہائی میں بھی ایسا کام نہ کرے جسے کرتے ہوئے وہ لوگوں سے شرمائے۔''

یہی مضمون ایک حدیث میں بھی آتا ہے کہ پہلی نبوتوں کا آخری بچا ہوا کلام یہ ہے کہ: ''جب تم میں حیاء نہ رہے تو جو چاہے کر۔''

حکیم لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: ''اچھے طریقے سے حاجت طلب کرنا نصف علم ہے، لوگوں سے محبت کرنا نصف عقل ہے، کمانے میں تدبیر کرنا آدھی کمائی ہے۔''

کہتے ہیں کہ آٹھ آدمی ایسے ہیں کہ اگر ان کی اہانت کی جائے تو وہ صرف اپنے

Marfat.com

آپ کو ہی ملامت کریں۔

۱۔ بن بلایا مہمان

۲۔ گھر کے مالک پر حکم چلانے والا

۳۔ دشمنوں سے بھلائی کی توقع رکھنے والا

۴۔ کمینے سے احسان کا طالب

۵۔ بنا پوچھے دو گفتگو کرنے والوں کے بیچ جا گھسنے والا

۶۔ بادشاہ کو تحقیر کرنے والا

۷۔ ایسی مجلس میں بیٹھنے والا جہاں بیٹھنے کا وہ اہل نہ ہو

۸۔ ایسے آدمی کو بات سنانے والا جو اس کی بات سننے کو ہی تیار نہ ہو

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''عقل مند کو چاہیے کہ وہ ان باتوں کے سوا کسی اور طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھے:

۱۔ روزی کی اصلاح۔

۲۔ آخرت کی تیاری کے لیے گوشہ نشینی

۳۔ حلال لذت۔''

عقل مند کو دن کے چار حصے کر لینے چاہئیں:

۱۔ ایک حصہ میں اپنے رب سے مناجات کرے

۲۔ ایک حصہ میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے

۳۔ ایک حصہ میں اہل علم اور دینداروں کے پاس جا بیٹھے جو اسے دین کے امور میں خیر کی نصیحت کریں

۴۔ اور ایک حصہ میں اپنے نفس کا خیال رکھے اور خود کو حلال لذتوں سے متمتع کرے۔

Marfat.com

باب ۵۰

آداب کا بیان

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: ”پہلے ادب سیکھو پھر علم حاصل کرو۔“

ابو عبداللہ بلخیؒ کا قول ہے کہ: ”آداب نفس علم کے آداب سے بھی بڑے ہیں اور علم کے آداب عمل کے آداب سے بھی بڑے ہیں۔

ابن مبارک کہتے ہیں: ”جب مجھے یہ بتلایا جاتا ہے کہ فلاں کے پاس اولین وآخرین کا علم ہے مگر وہ آداب نفس سے عاری ہے تو مجھے اس سے نہ ملنے کا کوئی افسوس نہیں ہوتا۔ لیکن جب میں کسی کے بارے میں سنتا ہوں کہ وہ آداب سے آراستہ ہے تو مجھے اس سے نہ ملنے کا افسوس ہوتا ہے۔

کہتے ہیں کہ اسلام کی مثال ایک شہر جیسی ہے جس کے پانچ قلعے ہوں۔ ایک سونے کا، دوسرا چاندی کا، تیسرا لوہے کا، چوتھا پختہ اینٹ کا اور پانچواں کچی اینٹ کا۔ پس جب تک دوسرے قلعے والے اس مٹی سے بنے قلعے کا خیال رکھتے رہیں گے دشمن ان کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھے گا۔ لیکن جب وہ اس قلعے کا خیال چھوڑ دیں گے تو دشمن اسے برباد کردے گا پھر دوسرے کی باری آئے گی ہوتے ہوتے سب قلعے برباد ہوجائیں گے۔

اسی طرح اسلام میں پانچ چیزیں ہیں جو پانچ قلعوں کی مانند ہیں۔ پہلا قلعہ یقین ہے، پھر اخلاص ہے، پھر ادائیگی فرائض، پھر سنن کا اہتمام اور پھر آداب کی پابندی

Marfat.com

ہے۔ پس جب تک بندہ آداب کی نگہداشت کرتا رہتا ہے شیطان سے محفوظ رہتا ہے۔ اور اس میں طمع نہیں رکھتا۔ لیکن جب وہ آداب کو برباد کر دیتا ہے تو شیطان سنن میں طمع کرنے لگتا ہے۔ یوں ہوتے ہوتے وہ سب باتوں کو برباد کر دیتا ہے۔

اس لیے آدمی کو چاہیے کہ نماز وضو وغیرہ عبادات سے لے کر خرید وفروخت تک زندگی کے جملہ امور میں آداب کا خیال رکھے۔

Marfat.com

باب ۵۱

وضو اور نماز کے آداب

علماء نے وضو کے یہ آداب بیان کیے ہیں کہ اگر وضو سے پہلے بیت الخلا جانے کی حاجت ہو تو پہلے وہاں جائے۔ بیت الخلاء میں بایاں پاؤں رکھ کر داخل ہو اور یہ دعا پڑھیے:

اللهم انى اعوذبك من الرجس والنجس الخبيث المخبث من الشيطان الرجيم۔

''اے اللہ! میں تجھ سے شیطان مردود سے پناہ مانگتا ہوں جو ناپاک، گندگی، نجاست، خباثت اور سراپا خباثت ہے۔''

ارشاد نبویؐ ہے کہ: ''ان حاجت براری کی جگہوں پر شیاطین حاضر ہوتے ہیں۔''

بائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا مکروہ ہے کیونکہ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

اور یہ مضمون متعدد روایات میں آتا ہے۔ کہ آپؐ داہنے ہاتھ سے تو شرافت والے کام جیسے کہ پانی پینا وغیرہ کرتے تھے۔ جبکہ بائیں ہاتھ سے استنجاء کرتے تھے۔

ان روایات کی روشنی میں آدمی کو چاہیے کہ وہ استنجاء اور ناک کی صفائی بائیں ہاتھ سے ہی کرے الا یہ کہ بائیں ہاتھ میں کوئی تکلیف نہ ہو۔

سورج اور چاند کی طرف منہ کر کے ستر بھی نہ کھولے۔

اور قبلہ رو ہو کر بول و بزار بھی نہ کرے۔ اور اس وقت میں کسی سے بات بھی نہ

Marfat.com

کرے کیونکہ اس وقت فرشتے حجاب کرتے ہوئے اس سے ہٹ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ لہٰذا جب وہ کوئی بات کرے گا تو وہ فرشتوں کو بیت الخلاء وغیرہ میں آکر لکھنے پر مجبور کرے گا۔

آدمی پیشاب کی چھینٹوں سے بھی بچے۔ ایک روایت میں ان سے بچنے کا حکم ہے اور ارشاد ہے کہ عموماً قبر کا عذاب ان چھینٹوں کی وجہ سے ہی ہوتا ہے۔

آدمی ستر اس وقت کھولے جب زمین کے قریب ہو گیا ہو۔ اس لیے جہاں تک ہو سکے ستر میں رہے کہ احادیث میں اس کا حکم ہے۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! جب آدمی اکیلا ہو تو کیا حکم ہے؟ فرمایا: ''اس وقت خدا اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ (اس سے پردہ کیا جائے اور) اس سے حیا کی جائے دوسرے تمہارے ساتھ دو فرشتے بھی تو ہوتے ہیں۔ جب وہ تمہیں کوئی تکلیف نہیں دیتے تو تم بھی ان کو کوئی تکلیف مت دو۔''

باہر نکلتے وقت پہلے دایاں پاؤں باہر رکھے اور یہ دعا پڑھے۔

الحمد لله الذی اخرج عنی ما یوذینی وامسك علی ما ینفعنی۔

''سب تعریفیں اس ذات کی ہیں جس نے مجھے تکلیف دہ بات سے باہر نکالا اور مجھے نفع بخش چیز عطا فرمائی۔''

پھر جب وضو کرنے لگے تو یہ دعا پڑھے۔

بسم الله الحمد لله الذی جعل الماء طهورا۔

''شروع اللہ کے نام سے اور سب تعریفیں اس اللہ کی ہیں جس نے پانی کو پاکیزگی کا ذریعہ بنایا۔''

کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''جس نے وضو کرتے وقت بسم اللہ پڑھی اس نے اپنا وضو پورا کیا اور اپنے جسم کو پاک کیا۔ اور جس نے بسم اللہ نہیں پڑھی نہ اس

Marfat.com

۔نے وضو پورا کیا اور نہ جسم پاک کیا۔''

اور ایک روایت میں ہے: ''جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں اور جس نے بسم اللہ نہیں پڑھی اس نے وضو نہیں کیا۔''

وضو کرتے وقت انگلیوں میں خلال کرے اور پیروں کی ایڑیوں کا خیال کرے کہ انہیں اہتمام سے دھوئے ان کے ترک پر شدید وعید آئی ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے: ''ان ایڑیوں کے لیے جہنم کی آگ کی ہلاکت ہے۔''

آپؐ نے یہ ان لوگوں کو فرمایا تھا جنہوں نے عجلت میں وضو کیا اور ایڑیاں خشک رہنے دیں جنہیں دیکھ کر آپ نے ناراضی کا اظہار فرمایا اور یہ وعید ارشاد فرمائی۔

ارشاد نبویؐ ہے کہ: ''خلال کرنے والے بہت اچھے ہیں۔'' عرض کیا گیا: یارسول اللہ! یہ کون ہیں؟ فرمایا: ''جو کھانا کھا کر خلال کرتے ہیں اور جو وضو کرتے وقت پانی سے خلال کرتے ہیں۔''

وضو سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھنا مستحب ہے:

سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك واشهد ان محمدا عبدك ورسولك۔

اس دعا کی بے شمار فضیلتیں آئی ہیں حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں ذکر ہے کہ جو وضو کر کے یہ دعا پڑھتا ہے اس کے لیے رحمت کے دواز ے کھول دیئے جاتے ہیں۔

آدمی پوری طرح متوجہ ہو کر وضو کرے، بلاضرورت دوران وضو کسی سے بات نہ کرے کیونکہ وہ وضو کر کے رب کی زیارت کرنے چلا ہے۔

مسجد میں بڑے ادب سے داخل ہو، پہلے دایاں پاؤں اندر رکھے اور یہ دعا پڑھے:

بسم الله اللهم افتح لی ابواب رحمتك واغفرلی ذنوبی

Marfat.com

واغلق عنی ابواب سخطك۔

''شروع اللہ کے نام سے اے اللہ! مجھ پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے، میرے گناہ بخش دے اور مجھ پر اپنی ناراضی کے دروازے بند کردے۔''

نماز خشوع وخضوع سے ادا کرے، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ○ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ.

(المومنون ۱۔ ۲)

''بامراد ہوئے وہ ایمان والے جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔''

نماز میں دائیں بائیں نہ دیکھے کہ اس وقت آدمی رب ذوالجلال کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نامی صحابی کی نماز کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ اپنی نگاہ کو سجدہ کی جگہ سے نہیں ہٹاتا۔''

نماز نیت حاضر کرکے اور یہ جان کر شروع کرے کہ وہ کون سی نماز ادا کرنے چلا ہے۔ کیونکہ بغیر نیت کے نماز جائز نہیں۔ نماز سے فارغ ہوکر اپنے لیے اولاد کے لیے والدین کے لیے اور سب مومن مرد وعورت کے لیے دعا کرے۔ مسجد کی تعظیم کرے۔ مسجد میں فضول کام یا خرید وفروخت نہ کرے اور نہ آواز بلند کرے اور جھگڑنے کا تو سوال ہی نہیں۔ مسجد میں کسی قسم کی گندگی اور نجاست لے کر داخل نہ ہو۔

Marfat.com

باب۵۲

سونے کے آداب

جب آدمی سونے لگے تو وضو کر کے سوئے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:
''جو آدمی وضو کر کے سوتا ہے تو اس کی بنیان وغیرہ میں ایک فرشتہ رات گزارتا ہے، پس جب بندہ رات کی کسی گھڑی میں جاگتا ہے تو وہ فرشتہ کہتا ہے: اے اللہ! اس بندے کو بخش دے کہ یہ وضو کر کے سویا تھا۔''

ہو سکے تو ہمیشہ وضو کر کے سوئے۔ ارشاد نبوی ہے کہ: ''اگر تمہیں باوضو موت آ گئی تو تم شہادت سے نہ چوکو گے۔''

رب تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے ارشاد فرمایا کہ: ''اے موسیٰ! اگر تمہیں بے وضو حالت میں کوئی مصیبت آ پہنچے تو خود کو ہی ملامت کرنا۔''

کہتے ہیں کہ جب مومن سو جاتے ہیں تو ان کی روحیں آسمان کی طرف چڑھتی ہیں۔ پس جو ان میں سے باوضو سویا ہوتا ہے اس کی روح کو سجدہ کرنے کی اجازت مل جاتی ہے جبکہ بے وضو کی روح کو اجازت نہیں ملتی۔''

داہنے پہلو پر لیٹے کہ یہ مستحب ہے۔ اور ہو سکے تو لیٹتے وقت قبلہ رخ لیٹے۔
سوتے وقت یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔

بسم الله الذی لا یضر مع اسمه شیء فی الارض ولا فی السماء وهو السمیع العلیم۔

Marfat.com

''شروع اللہ کے نام سے جس کے نام کے ساتھ زمین و آسمان میں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اور وہ سننے اور جاننے والا ہے۔''

اور مستحب ہے کہ بیدار ہو کر یہ دعا پڑھے:

الحمد لله الذی احیانی بعد ما اماتنی والیه النشور۔

''سب تعریفیں اس خدا کی ہیں جس نے مجھے موت دینے کے بعد زندگی دی اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

جس نے یہ دعا پڑھ لی اس نے رات کا شکر ادا کر دیا۔

علماء نے دن کے آغاز میں اور مغرب اور عشاء کے درمیانی وقت میں سونا مکروہ لکھا ہے۔ البتہ قیلولہ کرنا مستحب ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے اپنے ایک بیٹے کو دن کے شروع میں سوتے دیکھا تو جھنجھوڑ کر بیدار کر دیا اور کہا: ''کھڑا ہو خدا تیری آنکھوں کو نہ سلائے کیا تو ایسے وقت میں سوتا ہے جب روزیاں بانٹی جاتی ہیں کیا تم نے عربوں کا یہ محاورہ نہیں سن رکھا کہ اس وقت کا سونا بدن کو سست بوڑھا اور درماندہ بنا دیتا ہے اور آدمی اپنے ضروری کاموں کو بھول جاتا ہے۔ پھر فرمایا: ''نیند تین قسم کی ہوتی ہے۔ ا۔ خلق (جو کام بناتی ہے)

۲۔ خرق (جو کام بگاڑتی ہے)

۳۔ اور حمق (جو بے فائدہ ہوتی ہے) خلق وہ نیند ہے جو دوپہر کو کی جاتی ہے۔ فرق وہ نیند ہے جو چاشت (یعنی صبح) کے وقت ہوتی ہے اور حمق (یعنی بے فائدہ) وہ نیند ہے جو دن کے آخر میں کی جاتی ہے کہ اس وقت صرف احمق یا نشہ والا یا مریض ہی سوتا ہے۔

Marfat.com

باب ۵۳

کھانے کے آداب

کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا مستحب ہے کہ اس میں برکت ہوتی ہے۔ حضرت سلمان فارسی کہتے ہیں کہ میں نے تورات میں پڑھا کہ: ''کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا برکت ہے۔'' جب میں نے خدمت نبوی میں اس کو عرض کیا تو فرمایا: ''کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا برکت ہے۔''

کھانا گرم ہو تو اسے ٹھنڈا ہونے دے جیسا کہ حدیث میں بھی آتا ہے اور کھانے کو سونگھے نہیں کہ یہ جانوروں کا کام ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے: ''کھانے کو درندوں کی طرح مت سونگھو اور نہ کھانے پینے کی چیزوں میں پھونک مارو کہ یہ بے ادبی ہے۔''

کھانا بسم اللہ پڑھ کے اور حلال مال سے کھائے کہ حلال کمائی پر بسم اللہ پڑھنے سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ کیونکہ جب آدمی حرام کمائی کے کھانے پر بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ اس کے کمانے کے وقت میں تیرے ساتھ تھا۔ تو میں اب بھی تیرے ساتھ اور اس میں شریک ہوں اور تجھ سے جدا نہ ہوں گا اور کھانے پر اونچی آواز سے بسم اللہ پڑھے تاکہ دوسروں کی یاددہانی کا سبب بنے۔

کھانا دائیں ہاتھ سے کھائے اور درمیان سے نہ کھائے کہ اس میں برکت نازل ہوتی ہے اور بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ پیئے کہ ایسا شیطان کرتا ہے۔ اور مل کر کھانے سے برکت ہوتی ہے۔

Marfat.com

اور اگر ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو یہ دعا پڑھ لے "بسم اللہ اولہ وآخرہ" اور جو ہر لقمے پر بسم اللہ پڑھتا ہے اس سے روز قیامت حساب نہ ہوگا۔

اور جب ابتداء میں بسم اللہ بھول جانے کے بعد بسم اللہ پڑھتے ہیں تو شیطان پچھلے سب کھائے کو قے کر دیتا ہے۔ ایک آدمی بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا۔ آپؐ نے اسے ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ اس نے ازرہ تکبر یہ کہا کہ میں دائیں ہاتھ سے نہیں کھا سکتا۔ تو آپؐ نے اس بے ادبی پر اسے بددعا دیتے ہوئے فرمایا کہ اب تو نہ کھا سکے گا۔ پھر عمر بھر وہ داہنے ہاتھ سے نہ کھا سکا۔

کھانے کے بعد انگلیاں اور برتن چاٹ لینا سنت ہے۔ اور فرشتے اس پر رحمت بھیجتے ہیں اور جو ایسا نہ کرے وہ جابر عجمیوں کی پیروی کرتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے انگلیاں چاٹنے کا حکم دینے کے بعد ارشاد فرمایا: تمہیں کیا معلوم کہ تمہارے کس کھانے میں برکت ہے۔

کہتے ہیں کہ برتن دعا دیتا ہے اگر اس کو چاٹ لیا جائے۔

اور ہاتھوں کو تولیہ وغیرہ سے انہیں چاٹنے کے بعد صاف کرے۔ حضرت ابن عباسؓ کھانے کے بعد تین مرتبہ انگلیاں چاٹتے تھے۔

ہاتھ سے گر جانے والے لقمہ کو بھی کھا لینا چاہیے۔ اور ایسا کرنے والوں کے حق میں نبی کریم ﷺ کی یہ بشارت ہے کہ ان کے رزق میں ہمیشہ وسعت رہے گی۔

ارشاد نبویؐ ہے: ''جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو وہ اسے اٹھا لے اور صاف کر کے کھا لے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔

اور جس برتن میں کھائے اسی برتن میں گٹھلیاں اور ہڈیاں وغیرہ نہ ڈالے کہ ایسا کرنے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔ بلکہ کسی الگ برتن میں یہ چیزیں ڈالے۔

کھانے کے بعد رب تعالیٰ کی حمد بیان کرے۔ ارشاد نبویؐ ہے: ''جس کھانے

Marfat.com

میں چار باتیں ہوں وہ کامل ہوتا ہے:

۱۔ وہ حلال ہو

۲۔ اسے بسم اللہ پڑھ کر کھایا جائے

۳۔ اسے کھانے والے زیادہ لوگ ہوں (یعنی مل کر کھایا جائے)

۴۔ اور فارغ ہونے کے بعد اس پر اللہ کی حمد بیان کی جائے۔"

کہتے ہیں کہ کھانے کے بعد جب تک دوسرے ساتھی بھی فارغ نہ ہو جائیں تب تک بلند آواز میں الحمدللہ نہ کہا جائے یہ گویا کہ انہیں مزید کھانے سے منع کرنا ہے۔

کھانے کے اول و آخر میں نمک چکھنا مستحب ہے کیونکہ یہ سنت ہے اور کہتے ہیں کہ ایسا کرنا ستر بیماریوں سے شفا ہے۔

مل کر کھانا اکیلے کھانے سے افضل ہے اور مل کر کھانا خدا کو محبوب ہے کہ مل کر کھانے والوں کو نبی کریم ﷺ نے برکت کی دعا دی ہے۔ ارشاد ہے: "بدترین آدمی وہ ہے جو اکیلے کھائے"

بہت پیٹ بھر کر کھانا مکروہ ہے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"کسی انسان نے پیٹ سے بڑھ کر برا برتن نہیں بھرا۔"

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: "ابن آدم کے لیے اتنے لقمے کھانا کافی ہے جس سے کمر سیدھی ہو جائے اور اگر کسی کو زیادہ کھانا ہی ہے تو پیٹ کا ایک تہائی کھانے کے لیے، ایک تہائی پینے کے لیے اور ایک تہائی سانس لینے کے لیے رکھے۔"

ایک روایت میں ہے: "ہر بیماری کی جڑ زیادہ کھانا ہے اور کم کھانا ہر (بیماری کی) دوا ہے۔"

کم کھانے کے بے شمار فوائد ہیں مثلاً:

بدن تندرست رہتا ہے، یادداشت قوی ہوتی ہے، عقل و فہم کو جلا ملتی ہے، نیند کم

Marfat.com

آتی ہے، آدمی سبک بدن رہتا ہے، جب کہ زیادہ کھانا کئی بیماریاں پیدا کرتا ہے۔

کہتے ہیں کہ اگر کم کھانے سے کوئی بیماری لاحق ہو تو وہ بہت جلد اور کم خرچ سے ٹھیک ہو جاتی ہے اور جو بیماری زیادہ کھانے سے ہو وہ بہت خرچ کر کے درست ہوتی ہے۔

کسی حکیم کا قول ہے کہ تین قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ جنہیں لوگ ان سے کسی قسم کی تکلیف پہنچنے کے بغیر ہی سخت ناپسند کرتے ہیں۔ بخیل، متکبر، پیٹو (بسیار خوار اور پٹورا)

Marfat.com

باب ۵۴

دعوت قبول کرنے کا بیان

جب کوئی ولیمہ کے کھانے پر بلائے اس کا مال بھی حلال ہو اور وہاں کسی فسق وفجور کا انعقاد بھی نہ ہو تو اس دعوت کو قبول کر لینا چاہیے۔ البتہ اگر میزبان کا مال حرام ہو یا وہاں کسی گناہ کی مجلس کو قائم کیا گیا ہو تو ہرگز نہ جائے تا کہ انہیں یہ بات جتلا دے کہ وہ ان کے فسق وفجور پر ناخوش ہے۔

اور اگر وہاں جا کر کسی قسم کے فسق کا علم ہو تو اول انہیں اس سے روکے، نہ رکیں تو لوٹ آئے، کیونکہ اگر اس وقت وہ وہاں بیٹھا رہے گا تو وہ یہ سمجھیں گے یہ صاحب ہمارے اس ناشائستہ فعل پر خوش ہیں۔

اور ایسے ہی لوگوں کے لیے ارشاد نبویؐ ہے کہ: ''جو جن لوگوں کی مشابہت اختیار کرے گا، انہیں میں گنا جائے گا۔'' بعض لوگوں نے دعوت قبول کرنا واجب قرار دیا ہے کہ کسی کے لیے اس سے انکار کی اجازت نہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

''جس نے دعوت کو قبول نہ کیا اس نے ابوالقاسم کی نافرمانی کی۔''

عام علماء نے قبول دعوت کو سنت موکدہ کہا ہے نا کہ واجب۔

اگر ولیمہ میں امیر غریب سبھی ہوں تو جانا افضل ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''اگر مجھے پائے کی دعوت بھی دی جائے تو قبول کروں اور اگر ہدیہ میں پایہ بھی

Marfat.com

دیا جاؤں تو قبول کروں۔"

پہلی حدیث جس میں دعوت قبول کرنے والے کو نبی کریم ﷺ کا نافرمان کہا گیا ہے۔ان لوگوں کے بارے میں ہے جن میں اسلام سے قبل عداوت تھی اور آپ چاہتے تھے کہ ایک دوسرے کی دعوت کر کے باہمی الفت کا ماحول قائم کریں۔ اور دعوت قبول نہ کرنے میں ان میں عداوت کے جذبات کے دوبارہ بھڑک اٹھنے کا اندیشہ تھا۔ اس لیے آپؐ نے ان لوگوں پر دعوت قبول کرنے کو واجب قرار دیا۔

البتہ جہاں ایسی کسی بات کا اندیشہ نہ ہو وہاں آدمی کو دعوت قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہوگا۔لیکن قبول کرنا پھر بھی افضل ہے۔ کیونکہ اس میں ایک مسلمان کو خوش کرنا ہے۔

اور ایک دفعہ دعوت قبول کر کے نہ جانا بہت برا اور جفا ہے اور وعدہ خلافی کی بھی ایک صورت ہے۔ البتہ کوئی صاف عذر ہوتو اور بات ہے۔ روزے سے ہوتو میزبان کو بتلا دو کہ میرا روزہ ہے۔

لیکن اگر وہ پھر بھی آنے پر اصرار کرے تو چلا جائے۔ پھر اگر تو نفلی روزہ ہو اور میزبان کو ناگوار خاطر بھی نہ ہو تو روزہ نہ توڑے اور اگر اسے ناگواری ہو تو اسے اختیار ہے چاہے، روزہ توڑ کر اس کی قضا دے لے اور چاہے نہ توڑے۔ البتہ روزہ توڑ دینا افضل ہے۔

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی ضیافت کی آپؐ کے ساتھ صحابہ بھی تھے۔ جن میں سے ایک صاحب کا روزہ تھا۔ تو آپؐ نے انہیں ارشاد فرمایا کہ: "اپنے بھائی کی دعوت قبول کر، اور روزہ کھول دے، اور اس کی جگہ ایک دن کی قضا دے لے۔"

Marfat.com

باب ۵۵

ضیافت کے آداب

مہمان کو چاہیے کہ جہاں میزبان بیٹھنے کو کہے وہیں بیٹھے۔ کیونکہ اپنے گھر کے پردے کے مقامات وہ دوسروں سے زیادہ جانتا ہے۔

کہتے ہیں کہ مہمان کے ذمے چار باتیں ہیں:

۱۔ جہاں میزبان کہے وہاں بیٹھے

۲۔ جو پیش کیا جائے وہ کھائے

۳۔ میزبان کی اجازت کے بغیر نہ اٹھے

۴۔ اور جاتے وقت اسے دعا دے۔"

نبی کریم ﷺ جاتے وقت میزبان کے لیے ان الفاظ کے ساتھ دعا کرتے تھے۔

افطرکم عندکم الصائمون واکل طعامکم الابرار وصلت علیکم الملائکۃ ونزلت الیکم الرحمۃ۔

"تمہارے پاس روزہ دار روزہ کھولیں۔ نیک لوگ تمہارا کھانا کھائیں اور فرشتے تم پر دعا نازل کریں اور تم پر رحمت نازل ہو۔"

مہمان کو چاہیے کہ وہ میزبان سے نمک اور پانی کے سوا کچھ نہ مانگے۔ اور کھانے سے عیب نہ نکالے اور جو پیش ہو کھالے اور اس پر خدا کا شکر ادا کرے۔ کہ یہی مہمان کے آداب ہیں۔

Marfat.com

دستر خوان پر اگر بڑی عمر کے لوگ بھی ہوں تو ان سے پہلے کھانا شروع نہ کرے۔ کہتے ہیں کہ: ''صدر مقام بادشاہ کا ہے اور شروع وہ کرے جو بڑی عمر کا ہو۔''

کہتے ہیں کہ ایک حکیم کو دعوت پر بلایا گیا تو اس نے تین شرطوں پر دعوت قبول کی:

۱۔ کھانے میں تکلف نہ کیا جائے

۲۔ میزبان خیانت نہ کرے

۳۔ اور ظلم نہ کرے۔

اب میزبان نے پوچھا تکلف سے کیا مراد ہے؟

حکیم: جو تیرے پاس نہیں اسے مہیا کر کے پکائے یہ تکلف ہے

میزبان: خیانت کیا ہے؟

حکیم: جو تیرے پاس موجود ہو اس کے پیش کرنے میں بخل کرے کہ خیانت ہے۔

میزبان: اور ظلم کیا ہے؟

حکیم: وہ یہ کہ گھر والوں کو بھوکا رکھ کے مہمان کی ضیافت کرے۔''

مہمانوں کو بلا کر انہیں دستر خوان پر بٹھائے ان کے ساتھ خود بھی بیٹھے اور ان کی خدمت بھی کرے کہ یہ بات مروت میں سے ہے۔ یہ تب ہے جب مہمان تھوڑے ہوں۔ اور اگر مہمان زیادہ ہوں تو ان کے ساتھ نہ بیٹھے بلکہ ان کی خدمت کرے۔ کہ تیرا ان کی خود خدمت کرنا بھی تو ان کا اکرام ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آنے والے تین مہمان فرشتوں کے بارے میں یہی تو ہے کہ ان کی خدمت آپ نے خود کی اور خود بچھڑا ذبح کر کے اور بھون کے لائے تھے۔

Marfat.com

میزبان کو چاہیے کہ وہ مہمانوں سے یہ کہے، جی! جی بھر کے کھایئے اور خوب پیجئے!۔

دوسرے میزبان کے کہنے سے بعض دفعہ مہمان خوش ہوجاتا ہے اور وہ زیادہ مزے سے کھانا کھاتا ہے البتہ میزبان کھانے پر اصرار نہ کرے کہ یہ برا ہے۔ مہمانوں کے پاس زیادہ خاموش بھی نہ بیٹھے کہ انہیں وحشت ہوگی۔ اور ان سے اٹھ کر کہیں نہ جائے کہ یہ جفا ہے۔

مہمانوں کی موجودگی میں نوکروں اور ملازموں کو ڈانٹے بھی نہیں۔ کیونکہ مہمانوں کے سامنے خندہ روئی اور شیریں گفتاری سب سے بڑا اکرام ہے۔

مہمانوں کے ساتھ ایسا آدمی نہ بٹھائے جس سے انہیں گرانی ہو کہ اس سے کھانا بے لذت اور بدمزا ہوجائے گا۔ اور جب کھانے سے فراغت کے بعد مہمان جانے کی اجازت مانگیں تو انہیں مت روکے وگرنہ وہ پریشان ہوں گے۔ اس لیے محمد بن سیرین فرمایا کرتے تھے کہ: ''مہمان کا اکرام ایسا مت کرو کہ وہ تنگ پڑ جائے۔''

کہتے ہیں کہ کسی حکیم نے ان تین شرطوں پر ضیافت قبول کی:

۱۔ مجھے زہر نہ کھلانا

۲۔ میرے ساتھ کسی ایسے کو نہ بٹھلانا جو تمہیں تو محبوب ہو پر مجھے مبغوض ہو۔

۳۔ اور مجھے قید میں بند نہ کردینا۔

جب وہ حکیم دعوت پر پہنچے تو میزبان نے اس کے ساتھ ایک کم سن بچہ بٹھا دیا۔ اور جب وہ کھانے سے فارغ ہوگیا تو مزید کھانے پر شدید اصرار کرنے لگا۔ اور جب وہ جانے لگا تو گھڑی بھر اور ٹھہرنے کو کہہ دیا۔ اس پر اس حکیم نے کہا کہ تم نے تینوں شرطیں توڑ ڈالیں کہ:

ایک تو مجھے مزید کھانے پر مجبور کیا جو زہر کے درجے میں ہے۔

Marfat.com

دوسرے میرے ساتھ نابالغ بچہ بٹھادیا جو مجھے اچھا نہیں لگا۔

تیسرے جاتے وقت مجھے روک لیا گویا کہ مجھے اپنے گھر میں بند کر دیا۔"

جب دعوت پر کچھ لوگ تو آجائیں اور کچھ متاخر ہوں تو حاضر کھانا پیش کیے جانے کے زیادہ مستحق ہیں۔

کہتے ہیں کہ تین چیزیں بیماری کا سبب بن جاتی ہیں۔

۱۔ دیر سے پہنچنے والا قاصد

۲۔ نہ جلنے والا چراغ

۳۔ اور وہ کھانا جس پر کسی کا انتظار کیا جا رہا ہو۔"

میزبان کو چاہیے کہ وہ کھانا پیش کرنے سے پہلے مہمانوں کے ہاتھ دھلوادے کہ یہ مروت میں سے ہے۔

کھانے کے آخر میں سب کے ہاتھ دھلوائے اور ہر دفعہ سلفچی خالی نہ کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "سلفچیوں کو بھرا کرو اور مجوس کی طرح نہ کیا کرو۔"

کہتے ہیں کہ ہر دفعہ سلفچی خالی کرنا عجمیوں کی عادت ہے۔

لیکن یہ حکم ہر زمانہ کے اعتبار سے ہے کہ پہلے لوگ صرف روٹی اور کھجور کھاتے تھے اس لیے ان کی دھوون میں چکنائی نہ ہوتی تھی لیکن آج کل لوگ طرح طرح کے کھانے کھاتے ہیں جن میں چکنائی بھی ہوتی ہے تو اگر سلفچی بھری ہوگی جس میں چکنائی ملی دھوون ہوگی اور اس کا پانی کسی کے کپڑوں پر گر گیا تو وہ اس کے کپڑوں کو گندا کر دے گا۔ اس لیے سلفچی کو ہر دفعہ خالی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

میزبان کو چاہیے کہ وہ مہمان کے لقموں کو گھور گھور کر نہ دیکھے کہ یہ بے ادبی ہے۔

اور مہمان کو بار بار ادھر جھانک کر نہیں دیکھنا چاہیے جہاں سے کھانا آتا ہے یا جہاں کھانا لگا ہے کہ یہ مکروہ ہے۔

Marfat.com

باب ۵۶

خلال کا بیان

ابن سیرین سے روایت ہے کہ: ''حضرت ابن عمرؓ خلال کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ خلال ترک کرنے سے داڑھیں کمزور پڑ جاتی ہیں۔

حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ: ''خوبانی کو پانی سے نہ دھویا کرو کہ اس سے برص کی بیمار لگ جاتی ہے اور نرکل (نرسل۔ سرکنڈا) سے خلال نہ کیا کرو کہ اس سے دانتوں میں کیڑا لگ جاتا ہے۔

اوزاعی فرماتے ہیں کہ: ''آس[1] سے خلال نہ کیا کرو کہ اس سے عرق النساء[2] ہو جاتا ہے۔''

خلال کرتے ہوئے دانتوں سے جو کھانے کے ذرے نکلتے ہیں ان کو نگل لینا بھی جائز ہوتا ہے اور تھوک دینا بھی۔

جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ: ''نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کھانا کھایا پھر خلال کیا اور (پھر جو خلال سے کھانے کے ذرات نکلے ان کو) تھوک دیا اور جس کو اس نے زبان سے مل کر نکالا اس کو نگل لے، جس نے ایسا کیا تو اچھا کیا، اور جو ایسا نہ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔''

---

[1] آس: ایک خوشبودار پھل دار پودا بڑی الائچی کی مانند ہوتا ہے۔

[2] عرق النساء: یہ ران سے شروع ہونے والے جوڑوں کے درد کو کہتے ہیں۔

Marfat.com

اگر آدمی گوشت کھانے لگے تو مناسب ہے کہ اس سے پہلے دو تین روٹی کے لقمے کھالے تا کہ مسوڑھوں کی درزیں بند ہو جائیں گی ناز بو، آس، انار کی لکڑی اور کنگھی کے داندانوں سے خلال کرنا مکروہ ہے۔ البتہ کالے یا پیلے بید کے درخت سے خلال کرنا مستحب ہے۔

اگر کوئی کسی کے ہاں مہمان ہو تو وہ خلال کے ریزے باہر مت پھینکے کہ کسی کے کپڑوں کو گندا نہ کر دے البتہ وہ ریزے ہتھیلی وغیرہ میں جمع کر لے۔ جب ہاتھوں کے دھونے کے لیے سلفچی لائی جائے تو تب اس ریزش کو سلفچی میں گرا کر ہاتھ دھولے کہ ایسا کرنا عین مروت ہے۔

Marfat.com

باب ۵۷

پینے کے آداب

تین سانس میں اور بیٹھ کر پینا مستحب ہے۔ لیکن اگر کوئی ایک ہی سانس میں یا کھڑے ہوکر پیتا ہے تو کوئی حرج نہیں اس کی اباحت کے متعلق متعدد روایات آئی ہیں البتہ اس کے خلاف بھی روایات ہیں۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے: ''اونٹ کی طرح ایک ہی سانس میں پانی نہ پیا کرو ،دو یا تین سانسوں میں پیو اور پیتے وقت بسم اللہ پڑھو اور پی کر الحمد للہ کہو۔''

حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہوکر پینے سے منع فرمایا۔

نزال بن سبرہؓ کہتے ہیں: کہ میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا کہ آپ نے وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہوکر نوش فرمایا، پھر فرمایا لوگ کھڑے ہوکر پانی پینے کو مکروہ سمجھتے ہیں حالانکہ میں نے نبی کریم ﷺ کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے جیسا کہ میں نے (ابھی تمہارے سامنے) کیا۔''

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت رسالت مآب ﷺ کو کھڑے اور بیٹھے دونوں طرح پانی پیتے دیکھا ہے۔

نافع حضرت ابن عمرؓ کا قول نقل کرتے ہیں کہ: ''ہم کھڑے ہوکر پی بھی لیا کرتے

Marfat.com

تھے اور چلتے چلتے کھا بھی لیتے تھے۔''

جبکہ ابراہیم بن سعید حضرت ابوہریرہؓ سے اس کے خلاف نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: ''اگر کھڑے ہوکر پینے والا اس پر ملنے والے گناہ کو جان لے تو پیا پانی قے کر دے۔''

علامہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں:

جس نے بیٹھ کر پیا اس نے ادب کو ملحوظ رکھا اور خود کو ضرر و تکلیف سے بھی دور رکھا۔ شعبی کہتے ہیں کہ کھڑے ہوکر پینے کی کراہت بدیں وجہ ہے کہ یہ نری بیماری ہے اور ٹیک لگا کر کھانے کی ممانعت اس لیے ہے کہ کہیں پیٹ کی توند نہ نکل آئے۔ یعنی یہ ممانعت بطور شفقت کے ہے نا کہ تحریم کے طور پر ہے۔ جیسا کہ مشکیزہ کے منہ کو منہ لگا کر پینے کی ممانعت شفقت کے طور پر ہے کہ پانی میں موجود کوئی موذی چیز بن دیکھے پیٹ میں نہ چلی جائے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مشکیزے کے منہ سے منہ لگا کر پینے سے منع فرمایا ہے۔'' کیونکہ اس سے مشکیزے کا پانی بھی بدبودار ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

مجاہد کہتے ہیں کہ جگ اور برتن وغیرہ کے دستے (یعنی اس کی مٹھی) کی جانب سے اور برتن کے ٹوٹے ہوئے کنارے سے منہ لگا کر نہ پیا کرو۔ کہ ان دونوں جگہوں پر شیطان بیٹھتا ہے۔

Marfat.com

باب ۵۸

داہنی جانب کو بائیں جانب پر مقدم کرنے کا بیان

جب تمہارے دائیں بائیں چندلوگ بیٹھے ہوں اور انہیں کوئی مشروب پیش کرنے کی نوبت آجائے تو پہلے داہنی جانب والوں کو دو۔ کیونکہ داہنی جانب کو بائیں جانب پرفضیلت حاصل ہے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ میں داہنی جانب کو پسند فرماتے تھے۔ اورفرمایا جب تمہارے سامنے دورستے آجائیں۔ (اوردونوں تمہاری منزل کو جاتے ہوں) تو داہنے رستے کواختیار کرو۔"

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں مشروب کا ایک پیالہ لایا گیا، آپؐ نے اس میں سے نوش فرمایا: وقت آپؐ کے داہنی جانب ایک نوجوان لڑکا بیٹھا تھا جوشرکائے مجلس میں سے سب سے کم سن تھا جبکہ آپؐ کی بائیں جانب اکابر مشائخ تشریف رکھتے تھے۔آپؐ نے اس نوجوان سے فرمایا: "کیاتم مجھے اس بات کی اجازت دیتے ہو کہ میں (تمہارے بجائے کہ تم داہنی جانب ہونے کی بنا پر پہلے پینے کے زیادہ مستحق ہو) ان مشائخ کو دے دوں" اس نوجوان نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! آپؐ کے جھوٹے سے ملنے والے اپنے حصہ پر میں کسی کوترجیح نہ دوں گا۔" اس پر آپؐ نے وہ پیالہ پہلے اس داہنی جانب والے اس نوجوان کو دے دیا۔"

حضرت انسؓ سے بھی ایسا ہی ایک واقعہ منقول ہے کہ ایک دفعہ آپ کی بائیں جانب حضرت ابوبکرؓ جبکہ داہنی جانب ایک اعرابی تھا۔ آپؐ نے مشروب نوش فرمانے

Marfat.com

کے بعد اس اعرابی کو دیا تو اس نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! ابوبکر کو دے دیجئے!'' آپ نے فرمایا ''داہنا تو داہنا ہے۔''

ایک حدیث میں ہے کہ جب جوتی پہننے لگو تو پہلے دایاں جوتا پہنو اور جب اتارنے لگو تو پہلے بایاں اتارو۔'' اور فرمایا کوئی ایک جوتی پہن کر مت چلے۔ یا تو دونوں پہنے یا پھر دونوں اتار دے۔ یہ حدیث حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ لیکن ایک دفعہ ایسا ہوا کہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ چلی جارہی تھیں کہ ایک جوتے نے پاؤں زخمی کردیا۔ تو آپ ایک جوتی اتار کر دوسری ایک جوتی میں ہی چلنے لگیں اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا: میں ابوہریرہؓ کے قول کی مخالفت کروں گی۔''

علامہ سمرقندی فرماتے ہیں: ''بات یہ ہے کہ اگر تو کسی عذر کی بنا پر آدمی ایک جوتی میں چلے تو کوئی حرج نہیں وگرنہ مکروہ ہے تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔

Marfat.com

باب ۵۹

گھر سے نکلنے اور نیک صحبت اختیار کرنے کا بیان

گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھنا مستحب ہے:

بسم اللہ توکلت علی اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ.

علامہ سمرقندی فرماتے ہیں: ''ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ جب آپ آدمی ''بسم اللہ'' کہتا ہے تو ایک فرشتہ کہتا ہے ''ھدیت'' (تجھے ہدایت دی گئی) اور جب وہ کہتا ہے ''توکلت علی اللہ'' (تو فرشتہ کہتا ہے ''کفیت'' (تیری کفایت کی گئی) اور جب وہ کہتا ہے ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ'' تو فرشتہ کہتا ہے ''وقیت'' (تیری حفاظت کی گئی)۔

مستحب یہ ہے کہ گھر سے نکل کر آدمی اپنی نگاہ نیچی رکھے اور بلا ضرورت دائیں بائیں نہ دیکھے۔ کیونکہ نگاہ ہی تو شہوت ابھارتی ہے اس لیے اگر آدمی غافل ہوکر چلے گا تو راہ پڑی کسی چیز سے تکلیف بھی اٹھا سکتا ہے۔

راستے میں کوئی مسلمان ملے تو خندہ پیشانی کے ساتھ اس کا استقبال کرے، سلام کرے، اس کا حال پوچھے، دوست ہو تو اس کے ساتھ مصافحہ بھی کرے اور اس کے ہاتھ سے پہلے اپنا ہاتھ نہ چھڑائے اور مسکرائے کہ ارشاد نبوی ہے کہ: ''جو ایسا کرے اس کے گناہ (اس سے) جھڑ جاتے ہیں۔''

مناسب ہے کہ پیادہ رستہ سے ہٹ کر اور سوار رستہ کے بیچ میں چلے۔ یہ حکم شہر

Marfat.com

میں ہونے کا ہے۔ اور اگر کھلی فضا اور میدان ہو تو بیچ رستہ میں پیدل اور سوار ایک طرف کو ہو کر چلے۔

اگر عورت یا کافر سامنے آجائے تو درمیان رستہ کے سیدھا چلے۔

ان سب باتوں کا متعدد روایات میں ذکر آتا ہے:

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''جب رستہ میں تمہارے سامنے کوئی یہودی یا نصرانی آجائے تو اسے ایک جانب سمٹنے پر مجبور کرو۔''

اور ایک روایت میں ہے: ''راستہ کا بیچ عورتوں کا نہیں۔''

ایک سمجھ دار آدمی کو چاہیے کہ رستہ میں نہ تھوکے اور نہ رینٹھ چھینکے کہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔ مشائخ اور اہل خیر کی مجلس میں بیٹھنا مستحب ہے جبکہ بے ریش لڑکوں، بیوقوفوں اور بچوں کے ساتھ بیٹھنا مکروہ ہے کہ اس سے آدمی کا رعب جاتا رہتا ہے۔

آخرت کی یاد رکھنے اور موت کو سامنے رکھنے والوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا مستحب ہے جبکہ دنیا کے لالچیوں اور بس دنیا ہی کمانے کی فکر میں غرق رہنے والے لوگوں کے پاس بیٹھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ لوگ آدمی کا دل، دین اور زندگی تباہ کر دیتے ہیں۔

اگر بازار جانے کی ضرورت نہ ہو تو وہاں نہ جائے وگرنہ کم جائے۔ کیونکہ کہتے ہیں کہ بازار سرکش شیطان فطرت لوگوں کا اڈا ہوتا ہے۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ بازاروں میں بھیڑیے ہوتے ہیں جنہوں نے انسانوں جیسا لباس پہنا ہوتا ہے۔ بازار داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھنا مستحب ہے:

لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد، يحى ويميت وهو حى لا يموت بيده الخير وهو على كل شىء قدير۔

کہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ: ''جس نے یہ دعا پڑھ لی اسے بازار میں موجود ہر شخص کے بقدر دس نیکیاں ملیں گی۔''

Marfat.com

باب ۶۰

خرید وفروخت کا بیان

جب تک آدمی کو خرید وفروخت سے متعلقہ حلال وحرام کے احکام کا علم نہ ہو، اس وقت تک آدمی کا تجارت میں لگنا مناسب نہیں۔ اس لیے حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے، جو دین میں فقیہ نہ ہو، ہمارے بازاروں میں خرید وفروخت کرنے نہ آیا کرے۔ حضرت علیؓ فرمایا کرتے ہیں: ”جس نے مسائل سیکھے بغیر تجارت شروع کی وہ سود میں ڈوب گیا، پھر ڈوب گیا، پھر ڈوب گیا۔“

ارشاد نبوی ہے: ”خدا اس شخص پر رحم کرے جس نے بیع وشراء میں اور لین دین میں آسانی کی۔“

اور ایک روایت میں ہے کہ ”جس نے تنگدست کو مہلت دی یا اسے (حق واجب کو) بخش دیا تو رب تعالیٰ اسے اس دن اپنے عرش کا سایہ دیں گے جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا۔“

محمد بن سماک بازار داخل ہوتے وقت یہ کہا کرتے تھے: ”اے بازار والو! تمہارا بازار مندا، تمہارے سودے فاسد اور تمہارے پڑوسی حاسد اور تمہارا ٹھکانہ جہنم کی بھڑکتی آگ ہے۔“

یعنی جب تاجر جاہل اور سودی لین دین میں غافل ہو تو یہ وعید اس کے لیے ہے۔ البتہ جو تاجر حلال وحرام کے علم سے آراستہ اور تقویٰ سے مزین ہو وہ مجاہد ہے۔

Marfat.com

کیونکہ ایک روایت میں کسب حلال کو افضل جہاد قرار دیا گیا ہے۔

قتادہ کہتے ہیں: ”ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ سچا تاجر روز قیامت عرش کے سائے تلے ہوگا۔

اگر کوئی آدمی اپنی بیچی یا خریدی چیز کے سودے کو ختم کرنے کا مطالبہ کرے تو اس کی بات مان لینی چاہیے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”جس نے کسی (اپنی بیچی یا خریدی چیز پر) نام کے سودے کو واپس کیا رب تعالیٰ روز قیامت اس کی لغزش سے درگزر کرے گا۔“

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ خز کپڑے کی تجارت کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے ایک شخص کو خز کپڑا بیچا۔ بعد میں خریدار نے اس کو واپس کرنا چاہا تو آپ نے وہ کپڑا واپس لے لیا۔ پھر خادم سے فرمایا: ”میاں سامان اٹھاؤ چلو گھر چلیں۔ مجھے اس دکانداری کی کوئی حاجت نہ تھی میں نے تو دکان اس لیے کھولی تھی تا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے تحت داخل ہو جاؤں۔ جس نے کسی نادم کا سودا واپس کیا رب تعالیٰ روز قیامت اس کی لغزشوں سے درگزر فرمائیں گے۔ لو اب ان صاحب کا خریدا مال واپس لے کر میں اس بشارت کے تحت داخل ہو گیا ہوں۔“

اگر کوئی سودا خریدتے وقت دکاندار کسی چیز کے چکھنے کی تمہیں اجازت دے تو اسے نہ چکھنا کیونکہ وہ اس کی اجازت بیچنے کے لیے دے رہا ہے، ہوسکتا ہے کہ آگے چل کر تم دونوں میں سودا طے نہ ہو تو جو تم نے اس کی اجازت سے کھایا اور چکھا اس میں شبہ داخل ہو گیا اور اگر وہ اپنے سودے کی کوئی صفت بیان کرے جسے تم نے خریدنے کے بعد اس شے میں نہ پایا تو تمہیں وہ شے رکھنے یا واپس کرنے کا اختیار ہے۔

محض دکان چلانے کے لیے قسمیں کھانا مکروہ ہے۔ اسی طرح چیزیں بیچتے وقت ان پر بار بار درود پڑھنا اور یہ کہنا کہ جناب رسول اللہ ﷺ اس چیز کو پسند فرمایا کرتے

Marfat.com

تھے کہ ایسا کرنا اور کہنا مکروہ ہے۔

تاجر تجارت میں ایسا نہ لگے کہ فرائض ادا کرنا بھول جائے۔ جب نماز کا وقت آجائے تو دکان بند کر کے نماز ادا کرے تا کہ اس آیت کی نوید میں داخل ہو جائے۔

رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ . (النور :۳۷)

''(یہ) وہ لوگ ہیں جن کو خدا کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے اور نہ خرید وفروخت۔''

اس آیت کی تفسیر میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کا قول ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں ہے جو تجارت چھوڑ کر عبادت کرنے میں مشغول ہو گئے۔ جیسے اصحاب صفہ اور ان جیسے دوسرے لوگ۔ بعض کا قول ہے کہ یہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جو تجارت میں لگ کر بھی نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کرنے سے غافل نہ ہوئے۔ یہی حسن بصری کا قول ہے۔

علامہ سمرقندی فرماتے ہیں: ''میرے نزدیک دونوں فریق اس آیت کے تحت داخل ہیں۔

Marfat.com

باب ۶۱

امراء وحکام کی اطاعت کا بیان

جو والی گناہوں کا حکم نہ دیتا ہو اس کی اطاعت رعایا پر واجب ہے اس کی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ. (النساء ۵۹)

''خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی۔''

البتہ جو گناہ کے کام کا حکم دیتا ہو اس کی اطاعت واجب نہیں۔ البتہ اس کے خلاف خروج جائز نہیں۔ تاہم اگر وہ ظلم ڈھاتا ہو تو اس کو ظلم سے روکیں۔

بعض مفسرینؒ نے اُولِی الْاَمْر کی تفسیر میں یہ کہا ہے: ''یعنی اپنے امراء کی۔''

ارشاد نبوی ہے:

''سنو اور مانو چاہے ایک حبشی ہی تمہارا حاکم کیوں نہ ہو۔''

ایک روایت میں ہے جو اپنے حاکم میں کسی ناگوار بات کو دیکھے تو اس پر صبر کرے کیونکہ جو بھی جماعت کو ایک بالشت چھوڑ کر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا۔''

حضرت ابن عمرؓ کو جب یزید کے خلیفہ بنائے جانے کی خبر ملی تو فرمایا: ''اگر تو اس میں خیر ہوئی تو ہم اس پر راضی ہیں اور اگر اس میں شر ہوا تو صبر کریں گے۔''

بعض صحابہ کا قول ہے: ''جب امیر عدل سے کام لیتا ہے تو رعایا پر شکر واجب

Marfat.com

ہوتا ہے اور امیر کے لیے اجر۔ اور اگر امیر ظلم پر اتر آئے تو رعایا صبر کرے اور گناہ امیر کو ہوگا۔"

اور جب امراء نافرمانیوں کا حکم دیں تو ان کی اطاعت واجب نہیں کیونکہ ارشاد نبویؐ ہے: "رب کی نافرمانی میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں۔"

ایک روایت میں ہے: "جب تک آدمی کو گناہ کا امر نہ دیا جائے تو خوشی اور ناگواری دونوں میں اطاعت واجب ہے۔ اور جب گناہ کا امر کیا جائے تو نہ سننا ہے اور نہ ماننا۔"

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے ایک مہم روانہ کی اور ایک شخص کو ان کا امیر بنایا۔ ایک دن وہ اپنے ساتھیوں پر ناراض ہوگیا تو اس نے آگ جلا کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس میں داخل ہو جاؤ۔ بعض نے داخل ہونے کا ارادہ کرلیا۔ جبکہ بعض نے کہا: "ہم نے اس آگ سے بھاگ کر تو اسلام قبول کیا تھا۔ ہم اس میں ہرگز نہ داخل ہوں گے۔"

واپسی پر جب یہ ماجرا خدمت اقدس میں گوش گزار کیا گیا تو فرمایا: "اگر وہ آگ میں داخل ہوجاتے تو اس میں سے کبھی نہ نکل سکتے۔ خدا کی نافرمانی میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں۔ اطاعت صرف نیکی کے کاموں میں ہے۔"

حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے: "خدا (کبھی) کسی نافرمان کے ہاتھوں بھی اس دین کی مدد کردیتے ہیں۔"

حذیفہ بن یمان کہتے ہیں کہ: "رب تعالیٰ تم پر ایسے حکمران بھیجے گا جو تمہیں عذاب دیں گے اور خدا انہیں روز قیامت آگ کا عذاب دے گا۔"

ارشاد نبوی ہے: "عنقریب میرے بعد ایسے حکمران ہوں گے جو برے کام کریں گے۔ اور تمہیں ایسی باتوں کا حکم دیں گے جو تم جانتے نہ ہوگے، یہی وہ لوگ

Marfat.com

ہیں جن کی کوئی اطاعت نہیں (کی جائے گی)

زبیر بن عدی کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت انسؓ کے پاس جا کر حجاج کے مظالم کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا: ''صبر کرو کہ اب تم پر جو بھی حکمران آئے گا وہ پہلے سے بدتر ہی ہوگا۔ میں نے یہ بات نبی کریم ﷺ سے سنی ہے۔

Marfat.com

باب ۶۲

امراء سے انعامات لینے کا بیان

اگر سلطان کوئی تحفہ دے تو اس کے لینے یا نہ لینے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ جب تک اس بات کا علم نہ ہو جائے کہ بادشاہ نے یہ تحفہ حرام مال سے دیا ہے۔ اس کا لینا جائز ہے جبکہ بعض نے مطلق ناجائز کہا ہے۔

جو لوگ جواز کے قائل ہیں ان کی دلیل حضرت علیؓ کا یہ قول ہے: ''بادشاہ کے پاس حلال وحرام ہر قسم کا مال ہوتا ہے۔ پس وہ تمہیں جو دے وہ لے لو، اس نے تمہیں حلال مال سے ہی دیا ہوگا۔''

ایک حدیث میں ہے کہ: جسے بن مانگے کچھ ملے وہ اسے لے لے کہ یہ اسے خدا نے رزق دیا ہے۔''

اعمش بیان کرتے ہیں کہ: ''ابراہیم امراء سے ہدیے تحفے لینے میں کوئی حرج نہ سمجھتے تھے۔''

حبیب بن ابی ثابت کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ مختار بن ابی عبید کے ہدیے حضرت ابن عمر اور ابن عباسؓ کے پاس آتے تھے اور وہ انہیں قبول کر لیتے تھے۔

حسن بصری امراء کے ہدیے لے لیا کرتے تھے۔

امام ابو حنیفہ بھی اپنے استاد حماد سے روایت کرتے ہیں کہ ابراہیم نخعی اور ذر ہمدانی دونوں حلوان کے عامل زہیر بن عبداللہ ازدی سے اپنا اپنا انعام لینے جایا

Marfat.com

کرتے تھے۔

امام محمد کہتے ہیں: ''ہمارا مذہب یہی ہے کہ جب تک ہمیں معلوم نہ ہو جائے کہ بعینہ یہ چیز حرام ہے ہم حکام کے تحفے قبول کر لیتے ہیں۔ یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کا قول ہے۔

اور جو امراء کے تحفوں کو قبول کرنا مکروہ سمجھتے ہیں ان کی دلیل حضرت حبیب بن ابی ثابت کا یہ قول ہے کہ کسی امیر نے حضرت ابوذر غفاریؓ کے پاس کچھ مال بھیجا تو انہوں نے فرمایا: ''کیا اس امیر نے (میری طرح) ہر مسلمان کو ایسا ہی (اور اتنا ہی) مال بھیجا ہے؟ قاصد نے کہا کہ نہیں تو فرمایا: یہ مال اس امیر کے پاس واپس لے جاؤ پھر یہ آیت پڑھی۔

كَلَّا اِنَّهَا لَظٰى ○ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى . (المعارج ۱۵۔ ۱۶)

''ایسا ہرگز نہ ہوگا وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے کھال ادھیڑ ڈالنے والی۔''

ایک دفعہ حضرت ابوذر غفاریؓ مسجد کی دیوار پر سو رہے تھے۔ اتنے میں حضرت عثمانؓ وہاں سے گزرے اور انہیں سوتا دیکھ کر اپنے ایک خادم سے فرمایا: ''یہ دینار لو اور ان صاحب کے جاگنے کا انتظار کرو۔ جب یہ بیدار ہو جائیں تو دینار انہیں دے دینا، اگر تم سے یہ دینار انہوں نے لے لیے تو تم آزاد ہو یہ فرما کر حضرت عثمان تشریف لے گئے۔

خادم نے آگے بڑھ کر دینار پیش کیے مگر انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ غلام نے کہا: ''حضور! لے لیجئے کہ آپ کے قبول کرنے پر میں آزاد ہو جاؤں گا۔'' اس پر حضرت ابوذر غفاریؓ نے فرمایا: ''میں ان دیناروں کو ہرگز نہ لوں گا (جنھیں تم مجھے دے کر آزاد ہونے چلے ہو یاد رکھو) کہ ان کے لینے میں میری گردن غلام ہو جائے گی (یعنی میں ان کی جوابدہی کا غلام ہو جاؤں گا۔ اب فیصلہ تم کرو، کیا کوئی کسی کو غلامی سے

Marfat.com

نجات دینے کے لیے خود غلام بننا پسند کرے گا)۔

ابووائل کہا کرتے تھے۔ کہ کسی آدمی نے حضرت ابودرداءؓ کی خدمت میں آ کر شکایت کی مجھے فلاں نے گالی دی ہے تو فرمایا اگر تم سچے ہو تو دیکھ لینا کہ چند دن بھی نہ گزریں گے کہ خدا اس سے تمہارا بدلہ لے لے گا۔ پھر چند دن نہ گزرے تھے کہ اس گالی دینے والے کو امیر نے بلا کر دس ہزار درہم دیئے۔ حضرت ابودرداءؓ نے اس شکایت کرنے والے کو بلوا بھیجا اور کہا: ''بھائی! تو سچا تھا۔ خدا نے تجھے گالی دینے والے کو بڑی سخت سزا دی ہے۔'' اس نے کہا: ''اے ابودرداء! کیا یہ سزا ہے؟ فرمایا: ''اگر امیر اس کی پیٹھ پر دس ہزار کوڑے مارتا تو یہ اس کے لیے دس ہزار درہم لینے سے زیادہ آسان تھا۔''

علامہ سمرقندی فرماتے ہیں: ''ہمارے نزدیک حکمرانوں سے تحفے لینے کی دو صورتیں ہیں اگر تو امیر کی زیادہ کمائی رشوت اور ظلم کی ہو تو اس کا تحفہ قبول کرنا جائز نہیں البتہ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ خاص وہ بھیجا ہوا ہدیہ یا تحفہ حلال مال سے ہے تو اس کا لینا جائز ہے۔ اور اگر حاکم کا اکثر مال حلال ہو جو اسے میراث میں ملا ہو یا اس کی تجارت کی کمائی ہو تو اس کے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں الا یہ معلوم ہو جائے کہ بھیجا ہوا تحفہ یا ہدیہ حرام مال سے ہے یا وہ مال مشکوک ہے تو اس کا لینا جائز نہیں۔ اور احتیاط دونوں صورتوں میں نہ لینے میں ہی ہے۔

Marfat.com

باب ۶۳

دوسرے کے گھر میں جھانکنے کی ممانعت کا بیان

بغیر اجازت کے کسی دوسرے کے گھر جھانکنا جائز نہیں۔ ایسا کرنا برا اور گناہ ہے۔ اور اگر گھر والے نے جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑ دی تو اس کے حکم میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک آنکھ پھوڑنے والے پر کوئی تاوان نہ آئے گا اور بعض کے نزدیک وہ ضمان دے گا۔ یہ قول ہم بھی لیتے ہیں۔

پہلے قول والوں کی دلیل حضرت سہل بن سعد ساعدی کی یہ روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے دولت کدہ میں باہر سے نگاہ ڈالی اس وقت آپؐ کنگھی سے اپنا سر کھجا رہے تھے۔ جب آپؐ نے اسے جھانکتے دیکھا تو فرمایا: ''اگر مجھے علم ہوتا کہ تم مجھے دیکھ رہے ہو تو میں تیری آنکھ پھوڑ دیتا اجازت تو اس منظر کی وجہ سے ہی مقرر کی گئی ہے۔''

ایک روایت میں ہے کہ: ''کسی آدمی نے تیرے گھر میں بغیر اجازت کے جھانکا اور تو نے کنکری مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دی تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔''

اور جن کے نزدیک آنکھ پھوڑنے پر تاوان آتا ہے ان کی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۔

(البقرہ ۱۹۴)

Marfat.com

''پس اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو جیسی زیادتی وہ تم پر کرلے ویسی ہی زیادتی تم اس پر کرو۔''

پس یہ خبر اور حدیث کتاب خدا کے مخالف ہے۔ پس اگر کوئی خبر کتاب خدا کے مخالف ہو اور اس کی تاویل بھی کتاب خدا کے ظاہر کے مخالف ہو اس پر عمل کرنا جائز نہیں۔ اور احتمال اس بات کا بھی ہے کہ یہ خبر منسوخ ہو جو اس آیت کے نزول سے پہلے کی ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ خبر وعید کے طور پر ہونا کہ وجوب کو بیان کر رہی ہو۔ اور نبی کریم ﷺ کا علم ظاہری تھا جبکہ مراد دوسری بات تھی۔ جیسا کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ جب عباس بن مرداس سلمی نے آپؐ کی تعریف کی تو آپؐ نے بلالؓ سے ارشاد فرمایا: ''اٹھو اور اس کی زبان کاٹ دو'' کہ آپؐ کی مراد حقیقتاً ان کی زبان کاٹنا نہ تھی بلکہ یہ مراد تھی کہ اسے بے جا تعریف سے روکو۔ ایسے ہی یہاں بھی ہے کہ الفاظ تو آنکھ پھوڑنے کے ہیں لیکن مراد یہ ہے کہ ایسا کوئی کام کرو کہ اسے نگاہ ڈالنے سے منع کردو۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

باب ۶۴

تہمت کی جگہ جانے سے گریز کرو

آدمی کو تہمت کے عمل سے بچنا چاہیے، اس لیے اہل تہمت کے ساتھ نشست و برخاست رکھنے سے گریز کرے۔ کہ اس پر بھی تہمت لگ جائے گی۔ یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ یُكْفَرُ بِهَا وَ یُسْتَهْزَاُ بِهَافَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖۤ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ (النساء ۱۴۰)

''کہ جب تم (کہیں) سنو کہ خدا کی آیتوں سے انکار ہو رہا ہے۔ اور ان کی ہنسی اڑائی جاتی ہے تو جب تک وہ لوگ اور باتیں (نہ) کرنے لگیں، ان کے پاس مت بیٹھو ورنہ تم بھی ان جیسے ہو جاؤ گے۔''

ارشاد نبوی ہے: ''جس نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں شمار ہو گا۔''

حکیم لقمان کا قول ہے: ''جو برے کے ساتھ اٹھے بیٹھے گا سلامت نہ رہے گا، جو بری جگہ داخل ہو گا متہم بنے گا جو اپنی زبان قابو نہ رکھے گا وہ ندامت اٹھائے گا۔''

ایک دفعہ آپؐ اعتکاف میں بیٹھے تھے۔ آپؐ کی پھوپھی سیدہ صفیہؓ آپ کو ملنے آئیں۔ جب واپس جانے لگیں تو نبی کریم ﷺ انہیں دروازے تک چھوڑنے آئے۔ باہر دو آدمی گزر رہے تھے جو انصاری تھے۔ آپؐ نے انہیں دیکھ کر فرمایا یہ میری پھوپھی

Marfat.com

صفیہ ہے (کوئی غیر عورت نہیں) وہ بولے "سبحان اللہ! (بھلا ہم آپؐ کے بارے میں کوئی گمان کریں گے) تو آپؐ نے فرمایا "شیطان خون کی طرح آدمی کی رگوں میں دوڑتا ہے میں ڈر گیا کہ کہیں تم (شیطان کو بہکانے سے) گمراہ نہ ہو جاؤ اور ایک روایت میں ہے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ تہمت کی جگہوں پر کھڑا نہ ہو۔"

Marfat.com

باب ۶۵

نرمی کا بیان

ایک مسلمان کو ہر معاملہ میں نرمی اور بغیر ذلت کے اس میں تواضع سے کام لینا چاہیے۔ ارشاد نبوی ہے: ''نرمی و بیشی جس چیز میں بھی ہوتی ہے اسے آراستہ کر دیتی ہے اور سختی جس شے میں بھی داخل ہوتی ہے اس بدنما کر دیتی ہے۔''

ایک روایت میں ہے کہ: ''اگر لوگ نرمی کو کسی مخلوق کی صورت میں دیکھیں تو اس سے خوبصورت کسی مخلوق کو نہ دیکھیں گے، اور اگر کسی سختی کو کسی مخلوق کی صورت میں دیکھ لیں تو اس سے بدنما مخلوق کو نہ دیکھیں۔''

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ''ایک شخص نے خدمت اقدس میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی تو فرمایا، اسے اجازت دے دو، یہ قوم کا برا آدمی ہے۔'' جب وہ آیا تو آپؐ نے اس کے ساتھ بڑی نرمی کے ساتھ بات کی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے اس کے بارے میں ایسی ایسی بات ارشاد فرمائی لیکن جب وہ سامنے آیا تو بڑی نرمی سے بات کی؟ تو ارشاد فرمایا: ''روز قیامت سب سے برا درجہ اس شخص کا ہوگا جس کے شر (اور اس کی بدکلامی) سے بچنے کے لیے لوگ اس کا اکرام کریں۔''

حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں: ''بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ہم ان سے مل کر مسکرا رہے ہوتے ہیں پر ہمارے دل انہیں لعنت کر رہے ہوتے ہیں۔''

Marfat.com

ارشاد نبوئ ہے: ''مبارک ہو ان لوگوں کو جو ذلت کی جگہوں کے علاوہ میں تواضع کرتے ہیں، نیکیوں میں مال خرچ کرتے ہیں، غریبوں مسکینوں پر رحم کرتے ہیں۔ اور حکمت وفقہ رکھنے والوں کے ساتھ اختلاط کرتے ہیں۔''

حکیم لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: ''اتنا کڑوا نہ بن کہ لوگ تھوک دیں اور اتنا میٹھا بھی نہ بن کہ لوگ نگل لیں۔''

اسی مفہوم کو کسی شاعر نے کس خوبی سے شعر کی لڑی میں پرویا ہے:

نہ حلوا بن کہ چٹ کر جائیں بھوکے
نہ کڑوا بن کہ جو چکھے وہ تھوکے

ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ اسلاف مومنوں کے لیے اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ وہ خود کو ذلیل کرے۔

ایک عورت نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے عرض کیا: ''میرے کچھ پڑوسی ہیں جو میری توہین کرتے ہیں اور کچھ پڑوسی ہیں جو میری عزت کرتے ہیں؟ (بتلایئے میں ان دونوں کے ساتھ کیسا سلوک کروں) سیدہ صدیقہؓ نے فرمایا: ''جو عزت کرتے ہیں ان کی عزت کر اور جو تیری بے عزتی کرتے ہیں ان کی توہین کر۔''

علامہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں: ''سیدہ صدیقہؓ کا یہ قول عدل وانصاف پر مبنی ہے۔ البتہ جو بدسلوکی کرنے والے کے ساتھ حسن سلوک کرے تو یہ افضل ہے اس کو خدا نے بھی قرآن میں فرمایا ہے۔

کہتے ہیں کہ تین باتیں اہل جنت کے اخلاق میں سے ہیں جو صرف شریف اور باعزت انسان میں پائی جاتی ہیں۔

۱۔ برے کے ساتھ احسان کرنا

۲۔ ظالم کو معاف کرنا

Marfat.com

۳۔محروم کرنے والے پرخرچ کرنا

بے شک یہ قول اس ارشاد خداوندی کے موافق ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَامُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ. (الاعراف ۱۹۹)

''(اے محمدؐ) عفو اختیار کرو، اور نیک کام کرنے کا حکم دو، اور جاہلوں سے کنارا کرلو۔''

ایک روایت میں ہے: ''رب تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد عقل کی جڑ لوگوں کے ساتھ مدارات کرنا ہے۔ اور جو دنیا میں نیکی والے ہیں وہی آخرت میں نیکی والے ہیں اور مشورہ کے بعد کوئی ہلاکت میں نہیں پڑتا۔

Marfat.com

باب ٦٦

عصا کی فضیلت کا بیان

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ''لاٹھی پکڑنا پیغمبروں کی سنت اور مومن کی علامت ہے'' حسن بصری کہتے ہیں: ''لاٹھی میں چھ خوبیاں ہیں:

۱۔ یہ پیغمبروں کی سنت ہے

۲۔ مومن کی علامت ہے

۳۔ صلحاء کی زینت ہے

۴۔ دشمنوں کے خلاف اسلحہ ہے یعنی کتوں اور سانپ بچھو وغیرہ کے لیے

۵۔ کمزوروں کی معاون ہے

٦۔ اور منافقوں کے لیے ذلت اور طاعت میں زیادتی کا سبب ہے۔

کہتے ہیں کہ جس مومن کے ساتھ لاٹھی ہو شیطان اس سے بھاگ جاتا ہے اور منافق اور فاجر اس کے آگے عاجز ہو جاتا ہے۔ اور نماز پڑھتے وقت یہ اس کا قبلہ ہوتی ہے، تھکن کی صورت میں اس کی قوت ہوتی ہے اور اس کے متعدد اور بھی فائدے ہیں جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے خدا کے پوچھنے پر یہ عرض کیا تھا کہ یہ میری لاٹھی ہے، میں اس کا سہارا لیتا ہوں جانوروں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں اور یہ میرے اور بھی کئی کام آتی ہے۔''

کہتے ہیں کہ لاٹھی کے ایک ہزار فوائد ہیں۔

Marfat.com

باب ۶۷

مومن کا دنیا سے منہ موڑنا

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو ایسے تھے کہ نہ دنیا نے انہیں چاہا اور نہ انہوں نے دنیا کو چاہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حال یہ تھا کہ دنیا نے ان کے پاس آنا چاہا پر انہوں نے دنیا کو قریب نہ آنے دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کچھ دنیا سے لیا اور کچھ دنیا نے ان سے لیا۔ رہے حضرت علی رضی اللہ عنہ تو کبھی وہ دنیا کی تمنا کرتے تھے اور کبھی اسے ترک کر دیتے تھے۔ رہے ہم تو ہم تو دنیا میں لوٹ پوٹ ہو گئے ہیں دیکھئے اب بات کہاں تک جا پہنچی ہے۔

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: ''ہم حضرت ابوبکرؓ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ نے ایک مشروب منگوایا۔ چنانچہ آپ کو شہد ملا پانی پیش کیا گیا۔ جب آپ نے اسے منہ کے قریب کیا تو رونے لگے۔ جس پر ہم بھی رو پڑے۔ آپ روتے ہی گئے۔ پھر آپ نے اپنی آنکھیں صاف کیں۔ ہم نے رونے کا سبب دریافت کیا تو فرمانے لگے: ''ایک دفعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا میں نے دیکھا کہ آپؐ اپنے آپ سے کسی چیز کو ہٹا رہے ہیں حالانکہ میں کسی کو آپ کے ساتھ نہ دیکھ رہا تھا؟ میں نے یہی بات خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کی تو فرمایا: یہ دنیا تھی جو میرے سامنے آئی تھی۔ تو میں نے کہا مجھ سے دور ہٹ تو وہ مجھ سے دور ہٹ گئی۔ پھر بولی! آپ تو میرے ہاتھوں سے بچ نکلے ہیں پر آپ کے بعد والے نہ بچ سکیں گے۔ پس میں ڈر گیا کہ کہیں دنیا مجھ نہ

Marfat.com

آ پکڑے۔"

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: "اگر دنیا میں سے کچھ حلال ملے تو اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں اگرچہ نہ لینا آخرت کے لیے بہتر ہے کیونکہ ارشاد نبوی ہے: "اس کے حلال کا حساب ہوگا اور اس کے حرام پر عذاب ہوگا۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے: "جس نے دنیا میں سے کچھ حاصل کیا اس نے اپنی آخرت میں سے کم کیا۔"

Marfat.com

باب ۶۸

قیامت کی علامات

حذیفہ بن اسیدؓ کہتے ہیں کہ: ''ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے اپنے کمرے سے جھانکا ہم اس وقت قیامت کے بارے میں گفتگو کررہے تھے۔'' آپ نے فرمایا: ''قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ اس سے پہلے دس علامات نہ ظاہر ہوجائیں:

۱۔ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا

۲۔ دجال

۳۔ دخان

۴۔ دابۃ الارض

۵۔ یاجوج ماجوج

۶۔ خروج عیسیٰ علیہ السلام

۷۔ تین دفعہ کا دھنسنا: مغرب میں۔ مشرق میں۔ اور ایک جزیرۂ عرب میں۔

۸۔ ایک آگ جو قعر عدن سے نکلے گی اور لوگوں کو ہانکتی ہوئی میدان محشر میں لے جائے گی، انہیں کے ساتھ رات گزارے گی اور انہیں کے ساتھ دوپہر گزارے گی۔''

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے جب دجال کا ذکر ہوتا تھا تو فرماتے تھے: ''خدا تم سے پوشیدہ نہیں۔ بے شک خدا کانا نہیں۔ جبکہ مسیح دجال کانا

Marfat.com

ہوگا۔ اس کی آنکھ انگور کے دانے کی طرح ابھری ہوگی۔''

ارشاد نبوی ہے کہ: ''رب تعالیٰ نے جس قوم کی طرف بھی پیغمبر بھیجا ہے اس نے اپنی قوم کو کانے دجال سے ضرور ڈرایا ہے کہ وہ کانا ہوگا جبکہ تمہارا رب کانا نہیں اور اس کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں کافر لکھا ہوگا۔

ایک روایت میں ہے کہ: ''اس کے ساتھ (بظاہر) آگ اور پانی ہوگا، بس (حقیقی تاثیر کے اعتبار سے) اس کا پانی آگ اور آگ پانی ہوگا۔''

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ: ''ایک دفعہ آپؐ نے عشاء کی نماز میں تاخیر کردی۔ پھر آپؐ نماز کے لیے باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے تمیم داری ایک بات سنا رہے تھے اس کی وجہ سے تاخیر ہوگئی۔ کہ وہ ایک کشتی پر سوار تھے، کشتی بھٹک کر ایک جزیرے سے جا لگی۔ اچانک کیا دیکھا کہ اس میں ایک محل ہے جس میں ایک لمبے بالوں والا زنجیروں میں جکڑا شخص ہے جو اپنے بال گھسیٹتا ہے۔ انہوں نے پوچھا: تم کون ہو؟ وہ بولا: ''میں دجال ہوں، کیا ابھی تک رسول امی نہیں نکلے، بولے ہاں! تو کہنے لگا لوگوں نے ان کی اطاعت کی یا نافرمانی۔'' بولے: ''اطاعت'' تو کہنے لگا: ''ان کے حق میں بہتر اور میرے حق میں برا ہے۔''

۱۔ علامہ سمرقندی نے فقط اختلاف نقل کیا ہے راجح اور صحیح قول نقل نہیں کیا۔ صحیح اور راجح یہ ہے کہ: ''دجال پیدا ہو چکا ہے اور ایک جزیرے میں بند ہے۔ قرب قیامت میں نکلے گا، دجال کے باقی واقعات، علامات اور احوال معروف ہیں۔ (آصف نسیم)

علامہ سمرقندی فرماتے ہیں: ''دجال کے بارے میں لوگوں میں اختلاف ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ قید میں پڑا ہے۔ اور اخیر زمانے میں نکلے گا۔ جبکہ بعض کہتے ہیں کہ وہ ابھی تک پیدا نہیں ہوا، اخیر زمانے میں پیدا ہوگا۔ اور نکل کر لوگوں کو اپنی عبادت کی دعوت دے گا۔ بے شمار یہودی اس کی پیروی کریں گے، شہر شہر گھومے گا۔

Marfat.com

بے شمار لوگوں کو فتنے میں ڈالے گا۔ پھر عیسی بن مریم نازل ہو کر بیت المقدس کے مقام پر اس کو گھیر کر قتل کر دیں گے اور روئے زمین پر صرف اسلام مذہب باقی رہ جائے گا۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

باب ۲۷

کتنی گفتگو کی جائے؟

عقل مند وہ ہے جو تول کر بولے، برمحل بولے، بے فائدہ گفتگو سے بچے، کہ بے فائدہ گفتگو میں لگنے سے کام کی باتیں رہ جاتی ہیں۔

جو پوچھا نہ جائے وہ بتائے نہیں کہ یہ آدمی کے ہلکے ہونے، عقل کم ہونے اور اس کے جاہل ہونے کی علامت ہے۔ عقل مند بے کار باتوں پر طیش میں نہ آئے۔

کہتے ہیں کہ آدمی کے نادان ہونے کی علامت یہ ہے کہ: ''چوپایوں کو برا بھلا کہے کہ وہ تو بات کو سمجھتے ہی نہیں لہٰذا انہیں برا بھلا کہنا نری جہالت ہے۔'' نبی کریم ﷺ نے سنا کہ ایک آدمی ہوا کو لعنت کر رہا ہے تو آپ نے فرمایا: ''جس نے ایسی شے کو لعنت کی جو اہل نہ تھی تو وہ لعنت لوٹ کر اس پر آتی ہے۔''

ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھا کہ اتنے میں سواری کا پاؤں پھسل گیا تو اس نے کہا: ''شیطان ہلاک ہو'' آپ نے فرمایا: ''ایسا مت کہو کہ اس سے شیطان (خوش ہوکر) اتنا بڑا ہوجاتا ہے کہ گھر کو بھر دیتا ہے البتہ ایسے مواقع پر بسم اللہ کہو کہ اس وقت شیطان مکھی جتنا چھوٹا ہوجاتا ہے۔''

ایک آدمی اپنا اونٹ بیچنے بازار گیا سامنے سے حضرت ابوبکرؓ مل گئے۔ پوچھا اونٹ بیچتے ہو، وہ بولا ہاں پر ڈیڑھ سو درہم میں۔ آپ نے سو درہم کا بھاؤ لگایا تو اس نے کہا: نہیں اللہ آپ کو جنت دے آپ نے فرمایا: ایسا مت کہو البتہ یوں کہو کہ اللہ آپ

Marfat.com

کو عافیت دے۔

یعنی آپ نے اس آدمی کو یہ ادب سکھلایا کہ دعائیہ کلمہ میں حرف نفی ابتداء میں نہ لگاؤ۔ کہ یہ بددعا کے مشابہ لگتا ہو۔ بلکہ دعا دینے کے بعد اگر کسی شے کی نفی وغیرہ کرنے کی ضرورت ہو تو نفی کرے۔

عقل مند کو چاہیے کہ جب وہ کوئی انوکھی بات سنے تو فوراً ہی اس کی نہ تکذیب کرے اور نہ تصدیق۔ کیونکہ اگر وہ اس بات کی تصدیق کرتا ہے تو کیا معلوم کہ وہ جھوٹی ہو اور تکذیب کی صورت میں ہوسکتا ہے کہ وہ سچی ہو۔ ہاں محتاط طریقہ یہ ہے کہ وہ یوں کہے کہ مجھ یہ بات پہنچی نہیں اور نہ میں اس بات کو جانتا ہوں۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: ''اہل کتاب مسلمانوں کو تورات عبرانی میں پڑھ کر سناتے اور اس کی تفسیر کرتے تھے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: ''تم لوگ نہ تو اہل کتاب کی تصدیق کرو اور نہ تکذیب بلکہ یوں کہو: ''ہم اللہ پر اور جو کچھ اس نے ہم پر اور جو کچھ اس نے ہم سے پہلے نازل کیا ہے اس سب پر ایمان لاتے ہیں۔''

کسی نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ: ''اگر کوئی کسی سے کسی ایسے پیغمبر کا نام لے کر پوچھے جس کو وہ جانتا نہ ہو کہ کیا تم اس پر ایمان رکھتے ہو تو وہ کیا کرے؟ کہ اگر وہ تصدیق کرتا ہے اور واقعہ میں وہ پیغمبر نہ ہو تو وہ غیر نبی کے نبی ہونے کی شہادت دے بیٹھے گا اور اگر وہ اس کی تکذیب کرتا ہے اور وہ واقعہ میں پیغمبر ہو تو اس کی یعنی خدا کے ایک سچے پیغمبر کی تکذیب کر بیٹھے گا (اب آپ بتلائیے کہ ایسا آدمی کیا جواب دے)۔ اس بزرگ نے کہا: ''وہ یہ جواب دے اگر تو وہ خدا کے پیغمبر ہیں تو میں ان پر ایمان لایا۔

ابونصر محمد سلام سے کسی نے علم کلام کی بابت کوئی سوال کیا تو انہوں نے جواب دینے سے انکار کردیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ اگر ایسے ہی اشکالات ہمیں پیش آئیں تو

Marfat.com

ہم کیا جواب دیں؟ فرمایا: یوں کہا کرو، ہم اللہ پر، اور اس کی سب مرادوں پر، رسول اللہ ﷺ کی سب باتوں پر اور آپؐ کی سب مرادوں پر ایمان لے آئے۔"

Marfat.com

باب ۷۰

تصاویر کی ممانعت کا بیان

ہر ذی روح کی تصویر بنانا مکروہ ہے، البتہ بے جان شجر و حجر وغیرہ کی تصویر بنا سکتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''تصویر بنانے والوں کو روز قیامت عذاب دیا جائے گا۔ اور انہیں کہا جائے گا کہ (ذرا) ان تصویروں کو زندہ کر دکھاؤ جو تم نے بنائی تھیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ: ''رب تعالیٰ فرماتے ہیں: ''بھلا اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو میری مخلوق جیسی مخلوق بناتا ہے۔''

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے ہیں یا تو ان تصویروں کے سر کاٹ دو یا ان کو بچھونا بنا لو۔''

ایک روایت میں ہے کہ: ''سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے گھر پر ایک پردہ لٹکا ہوا تھا جس میں تصویریں تھیں پس جبرائیل نے نازل ہو کر کہا: ''ہم ان گھروں میں داخل نہیں ہوتے جن میں کتا یا تصویریں ہوں اب یا تو ان کے سر کاٹ دو یا پھر ان کو بچھونا بنا لو۔''

علامہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں: ''ایسا بچھونا استعمال کر سکتے ہیں جس میں تصویریں ہوں۔ عطا اور عکرمہ کہتے ہیں: ''ایسی تصویریں رکھنا مکروہ ہے جن کو آویزاں کیا جائے البتہ جو تصویریں قدموں تلے روندی جائیں (اور ان کی تحقیر و تذلیل کی جاتی ہو) ان کو گھروں میں رکھنا جائز ہے۔

Marfat.com

باب ۱۷

زانیہ کے ساتھ شادی کرنے کا بیان

علماء کا اس میں اختلاف ہے بعض اس کو ناجائز اور بعض جائز کہتے ہیں اور اسی کو ہم نے اختیار کیا ہے کہ یہ اکثر علماء کا قول ہے۔

جن کے نزدیک زانیہ کے ساتھ نکاح جائز نہیں اس کی دلیل یہ آیت ہے:

وَ اُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ مُّحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ (النساء : ۲۴)

''اور ان (محرم عورتوں) کے سوا اور عورتیں تم کو حلال ہیں۔''

اس طرح سے کہ مال خرچ کر کے ان سے نکاح کرلو بشرطیکہ (نکاح سے) مقصود عفت قائم رکھنا ہو، نہ کہ شہوت رانی۔

کہ اس آیت میں غیر مسافحین سے مراد غیر زانیین ہے۔ پس خدا نے غیر زانیہ عورتوں کے ساتھ نکاح کی تو اجازت دی ہے البتہ زانیہ کے ساتھ نکاح کو باطل قرار دیا ہے

دوسرے رب تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے:

اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِکَةً (النور : ۳)

''بدکار مرد تو بدکار عورت یا مشرک عورت کے سوا نکاح نہیں کرتا۔''

آگے ارشاد ہے:

Marfat.com

وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (النور ۳)

''اور یہ (یعنی زانیہ عورت سے نکاح کرنا) مومنوں پر حرام ہے۔''

پس مومنوں کو زانیہ عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔ اور بعض صحابہ سے جب اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے زنا کر کے اس عورت کے ساتھ نکاح کرلیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کا یہ فعل پہلے فعل سے بھی زیادہ برا ہے۔

جبکہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایسا کرنے کو مکروہ کہا ہے۔

جن کے نزدیک زانیہ کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے جب ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے زنا کرنے کے بعد اسی عورت کے ساتھ نکاح کرلیا تھا تو آپ نے فرمایا: ''پہلے اس نے زنا کیا تھا۔ بعد میں نکاح کرلیا۔ اور نکاح مباح ہے پس زنا نکاح کو حرام نہیں کرسکتا اور فرمایا یہ ایسے ہے جیسے ایک شخص نے دن کے آغاز میں کسی کے درخت کی کھجوریں اس کی اجازت کے بغیر کھانا شروع کیں۔ لیکن دن ڈھلنے پر اس سے اسی درخت کو خرید لیا۔

رہی سورہ نور کی آیت جس میں زانیہ کے ساتھ نکاح کی ممانعت کا ذکر ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ زانی طبعاً زانیہ سے ہی نکاح کرنے کو پسند کرتا ہے۔ (یہ سعید بن جبیر کا قول ہے) یہ ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ کیونکہ اس شخص نے خدمت اقدس میں عرض کیا کہ میری بیوی کو جو بھی چھوئے وہ اس کے ہاتھ کو ہٹاتی نہیں؟ فرمایا: ''اسے طلاق دے دو'' عرض کیا ''مجھے اس سے محبت ہے تو فرمایا: پھر اپنے پاس ہی رکھو۔

Marfat.com

باب ۷۲

تنگدست کی مالدار پر فضیلت کا بیان

اس میں بھی علماء کا اختلاف ہے، بعض نے فقیر کو اور بعض نے غنی مالدار کو افضل کہا ہے۔ اور اس اختلاف کا حاصل یہ ہے کہ نیک فقیر افضل ہے یا نیک غنی۔ ہمارے نزدیک نیک فقیر افضل ہے نیک غنی کو افضل کہنے والوں کی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنٰى. (الضحی :۸)

''اور تمہیں تنگدست پایا تو غنی کر دیا۔''

رب تعالیٰ نے اپنے پیغمبر پر غنا کا احسان فرمایا۔ اگر غنا افضل نہ ہوتا تو رب تعالیٰ آپؐ پر غنا کا انعام نہ فرماتے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں: ''تقویٰ ساتھ ہو تو مالداری کیا ہی عمدہ بات ہے۔''

ارشاد نبویؐ ہے: ''نیک آدمی کے لیے حلال مال کیا ہی خوب ہے۔''

حضرت عمرؓ کا قول ہے: ''تمہاری شرافت تمہارا تقویٰ ہے، تمہاری بزرگی تمہاری مالداری ہے اور تمہارا مرتبہ تمہارا اخلاق ہے۔''

بعض اکابر کا قول ہے کہ: ''پردیس میں مال وطن ہے۔ جبکہ فقر وطن میں بھی پردیس کی طرح ہے پس جو غریب ہو وہ ہر جگہ بے وطن ہے۔''

Marfat.com

محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں: ''جب مال دار صاحب تقویٰ بھی ہو تو رب تعالیٰ اسے دہرا اجر عطا فرماتے ہیں پھر دلیل میں یہ آیت تلاوت کی:

وما اموالکم ولا اولادکم......امنون. (النساء)

''اور تمہارا مال اور اولادیں ایسی چیز نہیں کہ تم کو ہمارا مقرب بنا دیں (ہاں ہمارا مقرب وہ ہے) جو ایمان لایا اور عمل نیک کرتا رہا۔ ایسے ہی لوگوں کو ان کے اعمال کے سبب دگنا اجر ملے گا۔ اور وہ خاطر جمع کے ساتھ بالا خانوں میں بیٹھے ہوں گے۔''

سعید بن مسیب کا قول ہے: ''جو حلال مال اس لیے جمع نہ کرے کہ اس سے صلہ رحمی کرے اور دوسروں کے حقوق ادا کرے اور اپنی عزت کی حفاظت کرے گا تو اس میں کوئی خیر نہیں۔

سیدہ صدیقہؓ کے بقول حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا ترکہ چار کروڑ درہم تھا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی تین بیویاں تھیں آپ نے اپنی علالت کے زمانے میں اپنی ایک بیوی کو طلاق دے دی۔ اس عورت کے رشتہ داروں نے حضرت عبدالرحمٰن کے ورثاء کے ساتھ کل مال کے آٹھویں حصے کے ایک تہائی پر صلح کر لی جس کی مقدار تراسی ہزار دراہم بنتی تھی۔

فقر کو افضل کہنے والوں کی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان الانسان لیطغی ان راہ استغنی.

''مگر انسان سرکش ہو جاتا ہے جب اپنے آپ کو غنی دیکھتا ہے۔''

معلوم ہوا کہ غنا اور مالداری انسان کو سرکش بنا دیتی ہے۔ اور سورہ ہود میں ذکر ہے کہ انبیاء کے پیروکار فقراء اور تنگدست لوگ ہوتے ہیں۔

ارشاد نبویؐ ہے کہ: ''ہر شخص کا ایک ہنر (اور پیشہ) ہوتا ہے میرا ہنر دو چیزیں ہیں فقر اور جہاد جس نے ان دونوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان

Marfat.com

دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔''

ایک روایت میں ہے: اے اللہ! جس نے مجھ سے محبت کی اسے بقدر گزران اور بدرجہ کفایت رزق دے اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس کو مال واولاد زیادہ دے۔''

حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے: ''آدمی جتنا دنیا سے حاصل کرتا ہے اتنے اس کے خدا کے ہاں درجات گھٹ جاتے ہیں۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے: ''فقر دنیا میں تو مشقت ہے آخرت میں مسرت ہے جبکہ غنا دنیا میں مسرت اور آخرت میں مشقت ہے۔''

ارشاد نبوی ہے: ''اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ، مسکینی ہی میں موت دے اور مسکینوں میں میرا حشر فرما۔ کسی نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کیوں؟ فرمایا: کیونکہ فقراء اغنیاء سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔''

غنی موت کے وقت تنگدست ہونے کی تمنا کرے گا جبکہ فقیر اس وقت اس بات کی تمنا نہ کرے گا کہ کاش وہ اپنی زندگی میں غنی ہوتا۔ اگر فقیر کی اس کے سوا کوئی دوسری فضیلت نہ ہوتی کہ اس کا حساب آخرت میں کم اور ہلکا ہوگا تو یہی فضیلت کافی تھی۔

علامہ سمرقندی فرماتے ہیں: ''فقر غناء سے افضل ہے لیکن غنی ہونا بھی معیوب نہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ بعض صحابہ غنی تھے مگر آپؐ نے انہیں مالدار ہونے سے منع نہ فرمایا۔ اگر غنا مذموم ہوتا تو آپؐ انہیں ضرور منع فرماتے اور مال ترک کردینے کا حکم دیتے۔ پس معلوم ہوا کہ غنا معیوب نہیں۔ جب تک کہ غنا میں خدا کی نافرمانی نہ کی جائے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ اختلاف پہلے زمانہ میں تھا کہ غنا فقر سے افضل ہے کیونکہ تب اکثر مال حلال ہوا کرتا تھا۔ لہٰذا حلال کمانا اور اس سے حقوق ادا کرنا افضل

Marfat.com

تھا۔ لیکن آج جب کہ لوگوں کا اکثر مال حرام یا مشکوک ہے یہ اختلاف بے معنی ہے۔ اب بالاتفاق فقر ہی افضل ہے۔[1]

[1] یہ فقیہ سمرقندیؒ کے زمانہ کا حال ہے اور آج۔ نسیم

Marfat.com

باب ۴۳

قرض لینے کا بیان

مجبوری ہو تو قرض لینے میں کوئی حرج نہیں جبکہ ادا کرنے کی نیت ہو۔ لیکن اگر ادا نہ کرنے کی نیت سے قرض لیا تو یہ حرام کھانا ہے۔ سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا قرض لے لیا کرتی تھیں، کسی نے پوچھا: آپ ایسا کیوں کرتی ہیں تو فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے: ''جس پر قرض ہو اور اس کی نیت ادا کرنے کی بھی ہو تو خدا کی طرف سے اسے مدد ملتی ہے اور میں اللہ کی مدد حاصل کرنا چاہتی ہوں۔''

ایک حدیث میں روزی کمانے کی ترغیب ہے اور تنگدستی کی صورت میں اللہ اور رسول کے نام پر قرض اٹھانے کی اجازت بھی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ: ''رب تعالیٰ مقروض کے ساتھ ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنا قرض ادا کر دے۔''

ادا نہ کرنے کی نیت سے قرض لینا کتنا برا ہے؟ ایک روایت میں ہے کہ: ''جس نے اس نیت کے ساتھ کسی عورت کے ساتھ نکاح کیا کہ وہ اس کا مہر کھا جائے گا تو وہ روز محشر زانی بن کر آئے گا۔ اور جس نے قیمت ہڑپ کر جانے کی نیت سے کچھ خریدا تو وہ روز قیامت چور بن کر آئے گا۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ جو راہ خدا میں شہید ہو جائے تو کیا اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے؟ فرمایا: ہاں! جب وہ ثواب کی نیت والا، صبر والا اور سینہ

Marfat.com

کر کے لڑنے والا ہو نا کہ پیٹھ پھیرنے والا (تب اس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے) سوائے قرض کے کہ اس کی وجہ سے اس کی باز پرس ہوگی۔

حکیم لقمان کہتے ہیں: ''میں نے لوہا اٹھایا ہے اور پہاڑ اٹھایا ہے لیکن قرض سے وزنی کوئی شے نہیں اٹھائی۔''

Marfat.com

باب ۴۷

عزل کرنے کا بیان

بیوی کی اجازت سے عزل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔عزل یہ حمل ٹھہرنے کے خوف سے پانی نکلنے سے پہلے ہی بیوی سے علیحدہ ہوجانے کو کہتے ہیں۔ یہود اسے مکروہ سمجھتے تھے۔اور کہتے تھے کہ یہ بھی ایک طرح سے اولاد کو قتل کرنا ہے۔تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ (البقرة : ۲۲۳)

''تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں تو اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو جاؤ۔''

حضرت ابن عباسؓ سے جب کسی نے عزل کے بارے میں پوچھا تو فرمایا:''جو چاہے کرے اور جو چاہے نہ کرے۔''

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا:''اگر خدا نے ایک روح سے جو کسی کی صلب میں ہو عہد لے لیا ہے تو رب تعالیٰ اس آدمی سے اس روح کو نکال کر رہے گا جس سے عہد لیا تھا۔اب چاہے تو عزل کر یا نہ کر۔یہی مضمون ایک روایت میں بھی آتا ہے۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں:''عہد رسالت میں ہم عزل کیا کرتے تھے لیکن ہمیں اس سے منع نہیں کیا گیا حالانکہ وحی نازل ہوا کرتی تھی۔

Marfat.com

باب ۵۷

گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب ہونے کا بیان

بعض علماء کا کہنا ہے کہ: ''ایسا ہی ہوتا ہے کہ میت کے گھر والوں کے رونے سے اسے عذاب ہوتا ہے۔'' اوران کی دلیل حضرت ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ کی یہ روایت ہے کہ: ''نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''بیشک میت کو اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب دیا جاتا ہے۔'' جبکہ اکثر علماء کا مذہب ہے کہ ایسا نہیں ہوتا۔ ان کی دلیل یہ آیت ہے:

وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (الانعام : ۱۶۴)

''اور کوئی شخص کسی (کے گناہ) کے بوجھ نہ اٹھائے گا۔''

اور حضرت سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جب بتلایا گیا کہ ابن عمرؓ لوگوں کو یہ حدیث سناتے ہیں (جو اوپر مذکور ہے) تو فرمانے لگیں: ''تم لوگ ان دونوں سے یہ حدیث روایت کرتے پھرتے ہو، نہ تو یہ دونوں جھوٹے ہیں اور نہ جھوٹ گھڑنے والوں میں ہیں البتہ کبھی سننے میں غلطی ہو جاتی ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اس بات کا دستور تھا کہ مرنے والا اس بات کی وصیت کر کے مرتا تھا کہ میرے بعد میری میت پر خوب رونا اس پر نبی کریم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کیونکہ خود مرنے

Marfat.com

والے نے اس بات کو کہا تھا۔

علماء نے ایک دوسری تاویل بھی بیان کی ہے وہ یہ کہ آپؐ ایک یہودی کی قبر پر سے گزرے جس کے گھر والے اس پر رو رہے تھے۔تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''یہ اس پر رو رہے ہیں حالانکہ اسے قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔'' اس پر راوی یہ سمجھا کہ شاید گھر والوں کے رونے سے اسے عذاب ہو رہا ہے۔(حالانکہ اسے تو اپنے کفر کی سزا میں عذاب ہو رہا تھا)۔

اس لیے سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ذہول ہو گیا ہے میت کو تو اپنے جرم کی پاداش میں عذاب ہوتا ہے۔

Marfat.com

باب ۷۶

میت پر نوحہ کرنے کا بیان

میت پر رو رو کر نوحہ کرنا حرام ہے جبکہ صبر کرنا افضل ہے رب تعالیٰ صبر کرنے والوں کو پورا پورا اجر دیتے ہیں۔ ارشاد نبویؐ ہے: ''نوحہ کرنے والی پر اور اس کے اردگرد اس کا نوحہ سننے والوں پر اللہ، فرشتے اور سب لوگ لعنت کرتے ہیں۔''

کہتے ہیں کہ: ''جب حسن بن حسن کا انتقال ہوا تو ان کی بیوی فاطمہ بنت حسین ایک سال تک ان کی قبر پر بیٹھی غم کرتی رہی۔ جب سال گزرنے پر لوگوں نے خیمہ کا پردہ اٹھایا تو خیمہ کی ایک جانب سے آواز سنی ''کیا جو کھویا تھا وہ مل گیا'' تو دوسری جانب سے آواز آئی ''نہیں بلکہ مایوس ہو کر پلٹ گئے۔''

نبی کریم ﷺ کے لخت جگر ننھے حضرت ابراہیمؓ کا جب انتقال ہوا تو آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ انہیں دیکھ کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! کیا آپؐ نے ہمیں رونے سے منع نہیں فرمایا؟ تو آپؐ نے فرمایا: میں نے تمہیں دو احمق اور گنہگار آوازوں سے منع کیا ہے، ایک گانے کی آواز سے کہ یہ لہو ولعب اور شیطان کی بانسری ہے۔ اور دوسرے چہروں کے نوچنے سے اور گریبانوں کے پھاڑنے سے اور شیطان کے چیخنے سے منع فرمایا ہے۔ (یعنی شیطان کی طرح چیخیں مار مار کر رونے سے منع کیا ہے) البتہ یہ (آنسو جو تم دیکھ رہے ہو یہ) خدا کی رحمت ہے جو اس نے رحم دلوں کے دلوں میں رکھی ہے۔'' پھر فرمایا: ''دل غمگین ہے نگاہ پرنم ہے پر

Marfat.com

ہم لبوں پر وہ بات نہ لائیں گے جس سے رب ناراض ہو۔"

حضرت عمرؓ نے ایک عورت کو میت پر روتے دیکھا تو اسے روکا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اے ابوحفص! اسے چھوڑ دو، آنکھ روتی ہے، دل مصیبت زدہ ہے اور ابھی (جاہلیت کا) دور (گزرے زیادہ عرصہ نہیں ہوا یہ) قریب قریب کا ہی تو ہے۔"

جنگ احد کے دن واپسی پر آپؐ جب بنو عبد الاشہل کے پاس سے گزرے تو انہیں اپنے شہداء پر روتے دیکھا تو آپؐ نے فرمایا: "آج ہر ایک پر رونے والا ہے لیکن حمزہ پر رونے والا کوئی نہیں۔" یہ سنتے ہی قریش کی عورتیں در اقدس پر جمع ہو کر رونے لگیں جب کہ آپؐ دولت کدہ میں غم سے رونے لگے یہاں تک کہ آپ کی سسکیوں کی آواز سنائی دینے لگی۔

Marfat.com

باب ۷۷

اہل فضل وکرم کے اکرام کرنے کا بیان

اہل فضل کا اکرام کرنا چاہیے، البتہ اس میں افراط سے کام نہ لیا جائے۔ البتہ کسی دنیا دار سے اس کی دنیا پانے کی خاطر اس کا اکرام کرنا ناجائز ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''جس نے کسی مالدار کو سامنے اس کے مال کی وجہ سے تواضع کی اس کے دین کے دو تہائی برباد ہو گئے البتہ اہل فضل کا ان کے فضل و شرف کی بنا پر اکرام کیا جائے۔''

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ چند صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اتنے میں حضرت علیؓ تشریف لائے، پر مجلس میں کوئی جگہ نہ تھی یہ دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ اپنی جگہ سے ہٹے اور (حضرت علیؓ کے بیٹھنے کے لیے جگہ بنا کر) کہا: ''ابوالحسن یہاں آیئے!'' نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکرؓ کے اس فعل سے بے حد خوش ہوئے اور فرمایا: ''فضل والے ہی فضل والوں کے زیادہ قریب ہیں اور فضل والے ہی فضل والوں کا رتبہ پہچانتے ہیں۔''

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: ''جس نے بھائیوں کو توہین کی اس کی مروت ختم ہو گئی۔ جس نے سلطان کی اہانت کی اس کی دنیا برباد ہو گئی۔ اور جس نے نیکوں کی بے عزتی کی اس کی آخرت برباد ہو گئی۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے، غلطی والوں کی غلطیاں معاف کروالا یہ کہ اللہ کی کسی حد کی بات ہو۔''

Marfat.com

ایک روایت میں ہے کہ ایک سوالی گزرا تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اسے روٹی کا ایک ٹکڑا دے دیا۔ پھر ایک اور آدمی گزرا تو آپ نے اس کے لیے دستر خوان بچھانے کا حکم دیا۔ جب آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لوگوں کے ساتھ ان کے مرتبہ کے مطابق سلوک کرو۔''

ایک دفعہ شعبیؒ کے پاس بلال بن جریر آئے تو انہوں نے تکیہ آگے کر دیا اور کہا: ارشاد نبویؐ ہے کہ جب تمہارے پاس قوم کا شریف آدمی آئے تو اس کا اکرام کرنا۔''

Marfat.com

باب ۷۸

غیرت کا بیان

مومن کو غیرت مند ہونا چاہیے جو معلوم ہو جانے کے بعد بے حیائی کو کسی صورت برداشت نہ کرے خواہ اس میں مرد ملوث ہو یا عورت، اور جہاں تک ہو سکے اسے ہاتھ سے روکے، ورنہ زبان سے اس پر انکار کرے، ورنہ دل سے اسے برا جانے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''غیرت ایمان میں سے ہے اور (بے حیائی پر) نرمی نفاق ہے۔''

یعنی آدمی اپنے گھر والوں کی بے حیائی پر راضی ہو، اور وہ مردوں عورتوں کے آزادانہ اختلاط پر بھی راضی ہو۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ آدمی کی سب سے بری برائی یہ ہے کہ وہ غیور نہ ہو۔ اور اسے اس بات سے حیا نہ آتی ہو کہ اس کے گھر کی عورتیں گھر سے نکل نکل کر بازاروں میں مردوں میں گھس کر پھرتی ہوں۔

حضرت سعد بن عبادہؓ نے ایک مرتبہ یہ کہہ دیا کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھوں تو تلوار سے اس کی گردن ماردوں۔ یہ بات جب نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو فرمایا: ''تم سعد کی غیرت پر حیرت کرتے ہو، خدا کی قسم! میں اس سے زیادہ اور اللہ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہے۔ اور اسی غیرت کی بنا پر ظاہری اور باطنی ہر قسم کی بے حیائیوں کو حرام کیا گیا ہے۔''

حضرت علیؓ نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا: ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہاری عورتیں

Marfat.com

بازاروں میں نکل کر مردوں میں گھسی پھرتی ہیں خدا اس مومن کا ستیاناس کرے جو غیرت مند نہ ہو۔

رب تعالیٰ اور اس کے پیغمبر کو دیوث اور بے غیرت بے حد ناپسند ہیں۔ ارشاد نبویؐ ہے: ''رب تعالیٰ کی لعنت ہو بے غیرت مردوں اور بے غیرت عورتوں پر۔''

دیوث اس مرد کو کہتے ہیں جو اپنی عورت کی بے حیائی پر راضی ہو، اسی طرح جو عورت اپنے خاوند کی بے حیائی پر راضی ہو وہ بھی دیوث ہے۔

Marfat.com

باب ۷۹

سخاوت اور بخل

ارشاد نبویؐ ہے کہ: ''کہ جنت سخیوں کا گھر ہے ایک فاسق لیکن سخی جوان خدا کو عبادت گزار بخیل بزرگ سے زیادہ محبوب ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ: ''وہ ہم میں سے نہیں جسے خدا نے وسعت دی اور اس نے اپنے اوپر اور اپنے گھر والوں پر وسعت نہ کی۔''

حسن بصریؒ کہتے ہیں: ''بندہ خدا سے ادب سیکھتا ہے اگر خدا اسے وسعت دیتا ہے تو وہ بھی وسعت کرتا ہے اور اگر خدا روکتا ہے تو وہ بھی روک لیتا ہے۔''

یوسف بن خالد سمنی کہتے ہیں کہ: ''حجاج نے تقریباً ایک ہزار جوتیوں کے جوڑے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کو بھیجے جو انہوں نے اپنے عزیزوں میں تقسیم کر دیئے۔ پھر میں نے اس کے ایک یا دو دن بعد دیکھا کہ امام صاحب اپنے بیٹے کے لیے جوتے خرید رہے تھے، میں نے پوچھا: ''یہ کیا؟ آپ کو تو تقریباً ایک ہزار جوتے تحفے میں ملے تھے؟ فرمایا: تحفوں کے بارے میں میرا یہ دستور ہے کہ جہاں تک ہو سکے انہیں تقسیم کر دیتا ہوں پھر جہاں تک ہو سکے اتنا یا اس سے دوگنا بدلہ دیتا ہوں کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''جب کسی کو ہدیہ ملے تو اس کے ہم نشین بھی اس میں شریک ہوتے ہیں۔'' اور میرے بھائی میرے ہم مجلس ہیں، میں ان کو چھوڑ کر تحفہ قبول نہیں کرتا بلکہ انہیں بھی ان میں سے ضرور دیتا ہوں۔ اور میں ہدیہ قبول کرتا ہوں کیونکہ نبی کریم ﷺ

Marfat.com

ہدیہ قبول فرماتے تھے۔

سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کسی عورت نے ہدیہ بھیجا جو آپ نے قبول نہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سبب دریافت فرمایا تو عرض کیا کہ میں جانتی تھی کہ وہ مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''تم اس کا ہدیہ لے لیتی اور اس سے اچھا بدلہ دیتی۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک ہدیہ بھیجا جو انہوں نے واپس کر دیا۔ جب آپ نے واپس کرنے کا سبب دریافت فرمایا تو عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے ہی ہمیں یہ نہیں بتلایا کہ ہمارے ایک دوسرے سے لینے میں خیر نہیں۔'' فرمایا: وہ تب ہے جب سوال کر کے لے البتہ جب بن مانگے ملے تو وہ رزق ہے جو خدا نے دیا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: ''میں نے خود کبھی کسی سے کچھ نہیں مانگا اور جو بن مانگے ملا وہ کبھی لوٹایا نہیں۔

Marfat.com

باب ۸۰

شفاعت کرنے کا بیان

فرائض کی ادائیگی کے بعد ضرورت مند محتاجوں کی ضروریات میں ان کی سفارش کرتا ہے۔ اور ان پر ہونے والے مظالم میں ان کی شفاعت کرنا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''سب سے بہتر آدمی وہ ہے جو دوسروں کو نفع دے۔''

ارشاد نبویؐ ہے کہ: ''سفارش کرو اجر پاؤ گے بسا اوقات میں تم سے کسی کے مانگنے پر اس لیے روک لیتا ہوں تا کہ تم اس کی سفارش کرو اور اجر پاؤ۔''

حسن بصری کا قول ہے کہ: ''جب تک اس کام کی منفعت جاری رہتی ہے جس کی بابت تم نے سفارش کی تھی تمہیں سفارش کرنے کا اجر ملتا رہتا ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ: ''ایک شخص نے خدمت نبویؐ میں حاضر ہو کر ایک اونٹ کا سوال کیا تا کہ جہاد میں نکل سکے اس وقت آپؐ کے پاس دینے کو کوئی اونٹ نہ تھا۔ آپؐ نے سائل کو ایک انصاری کے پاس بھیج دیا۔ انہوں نے اس کو ایک اونٹ دے دیا۔ سائل وہ اونٹ لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''نیکی پر رہنمائی کرنے والا اس کے کرنے والے کی طرح ہے۔''

کہتے ہیں کہ ہر چیز کا ایک صدقہ ہوتا ہے۔ ریاست کا صدقہ سفارش اور کمزوروں کی اعانت ہے۔''

کسی ادیب کا کہنا ہے کہ جو امراء کے پاس آتا جاتا ہو اور لوگوں کی سفارش نہ

Marfat.com

کرتا ہو وہ تولے پالک کی طرح ہے۔''

رب تعالیٰ نے حضرت داؤد کی طرف وحی بھیجی کہ میرا ایک بندہ ایک نیکی کرتا ہے میں اس کو جنت میں داخل کر دیتا ہوں۔ حضرت داؤدؑ نے پوچھا: ''اے خدایا! وہ نیکی کون سی ہے''؟ فرمایا: ''جس نے کسی مومن کی کوئی تکلیف دور کی چاہے کھجور کے ایک ٹکڑے سے ہی سہی۔'' (میں اسے جنت میں داخل کرتا ہوں)

Marfat.com

باب ۸۱

قتل عمد کا حکم

جس نے کسی مومن کو عمداً قتل کر ڈالا وہ جہنمی ہے یا نہیں اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض نے اسے ہمیشہ کے لیے جہنمی کہا ہے جبکہ عامۃ العلماء کا خیال ہے کہ وہ رب کی مشیت کے سپرد ہے وہ چاہے تو اسے بخش دے یا چاہے تو اسے سزا دے۔

ہمیشہ کے لیے جہنمی کہنے والوں کی دلیل سالم بن ابی جعد کا یہ قول ہے: ''وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ اس وقت آپ کی بینائی ختم ہو چکی تھی۔ اتنے میں کسی نے آ کر مومن کو عمداً قتل کرنے والے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: اس کی سزا یہ ہے کہ وہ ہمیشہ کو جہنم میں رہے گا۔'' سائل نے پوچھا: ''چاہے وہ توبہ کر لے، ایمان لے آئے، نیک عمل کرے اور راہِ ہدایت پر آجائے، پھر بھی''؟ فرمایا: ''اسے ہدایت کہاں سے ملے گی؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! بے شک یہ آیت نازل ہوئی، اس کے بعد اس کی ناسخ کوئی آیت نازل نہ ہوئی۔

وہ آیت یہ ہے:

وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا. (النساء: ۹۳)

''اور جو شخص مومن کو قصداً مار ڈالے گا اس کی جزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ (جلتا) رہے گا۔''

اور جو لوگ قاتل کی توبہ کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ آیت ہے:

Marfat.com

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ

(النساء :۴۸)

”خدا اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔“

سورہ نساء کی مذکورہ آیت کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ آیت مقیس بن حبابہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی جس اس نے ایک مومن کو قتل کیا تھا پھر بعد میں مرتد ہو کر مکہ چلا گیا تھا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے یہ مراد ہے کہ اگر خدا نے اسے سزا دی تو پھر وہ جہنم میں ہمیشہ رہے گا اور ہم امید کرتے ہیں کہ اگر خدا نے چاہا تو اسے ہمیشہ کے لیے جہنم میں نہ ڈالے گا۔ اسی طرح حضرت انسؓ کی روایت میں نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے: ”رب تعالیٰ نے جس عمل پر ثواب کا جو وعدہ فرما رکھا ہے وہ ثواب تو رب تعالیٰ اسے ضرور دے گا اور جس گناہ پر سزا کی وعید سنا رکھی ہے اس میں رب تعالیٰ کو اختیار ہے۔“

Marfat.com

باب ۸۲

کم سن بچے کا بوسہ لینے کا حکم

فقیہ سمرقندی فرماتے ہیں: ''کم سن بچے کا بوسہ لینے میں کوئی حرج نہیں ، اس پر اجر ملے گا، کہ اس میں بچے پر شفقت کا اظہار ہے۔'' ارشاد نبویؐ ہے: ''جو ہمارے بڑوں کی توقیر نہیں کرتا اور چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔''

اسود بن خلف کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن کو لیا اور انہیں پیار کیا، پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''بے شک اولاد بخیل بنانے والی بزدل بنانے والی، جاہل بنانے والی اور غم زدہ کرنے والی ہے۔''

ایک حدیث میں آتا ہے کہ: ''اولاد بخیل، بزدل (جاہل) اور غمگین بناتی ہے لیکن یہ دل کا پھل اور آنکھوں کی ٹھنڈک بھی ہے۔''

حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو عامل بنایا، ایک دفعہ وہ حضرت عمرؓ سے ملنے آیا تو آپ اپنے ایک بیٹے سے پیار کر رہے تھے یہ منظر دیکھ کر وہ آدمی کہنے لگا: ''بچے تو میرے بھی ہیں پر میں ان سے پیار نہیں کرتا۔'' حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''جب تم بچوں پر رحم نہیں کرتے تو بڑوں پر کم شفقت کرتے ہو گے، ہمارا عہدہ واپس کر دو۔'' اور یہ کہہ کر اس کو معزول کر دیا۔

کہتے ہیں کہ بوسہ پانچ قسم کا ہوتا ہے:

ا۔ محبت کا

Marfat.com

۲۔ رحمت کا

۳۔ شفقت کا

۴۔ مبارکباد کا

۵۔ شہوت کا

اب محبت کا بوسہ وہ ہوتا ہے جو والدین اپنے بچوں کے گالوں پر دیتے ہیں۔

اور رحمت کا بوسہ وہ ہوتا ہے جو اولاد والدین کے سر پر دیتی ہے۔

اور شفقت کا بوسہ وہ ہوتا ہے جو بہن اپنے بھائی کے ماتھے پر دیتی ہے۔

سلامی اور مبارکباد کا بوسہ وہ ہوتا ہے جو اہل ایمان ایک دوسرے کے ہاتھوں پر دیتے ہیں۔

اور شہوت کا بوسہ وہ ہوتا ہے جو خاوند بیوی کے ہونٹوں پر دیتا ہے۔

بعض لوگوں نے ہاتھوں اور چہرے پر ایک دوسرے کو بوسہ دینے کو مکروہ کہا ہے۔ کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بوسہ لینے اور بغل گیر ہونے سے منع فرمایا۔

بعض لوگوں نے اس کی رخصت دی ہے۔ ان کی دلیل وہ روایت ہے جس میں ذکر ہے کہ حضرت جعفرؓ جب حبشہ سے لوٹے تو آپؐ نے انہیں گلے لگایا اور ان کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

صحابہ کرام سفر سے واپسی پر ایک دوسرے سے بغل گیر ہوا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے اولاد ہمارے جگر ہیں اور فرمایا اولاد کو سینے سے لگایا کرو کہ یہ دل کے ٹکڑے ہیں۔

Marfat.com

باب ۸۳

دف بجانے کا بیان

شادیوں میں دف بجا سکتے ہیں یا نہیں اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے جبکہ بعض اسے مکروہ کہتے ہیں۔

جواز کے قائل علماء کی دلیل سیدہ صدیقہؓ سے مروی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''نکاحوں کا اعلان کرو، انہیں مساجد میں منعقد کرو، اور ان میں دف بجایا کرو۔''

اور ایک روایت میں ہے کہ: ''حلال اور حرام میں فرق نکاح میں دف بجانا اور آواز بلند کرنا ہے۔''

محمد ابن سیرین کہتے ہیں کہ مجھے یہ بتلایا گیا ہے کہ: ''حضرت عمرؓ جب دف کی آواز سنتے تھے تو اسے ناپسند کرتے تھے۔'' پھر پوچھتے تھے کہ یہ کیوں بجایا جا رہا ہے؟ اگر تو یہ بتلایا جاتا کہ جی کسی شادی میں بج رہا ہے یا ختنہ کی مجلس میں بجایا جا رہا ہے تو پھر کچھ نہ کہتے۔

ایک روایت میں ہے کہ سیدہ صدیقہؓ ایک شادی میں گئیں واپسی پر آپؐ نے پوچھا کیا تم نے بھی کچھ کہا۔'' بولیں: ''جی ہاں! میں نے یہ اشعار پڑھے تھے:

اتیناکم اتیناکم فحیونا نحییکم
فلولا العجوة السوداء لما کنا بوادیکم

Marfat.com

''ہم تمہارے پاس آئے، ہم تمہارے پاس آئے، تم ہمیں سلام کرو، ہم تمہیں سلام کرتے ہیں۔ اگر عجوہ کھجور نہ ہوتی تو ہم تمہاری وادی میں نہ آتے۔''

یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم نے یہ کیوں نہ کہا:

فلولا طاعة الرحمن لما کنا بوادیکم

''اگر رب رحمان کی طاعت نہ ہوتی تو ہم تمہاری وادی میں نہ آتے۔''

حضرت عباسؓ نے اپنے ایک بیٹے کی ختنہ کی تو گانے والوں کو بلا کر انہیں پانچ درہم دیئے۔

اور جو لوگ اس کے عدم جواز کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''مومن کے لیے ہر لہو باطل ہے سوائے تین چیزوں کے: ۱۔ اپنے گھوڑے کی تربیت کرنا (اور اسے سدھانا) ۲۔ کمان سے تیر پھینکنا (تیر اندازی سیکھنا) ۳۔ اور بیوی کے ساتھ پیار سے کھیلنا۔

ابو بریدہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک غزوہ سے واپس تشریف لائے اور ایک عورت نے حاضر ہو کر عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! میں نے اس بات کی نذر مانی تھی کہ اگر آپؐ اس غزوہ سے سلامت با کرامت تشریف لے آئے تو میں آپؐ کے پاس کھڑے ہو کر دف بجاؤں گی۔'' آپؐ نے فرمایا: ''اگر تو نے نذر مانی ہے تو بجا لے ورنہ رہنے دے۔'' بولی: ''میں نے نذر مانی ہے۔'' فرمایا: ''پھر بجا لے''

اب وہ دف بجانے لگی، اتنے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور کچھ دیر بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے وہ عورت اب بھی دف بجائے جا رہی تھی۔ انہوں نے اس کے ہاتھوں سے دف لے کر پھینک مارا تو وہ دبک کر بیٹھ گئی یہ منظر دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''میرا گمان ہے کہ اے عمرؓ! شیطان تم سے بھاگ جاتا ہے۔''

Marfat.com

آپؐ کا یہ فرمانا کہ نذر مانی ہے تو بجالے ورنہ رہنے دے، اس بات کی دلیل ہے کہ بلا نذر کے بجانا جائز ہے۔ اور جس روایت میں نکاحوں پر دف بجانے کے حکم کا ذکر ہے اس سے نکاح کے اعلان واظہار کا کنایہ مراد ہے۔ نا کہ دف بجانا ہی مقصود ومراد اور مطلوب ہے۔ مطلوب فقط اظہار اور چرچا کرنا ہے۔

فقیہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں ہمارے زمانے میں اب جو گھنگھروؤں اور دوسرے باجوں تاشوں کے ساتھ دف بجائے جاتے ہیں ان کے جواز کی تو ہرگز ہرگز گنجائش نہیں (اور ہمارے زمانے کے الیکٹرانک آلات موسیقی؟ کہ یہ بالاتفاق ناجائز ہیں، اختلاف اس دف میں ہے جو عہد رسالت وصحابہ میں بجایا جاتا تھا۔)

Marfat.com

باب ۸۴

امر بالمعروف کا بیان

اس مضمون کی متعدد آیات قرآن کریم میں آئی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُنتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (ال عمران :۱۱۰)

"(مومنو!) جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو۔"

ارشاد نبویؐ ہے: "تم ضرور نیکی کرنے کو کہتے رہو، برائی سے روکتے رہو ورنہ خدا تم پر تمہارے بدترین لوگوں کو مسلط کر دے گا۔ پھر تمہارے نیک لوگ دعا مانگیں گے اور وہ قبول نہ ہوگی۔"

پھر امر بالمعروف کئی طور پر ہے:

اگر تو ایک آدمی کو گمان غالب ہو کہ میں اگر فلاں کو نیک بات سمجھاؤں گا تو وہ قبول کرلے گا اور برائیوں سے رک جائے گا۔ ایسے آدمی کو امر بالمعروف کرنا واجب ہے اور اس کے ترک کی اس کے لیے گنجائش نہیں۔

اور اگر غالب گمان ہو کہ وہ بات نہ مانے گا بلکہ الٹا سب وشتم کرے گا تو اسے امر بالمعروف ترک کرنا افضل ہے۔

اور اگر معلوم ہو کہ اگر ہم اسے برائی کے ارتکاب پر ماریں تو وہ برداشت نہ

Marfat.com

کرے گا اور عداوت پر اتر آئے گا اور جھگڑا بڑھے گا تو اسے نہ مارے اور اگر یہ علم ہو کہ وہ صبر کر جائے گا اور آگے کسی کی شکایت نہ کرے گا تو اس کی پٹائی کرنے میں کوئی حرج نہیں تا کہ وہ برائی سے باز آجائے۔

اور اگر ایک آدمی کو علم ہو کہ میرے امر بالمعروف کرنے پر وہ مجھے زدوکوب کریں گے اور میں اس کو برداشت نہ کرسکوں گا اور جھگڑا کھڑا ہو جائے گا اور عداوت جنم لے گی تو امر بالمعروف ترک کرنا افضل ہے۔

اور اگر آدمی جانتا ہو کہ میرے وعظ کرنے پر اگر وہ مجھ پر دست درازی کرتے ہیں تو میں صبر کرسکتا ہوں اور شکوہ شکایت بھی زبان پر نہ لاؤں گا تو اسے امر بالمعروف کرنا بہتر ہے اور ایسا کرنے میں وہ مجاہد شمار ہو گا کیونکہ اس کا یہ عمل پیغمبروں والا ہو گا (کہ وہ بھی اپنی امت کی ایذا رسانیوں پر صبر کرتے تھے)

اور اگر ایک آدمی جانتا ہو کہ نہ تو وہ میری بات مانیں گے اور نہ مجھ پر ہاتھ ہی اٹھائیں گے تو اسے امر بالمعروف کرنے یا نہ کرنے میں اختیار ہے۔ البتہ امر بالمعروف کرنا افضل ہے۔

یہی حدیث میں بھی آتا ہے جو تم میں سے کسی برائی کو ہوتا دیکھے تو ہو سکے تو ہاتھ سے اسے بند کر دے، ورنہ زبان سے ورنہ دل سے اسے برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

کہتے ہیں کہ جس شہر میں چار قسم کے لوگ ہوں وہاں کے باشندے مصیبتوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

۱۔ امام عادل جو کسی پر ظلم نہ کرتا ہو۔

۲۔ عالم ربانی

۳۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے بزرگ جو قرآن سیکھنے اور علم

Marfat.com

حاصل کرنے کی تعلیم اور ترغیب دیتے ہیں۔

۴۔ پردہ کرنے والی عورتیں جو جاہلیت والا فیشن نہ کرتی ہوں۔

بعض کا قول ہے کہ:

ہاتھ سے امر بالمعروف بادشاہوں کے لیے ہے۔

زبان سے علماء کے لیے اور

دل سے برا جاننے والا فعل عوام کا ہے۔

Marfat.com

باب ۸۵

نکاح کا بیان

نکاح کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک یہ فرض اور بعض کے نزدیک سنت ہے۔ ہمارا قول یہ ہے کہ: ''اگر نفس بے قابو ہو رہا ہو تو نکاح کرنا افضل ہے بشرطیکہ نکاح کی قدرت ہو۔ وگرنہ اختیار ہے۔ اور ایسی صورت میں عبادت میں لگنا افضل ہے۔

نکاح کو فرض کہنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نکاح کرنے کا حکم دیا کرتے تھے اور گوشہ نشینی کی شدت کے ساتھ ممانعت کیا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے زیادہ بچے جننے والی اور زیادہ محبت کرنے والی عورتوں نکاح کرو کہ روز محشر میں تمہاری (کثرت کی) بنا پر دوسرے پیغمبروں پر فخر کروں گا۔''

نکاح کو سنت کہنے والوں کی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عکاف بن وداعہ سے فرمایا: ''کیا تیری بیوی ہے؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا: ''حالانکہ تم نوجوان اور غنی ہو۔'' عرض کیا: ''جی ہاں الحمدللہ!'' تو فرمایا: ''تم یا تو شیطان کے بھائی ہو یا پھر نصرانی راہب ہو، اگر تم ہم میں سے ہو تو جیسے ہم کرتے ہیں تم بھی کرو، ہماری سنت نکاح کرنا ہے۔

یہ اختلاف تو تب ہے جب نفس بے قابو اور طبیعت میں اطمینان ہو۔ البتہ جب نفس میں انگیخت نہ ہو تو عبادت میں لگنا افضل ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کی تعریف کرتے ہوئے انہیں حصور فرمایا ہے اور حصور اس کو کہتے ہیں جو اپنی مرضی سے

Marfat.com

عورتوں کے پاس نہ جاتا ہو۔ یعنی اس نے عبادت میں لگ کر اپنی شہوت کو توڑ ڈالا ہو۔

اب اگر نکاح کرنا ہی ہے تو دیندار عورت سے کرے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے: ''عورت نکاحی جاتی ہے اپنے حسن یا مال یا جمال یا دین کی وجہ سے تو دیندار چننا کہ اس سے تیرے ہاتھ میں برکت ہوگی۔''

اور ایک روایت میں ہے کہ: ''آپؐ نے بے دین خوبصورت عورت سے شادی کرنے سے منع فرمایا۔

Marfat.com

باب ۸۶

محنت کرنے اور کمانے کا بیان

بعض لوگ کمانے کو مکروہ جانتے ہیں ان کے نزدیک رب پر بھروسہ کر کے اس کی عبادت میں لگنا افضل ہے۔ عام علماء کے نزدیک اتنا کمانا جو اسے اور اس کے اہل وعیال کو کافی ہو جائے، واجب ہے۔ اس سے زیادہ کمانا مباح ہے۔ اور عبادت میں لگنا افضل ہے۔ اور زیادہ کی طلب میں لگنا حرام نہیں جبکہ اس سے مقصود ریاء اور فخر نہ ہو اور نہ فرائض کا ترک ہی ہو جو عبادت میں لگنے کو افضل بتلاتے ہیں ان کی دلیل یہ آیت ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات : ۵۶)

''میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ وہ میری عبادت کریں۔''

جب ہمارا مقصد تخلیق ہی عبادت ہے تو عبادت میں لگنا افضل ہے نہ کہ کمانے میں لگنا۔

ارشاد نبویؐ ہے: ''میری طرف یہ وحی نہیں بھیجی گئی کہ میں مال جمع کروں اور تاجر بنوں البتہ میری طرف یہ وحی بھیجی گئی ہے کہ میں اپنے رب کی اس کی تعریف کے ساتھ پاکی بیان کروں اور سجدہ کرنے والوں میں بنوں اور موت تک عبادت میں لگا رہوں۔''

جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ بقدر کفایت کمانا واجب ہے ان کی دلیل یہ

Marfat.com

ہے کہ رب تعالیٰ نے بندوں پر چند فرائض عائد کیے ہیں۔ پھر ان فرائض کو بندہ تب ہی ادا کر سکتا ہے جب وہ لباس اور قوت بدن کو مہیا کرے۔ اور ان کا حصول کمائے بغیر ممکن نہیں۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ.

(الجمعہ: ۱۰)

''پھر جب نماز ہو چکے تو اپنی اپنی راہ لو اور خدا کا فضل تلاش کرو۔''

ارشاد نبویؐ ہے: ''پارچہ کا کاروبار کرو کہ تمہارا باپ (یعنی بڑا دادا حضرت ابراہیم خلیل اللہ) بزاز تھے (یعنی پارچہ فروش تھے)

ابن مبارک کہتے ہیں: ''جو بازار جانا چھوڑ دے اس کی مروت چلی جاتی ہے اور وہ بداخلاق ہو جاتا ہے۔''

ابراہیم بن یوسف کہتے ہیں: ''بازار جانا باعث عزت ہے۔''

کہتے ہیں تین باتوں کی بنا پر کمانا چھوڑا جاتا ہے:

۱۔ سستی کی وجہ سے

۲۔ تقویٰ کی وجہ سے

۳۔ امور عار کی وجہ سے۔

اب جو تو سستی کی وجہ سے نہیں کماتا وہ ضرور سوال کرتا ہے اور جو تقویٰ کی وجہ سے چھوڑتا ہے وہ ضرور دوسروں کے مال میں طمع کرتا ہے اور جو عار کی وجہ سے نہیں کماتا وہ ضرور چوری کرتا ہے۔

مشہور ہے کہ تین باتیں لاعلاج ہیں:

۱۔ وہ مرض جو بڑھاپے میں لاحق ہو

Marfat.com

۲۔ وہ عداوت جس میں حسد بھی ملا ہو

۳۔ اور وہ فقر جس میں سستی بھی شامل ہو

حکیم ابوالقاسم کہتے ہیں: ''کسب حلال عزت دار غریب کو زینت بخشتا ہے اور کمزور نادار کے لیے ستر ہے۔ اور کمینوں کی زبان بند کر دیتا ہے۔

کہتے ہیں کہ ہر شے کی ایک زینت ہوتی ہے اور نوجوان کی زینت اس کا کسی کام میں لگنا ہے۔

کہتے ہیں کہ جس آدمی میں چھ خوبیاں پیدا ہو جائیں وہ سب کا سردار بن جاتا ہے تین کا تعلق گھر سے ہے۔ اور تین کا گھر کے باہر سے ہے:

گھر کے باہر والی صفات یہ ہیں:

ا۔ علماء سے استفادہ کرنا

۲۔ متقیوں کے پاس اٹھنا بیٹھنا

۳۔ اپنے بیوی بچوں کے لیے رزق حلال حاصل کرنا

گھر کے متعلق تین باتیں یہ ہیں:

ا۔ علماء سے سنی باتیں گھر والوں کو سنانا۔

۲۔ متقیوں کی باتوں پر گھر میں عمل کرنا۔

۳۔ اور گھر والوں پر حسب طاقت کھانے پینے میں وسعت کرنا۔

Marfat.com

باب ۸۷

طب کا بیان

اتنی طب سیکھنا مستحب ہے جس سے آدمی اپنے بدن کو ضرر رساں چیزوں سے بچا سکے۔ حکماء کا بیان ہے کہ: ''علم دو ہی ہیں علم الابدان اور علم الادیان۔'' اور جیسے آدمی کو اتنا علم سیکھنا لازم ہے جس سے وہ اپنے دین کی اصلاح کر سکے، اسی طرح اسے اتنا طب کا علم حاصل کرنا لازم ہے جس سے وہ اپنے بدن کی اصلاح کر سکے اور اسے ضرر سے بچا سکے کہ یہ مروت میں داخل ہے۔

اطباء کا قول ہے کہ احتیاط سے بڑھ کر کوئی طب نہیں۔

ایک صحابی نے کسی سے ارشاد فرمایا: ''کیا میں تمہیں طب کا وہ علم نہ سکھاؤں جس کے حصول سے اطباء عاجز رہ گئے، اور وہ علم نہ سکھاؤں جس کے حصول سے علماء عاجز رہ گئے۔ اور ایسی حکمت نہ سکھاؤں جس کے سیکھنے سے حکماء عاجز رہ گئے؟

اس آدمی نے کہا: ''کیوں نہیں؟''

ان صحابی نے فرمایا: ''وہ طب جس کے حصول سے اطباء عاجز رہ گئے یہ ہے کہ جب بھوک لگے تو دسترخوان پر بیٹھنا اور ابھی بھوک ہو تو اٹھ جانا۔

اور وہ علم جس کے حصول سے علماء عاجز رہ گئے وہ یہ ہے کہ: ''جب تم سے ایسی بات کا سوال کیا جائے جو تم جانتے نہ ہو کہہ دیا کرو اللہ زیادہ جانتا ہے۔

اور رہی وہ حکمت جس کے حصول سے حکماء عاجز رہ گئے، یہ ہے کہ: ''جب کسی

Marfat.com

مجلس میں بیٹھوتو خاموش بیٹھو، اگر وہ خیر کی باتیں کریں تو تو بھی ان میں شامل ہو جا اور جب وہ شر میں داخل ہو جائیں تو تو وہاں سے اٹھ جا۔"

ایک شخص کی عمر بڑی لمبی تھی کسی نے اس کا راز پوچھا تو کہنے لگا: "جب ہم کھانا پکاتے ہیں تو خوب اچھی طرح پکاتے ہیں جب روٹی کھاتے ہیں تو خوب چباتے ہیں، نہ پیٹ بالکل بھر دیتے ہیں اور نہ خالی چھوڑتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ ناشتے کے بعد ذرا دیر کو ستانا اور رات کی روٹی کے بعد کچھ چلنا پھرنا بے حد نافع ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں، پانچ باتیں نسیان پیدا کرتی ہیں۔

۱۔ کھٹا سیب کھانا

۲۔ کھڑے پانی میں پیشاب کرنا

۳۔ گدی کے گڑھے میں پچھنے لگوانا

۴۔ مٹی میں لقمہ گرانا

۵۔ اور آوارہ چوہیا کا جھوٹا پینا

بعض نے ان باتوں کو باعث نسیان بتلایا ہے۔

۱۔ قبروں کے کتبے پڑھنا

۲۔ دھنیا کھانا

۳۔ دو قطار میں لگے اونٹوں کے درمیان چلنا اور عورتوں کے درمیان چلنا۔

ارشاد نبویؐ ہے: "مسواک کرو کہ اس میں دس خوبیاں ہیں، منہ کو پاک کرتی ہے، رب کی رضا کا باعث ہے، فرشتوں کو رستہ دیتی ہے، نگاہ تیز کرتی ہے، دانتوں کو سفید کرتی ہے، مسوڑھے مضبوط کرتی ہے، رخنے پر کرتی ہے، کھانا ہضم کرتی ہے، بلغم قطع کرتی ہے، فرشتوں کے حاضر ہونے کا سبب ہے، نماز کا اجر دوگنا کرتی ہے اور شیطان

Marfat.com

کو رسوا کرتی ہے۔''

کہتے ہیں کہ جو زرد رنگ کی جوتیاں پہنتا ہے وہ ہمیشہ خوش رہتا ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ (البقرہ: ۶۹)

''اس گائے کا رنگ گہرا زرد ہے جو دیکھنے والوں کو بھلا لگتا ہے۔''

ارشاد نبویؐ ہے: ''جس نے عقیق کی انگوٹھی پہنی وہ ہمیشہ برکت اور سرور میں رہے گا۔''

کہتے ہیں کہ جس نے گھر میں کپڑے سے جھاڑو لگایا وہ تنگدست ہو جائے گا اور جو گھر سے مکڑی کے جالے نہ اتارے وہ بھی تنگدست ہو جاتا ہے، اور اگر اصطبل سے جالے صاف نہ کیے جائیں تو گھوڑے دبلے ہو جاتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ: ''سبزہ، جاری پانی، حسین چہرہ، والدین کا چہرہ، نماز میں سجدہ کی جگہ، ترنج، اور سرخ حمام کو دیکھنا نگاہ کو تیز کرتا ہے۔

Marfat.com

باب ۸۸

مضر چیزوں کو کھانے سے بچنے کا بیان

علامہ سمرقندی فرماتے ہیں کہ پت جھڑ اور سردیوں میں بدن کھانا خوب ہضم کرتا ہے کیونکہ ان موسمون میں معدہ گرم ہوتا ہے جو کھانا خوب پکاتا ہے۔ جبکہ گرمیوں اور بہار میں معدہ ٹھنڈا ہوتا ہے، اس لیے کھانے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا کیونکہ ٹھنڈا ہونے کی وجہ سے کھانا اچھی طرح ہضم نہیں کر پاتا۔

گرمیوں میں خوب ٹھنڈا پانی کثرت کے ساتھ پینا نقصان نہیں دیتا جبکہ سردیوں میں بہت نقصان دیتا ہے۔ اس لیے سردیوں میں پانی کم پیئے سونے کے بعد کم پانی پینا چاہیے کہ یہ معدہ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے جس سے بیماریاں لگنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ البتہ اگر طبیعت بہت گرم یا بخار ہو تو اور بات ہے۔

پیٹ بھرا ہو اور سونے لگو تو مناسب ہے کہ پہلے داہنی کروٹ لیٹو تاکہ سنت کی موافقت ہو جائے پھر کچھ بائیں طرف لیٹ جاؤ کہ یہ کھانا خوب ہضم کرتا ہے اور نیند میں حرکت کرنا اور کروٹیں بدلنا نافع ہے۔

پیٹ کے بل نہ سوئے کہ اس سے دل سخت ہو جاتا ہے، البتہ کوئی عذر ہو تو جائز ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو پیٹ کے بل سوتے دیکھا تو پاؤں مار کر بیدار کر دیا اور فرمایا کہ اس طرح کے سونے کو خدا ناپسند کرتا ہے۔

اگر پیٹ بھرے آدمی کو پیٹ میں درد پڑ جانے کا اندیشہ ہو تو پیٹ کے نیچے تکیہ

Marfat.com

لے کر سونے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ یہ حالت عذر ہے اور ضرورتیں ممنوع باتوں کو حلال کر دیتی ہیں۔ البتہ یہ آدمی زیادہ کھانے سے توبہ کر لے۔

کہتے ہیں کہ کھانے سے قبل ٹھنڈا پانی پینا معدہ کی حرارت کو بجھا دیتا ہے اور کھانے کے بعد ٹھنڈا پانی معدہ کو گرم کر دیتا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے۔

اگر انگور، کھجور، منقیٰ وغیرہ کھائے تو ان کے بعد پانی نہ پیئے کہ یہ معدہ کو خراب کر دیتا ہے۔ مناسب ہے کہ کھانے کے کچھ دیر بعد پانی پیئے کہ یہ کم نقصان دیتا ہے۔
گرم گرم چاول یا میٹھی چیز کھانے کے بعد پانی نہ پیئے کہ یہ دانتوں کو نقصان دیتا ہے۔

اگر گرم روٹی کے ساتھ مچھلی کھائیں تو پیٹ میں کیڑے پیدا ہوتے ہیں۔

ابن مقنع کا قول ہے کہ اگر کسی نے چالیس دن تک مسلسل پیاز کھایا پھر اس کے منہ پر جھائیں نکل آئیں تو اپنے آپ کو ہی برا بھلا کہے۔

اسی طرح اگر کسی نے پچھنے لگوانے کے بعد کوئی نمکین چیز کھالی جس سے خارش نکل آئی تو بھی خود ہی کو قصور وار ٹھہرائے۔ اور جس نے مچھلی اور انڈا اکٹھا کھا لیا پھر اس کو فالج ہو گیا یا نقرس کا درد نکل آیا تو بھی خود کو ملامت کرے۔

اور یہ بھی ابن مقفع کا قول ہے کہ نبیذ اور دودھ پینے سے برص نکل آتی ہے۔

زیادہ مچھلی کھانے سے نگاہ متاثر ہوتی ہے۔ کھانے سے مکمل طور پر فارغ ہونے کے بعد پانی پیئے کہ اس سے کم نقصان ہوتا ہے۔

دودھ اور کھٹی چیزیں یا سبزیاں ملا کر نہ کھائے۔ کھانے سے پہلے میوے کم نقصان دہ جبکہ بعد میں زیادہ نقصان دہ ہوتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ چار چیزوں کی تعریف ان کا انجام دیکھ کر ہی کی جاتی ہے۔

۱۔ کھانا کہ اس کے ہضم ہونے کے بعد اس کی تعریف کی جاتی ہے۔

۲۔ میدان جنگ کا بہادر جب تک معرکہ کارزار سے لوٹ نہ آئے۔

Marfat.com

۳۔ کھیتی جب تک پک نہ جائے اور کاٹ نہ لی جائے۔

۴۔ عورت جب تک مر نہیں جاتی۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ''کھانے کا آغاز اور اختتام میں نمک کھانا ستر مصیبتیں دور کرتا ہے۔''

کہتے ہیں کہ پیٹ بھرے میں اخروٹ کھانے سے بدہضمی ہوتی ہے اور بادام اکیلے یا روٹی کے ساتھ کھانسے ہاضمہ سست ہو جاتا ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ''روزانہ سات عجوہ کھجوریں کھانے سے پیٹ کے کیڑے ختم ہو جاتے ہیں۔ اور جو روزانہ اکیس سرخ منقیٰ کے دانے کھائے گا اسے موت کے سوا کوئی مرض لاحق نہ ہو گا۔''

کہتے ہیں کہ گوشت گوشت بناتا ہے، ثرید عربوں کا کھانا ہے، اور گائے کا گوشت بیماری، اس کا دودھ شفا اور اس کا گھی دوا ہے۔

مچھلی گوشت پگھلاتی ہے۔ یہ سب باتیں حضرت علیؓ سے منقول ہیں۔

عورتوں کے لیے سب سے زیادہ مفید پکی کھجور ہے۔

خوشبو دماغ اور نگاہ کو تیز کرتی ہے البتہ زیادہ خوشبو لگانا مکروہ ہے کہ اس سے مزاج میں خشکی پیدا ہوتی ہے سوائے کافور کے کہ اس کی ایسی تاثیر نہیں۔ نرم لباس خون بڑھاتا ہے جبکہ موٹا لباس خون سکھاتا ہے۔

کہتے ہیں: ''زیادہ خوشی جلد ہلاک کرتی ہے نا کہ زیادہ غم۔ کیونکہ مسرت کا مزاج ٹھنڈا ہے اور ٹھنڈک حرارت سے جلد ہلاک کرنے والی ہے۔ جبکہ غم کا مزاج گرم ہے کیونکہ یہ جگر سے پیدا ہوتا ہے۔

Marfat.com

باب ۸۹

جماع کا بیان

بیوی سے ملنے کے بعد شرمگاہ کو دھو لینا چاہیے ورنہ مثانہ میں پتھری ہو جاتی ہے۔
فقیہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں: ''کوئی ایسا کرے تو منع ہے اور نہ کرے تو امید ہے کہ اسے نقصان نہ ہو گا۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ: ''نبی کریم ﷺ حالت جنابت میں بغیر پانی کو چھوئے بھی سو جاتے تھے۔''

ابن مقفع کہتے ہیں: ''جسے احتلام ہوا پھر شرم گاہ دھوئے بغیر بیوی سے ملا تو ڈر ہے کہ اس سے مجنون یا معذور اولاد پیدا ہو گی۔

جماع کے بعد ٹھنڈے پانی سے شرمگاہ نہ دھوئے کہ اس سے بخار چڑھ جانے کا ڈر ہے۔ البتہ طبیعت کے سکون میں آجانے کے بعد دھو لے کہ اس سے جسم تندرست اور آفتوں سے دور رہتا ہے۔

گرمیوں اور خزاں میں جماع کی کثرت مضر ہے جبکہ سردیوں اور بہار میں جماع کی کثرت کا نقصان کم ہوتا ہے۔ اگر پیٹ بھرے جماع کرنے کے بعد حمل ٹھہر گیا تو پیدا ہونے والا بچہ سست ہو گا جبکہ خالی پیٹ جماع کے بعد پیدا ہونے والا بچہ چست اور پھرتیلا پیدا ہو گا۔

رات کے آخری حصہ میں جماع کرنا پہلے حصہ سے بہتر ہے کیونکہ اس وقت یعنی

Marfat.com

رات کے اول پہر میں معدہ بھرا ہوتا ہے۔

کہتے ہیں کہ چار باتیں عمر گھٹا دیتی ہیں بلکہ ختم ہی کر دیتی ہیں:

۱۔ پیٹ بھرے حمام میں گھسنا

۲۔ گوشت سوکھا نمک لگا پارچہ کھانا

۳۔ پیٹ بھرے میں متلی ہونا

۴۔ بوڑھی عورت سے جماع کرنا

جماع سے فارغ ہونے کے بعد سیدھے مت کھڑے ہو بلکہ دائیں کروٹ لیٹ جاؤ کہ یہ بدن کے لیے بہت نافع ہے امید ہے کہ ایسا کرنے سے نرینہ اولاد پیدا ہوگی۔

بیوی سے ملاعبت کیے بغیر جماع نہ کرے اور بیوی کی شہوت بھڑکائے۔ کہ اس سے بڑی راحت ہوتی ہے اور بچہ زیادہ کامل پیدا ہوتا ہے۔

کہتے ہیں کہ ہر شہوت دل کو سخت کرتی ہے سوائے جماع کے کہ یہ دل کو صاف کرتا ہے، اس لیے انبیاء کرام بھی جماع کرتے تھے۔ جماع کے منافع بھی ہیں اور نقصانات بھی۔ منافع یہ ہیں کہ اگر غم زدہ ہونے کی حالت میں جماع کیا جائے تو غم ہلکا ہوتا ہے۔ گناہ کی رغبت ختم ہوتی ہے۔ دل کے حرام وسوسے ختم ہوتے ہیں، غصہ ٹھنڈا ہوتا ہے۔

اور جماع کے نقصانات یہ ہیں:

بدن کمزور ہوتا ہے، نگاہ کمزور ہوتی ہے اور پنڈلیوں، سر اور پیٹھ کے درد کا سبب بنتا ہے خصوصاً جب طبیعت ٹھنڈی اور خشک ہو۔

جماع کے وقت باتیں نہ کرے کہ بچہ گونگا پیدا ہوسکتا ہے۔ جماع کے وقت بالکل ننگے نہ ہوں کہ حدیث میں اس کی ممانعت آتی ہے اور اسے چوپایوں کا فعل قرار

Marfat.com

دیا گیا ہے۔ اور ایسے جماع سے بے حیاء اولاد پیدا ہوتی ہے۔

بیمار عورت سے جماع کرنے سے بیماریوں کا اندیشہ ہے۔ البتہ شہوت غالب ہو تو اور بات ہے۔ نہانے سے پہلے دوبارہ جماع کرنے کو بعض علماء نے مکروہ کہا ہے۔ لیکن ہم امید کرتے ہیں کہ ایسا نہ ہوگا۔

کھڑے ہو کر جماع کرنے سے بدن کمزور ہوتا ہے۔

Marfat.com

باب ۹۰

حمام میں داخل ہونے کا بیان

حالت جنابت میں بال صفا پاؤڈر استعمال کرنا مکروہ ہے۔ حمام میں بھوکے داخل ہونے سے بدن میں خشکی پیدا ہوتی اور اگر پیٹ بھرے داخل ہوں تو پیٹ کی بیماریاں اور انتڑیوں میں کیڑوں کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اور ابن مقفع کے بقول درد قولنج ہونے کا ڈر ہے البتہ کھانا کھانے اور ہضم کرنے کے بعد حمام میں داخل ہونا مستحب ہے۔ اور مچھلی کھانے کے بعد حمام میں داخل ہونے سے فالج ہوجانے کا اندیشہ ہے۔ حمام میں داخل ہوتے وقت اس میں گھستا ہی نہ چلا جائے بلکہ ایک ایک کمرے میں ٹھہر ٹھہر کر آگے بڑھے۔ حمام میں بدن پر ٹھنڈا پانی نہ ڈالے اور نہ نکلنے کے بعد ٹھنڈا پانی پیئے کہ یہ مکروہ اور بدن کے لیے مضر ہے۔

کہتے ہیں کہ سردیوں سے زیادہ گرمیوں میں حمام جانے کا فائدہ ہوتا ہے۔ گرمیوں میں حمام کا پانی بہت گرم نہ ہو کہ کسی آفت میں نہ پڑ جاؤ۔

سردیوں میں حمام سے نکلتے ہی فوراً کپڑے پہنے کہ کہیں ٹھنڈی ہوا بدن کو نقصان نہ دے۔ سر ڈھانپ کر باہر نکلے تا کہ سر درد نہ ہو جائے۔

زیر ناف بال صاف کرنے ہوں تو ایک دن پہلے اور ایک دن بعد جماع نہ کرے۔

گرمیوں میں ٹھنڈے اور سردیوں میں گرم پانی سے نہانا زیادہ مفید ہے۔ البتہ

Marfat.com

پانی نہ زیادہ ٹھنڈا ہو اور نہ بہت گرم ہو۔

Marfat.com

باب۹۱

پچھنے لگوانے کا بیان

نہار منہ پچھنے لگوانا مستحب ہے۔ حدیث نبویؐ میں ہے: ''نہار منہ پچھنے لگوانا بہت مفید ہے، اس میں شفا اور برکت ہے اور یہ عقل اور حافظہ میں اضافہ کرتا ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ: ''آپؐ سے جس نے بھی سر درد کی شکایت کی آپؐ نے اسے پچھنے لگوانے کا حکم دیا۔ جو پچھنے لگوانا چاہے وہ ایک دن ایک رات پہلے اور ایک دن بعد تک بیوی سے صحبت نہ کرے۔

جس دن پچھنے لگوانے کا ارادہ ہو، مناسب ہے کہ ایک دن پہلے عصر کے وقت شام کا کھانا کھالے کہ یہ انفع ہے۔ اگر آدمی کے بدن میں پت ہو تو پچھوانے لگوانے سے قبل کچھ کھالے تاکہ حجامت عقل پر غالب نہ آجائے۔ اور اس دن حمام میں بھی داخل نہ ہو۔

ایک طبیب کا کہنا ہے کہ جس نے ایک ہی دن میں پچھنے بھی لگوائے، حمام میں بھی گیا اور جماع بھی کرلیا تو حیرت ہو کہ وہ نہ مرے۔

پچھنے لگوانے کے فوراً بعد کوئی نمکین چیز نہ کھائے۔ کہ اس سے پھوڑے نکلنے اور خارش لگنے کا اندیشہ ہے۔ البتہ فوراً سرکہ چکھے۔ تاکہ تکلیف میں آرام آجائے۔ اور کوئی شوربے والی چیز چکھے۔ ہو سکے تو کوئی میٹھی چیز کھائے۔ البتہ اس دن دودھ کی پنیر نہ کھائے۔ اور اس دن کم پانی پیئے۔ ہفتہ اور بدھ کے روز پچھنے لگوانا مکروہ ہے۔ جیسا کہ

Marfat.com

حدیث میں بھی آتا ہے کہ اس سے برص ہونے کا اندیشہ ہے۔ اگرچہ بعض روایات میں اس کی رخصت آئی ہے لیکن بچنا پھر بھی افضل ہے۔

اس کے لیے سب سے بہتر دن اتوار اور سوموار کا ہے۔ مستحب یہ ہے کہ گرمیوں میں سخت گرمی میں اور سخت سردیوں میں سخت سردی میں پچھنے لگوائے۔ سب سے بہتر موسم بہار کا ہے اور سب سے بہتر وقت نصف ماہ سے آخر تک کا ہے۔

دونوں کندھوں کے درمیان پچھنے لگوانا نافع اور گدی کے گڑھے میں لگوانا مکروہ ہے۔ کہ اس سے نسیان ہوتا ہے اور سر کے بیچ میں لگوانا مفید ہے۔

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ سر کے بیچ میں پچھنے لگوا رہے تھے کہ اقرع بن حابس حاضر ہوئے۔ انہوں نے ایسا کرنے کا سبب دریافت کیا تو فرمایا: ''اے ابن حابس! ایسا کرنا سر اور دانتوں کے درد میں مفید ہے اور اونگھ، جذام، برص اور جنون کے لیے مفید ہے۔

Marfat.com

باب ۹۲

بیت الخلاء کے آداب

راستہ میں حاجت کرنا مکروہ ہے۔ اسی طرح نہر کے کنارے پر، پھل دار درخت کے نیچے اور سایہ دار درخت کے نیچے اجابت کرنا مکروہ ہے۔

ایک حدیث میں ہے: ''باعث لعنت کاموں سے بچو۔'' اس کے بعد آپؐ نے ان سب مذکورہ جگہوں میں اجابت کرنے کو باعث لعنت قرار دیا ہے۔

پیشاب شروع کرنے کے بعد روکنا برا ہے کہ اس سے مثانہ کو نقصان ہوتا ہے۔

کسی طبیب کو کسی نے بتلایا کہ تمہارے بیٹے کو زور کا پیشاب آیا تو اس نے گھر پہنچنے تک کا انتظار نہ کیا اور سواری سے اتر کر پیشاب کرلیا۔ وہ بولا بچے نے برا کیا اسے تو سواری پر سے اترنے سے پہلے پہلے پیشاب کرلینا چاہیے تھے۔

حکیم لقمانؑ نے اپنے آقا سے کہا: ''زیادہ دیر بول و براز دبا کے مت بیٹھو کہ اس سے بواسیر ہوجاتی ہے۔''

زمین کے کسی بل میں پیشاب نہ کرے کیا معلوم کوئی جن، سانپ بچھو وغیرہ اس میں نہ رہتے ہوں کہ حدیث میں زمین کے بلوں کو شیاطین کے ٹھکانے کہا گیا ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہؓ نے ایک بل میں پیشاب کیا تو اس میں سے ایک جن نے نکل کر انہیں ہلاک کردیا۔

Marfat.com

باب ۹۳

اکیلے رہنے کی کراہت

ارشاد نبویؐ ہے کہ: ''سب سے برا وہ آدمی ہے جو اکیلے کھائے، اپنی بخشش سے لوگوں کو محروم کرے اور اپنے غلام کو مارے۔''

ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے گھر میں اکیلے رہنے سونے اور اکیلے سفر کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا: ''اکیلے کے ساتھ شیطان ہوتا ہے البتہ دو سے دور ہوتا ہے۔''

ایک روایت میں ہے: ''اکیلا سوار ایک شیطان ہے، دو سوار دو شیطان ہیں اور تین سوار قافلہ ہیں۔''

ایک حدیث میں آتا ہے کہ: ''شیطان ایک اور دو کو بہکانے کا ارادہ تو کرتا ہے لیکن تین کا ارادہ نہیں کرتا۔''

فقیہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں: ''یہ ممانعت بطور شفقت کے ہے نا کہ بطور تحریم کے، کیونکہ کبھی دشمن اکیلے کو گھیر لیتے ہیں اگر زیادہ ہوں گے تو دشمن کے مقابلے میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ البتہ اگر اکیلے کو حفاظت کا اطمینان ہو تو وہ اکیلا بھی سفر کر سکتا ہے۔ جیسے نبی کریم ﷺ نے اپنا نامہ مبارک دے کر حضرت دحیہ کلبیؓ کو قیصر روم کی طرف اکیلے بھیجا تھا۔''

کہتے ہیں کہ اتفاق میں قوت اور نااتفاقی میں ہلاکت ہے۔

Marfat.com

بعض علماء کا قول ہے کہ: ''جڑے اور یک جہت رہو تو غالب رہو گے، نا اتفاقی سے پھوٹ کر رہو گے تو مغلوب ہو جاؤ گے۔''

کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ اکیلے کی رائے ریشمی دھاگا ہے، دو کی رائے سلا ہوا سوتی دھاگا ہے جبکہ تین کی رائے رسی ہے جو ٹوٹتی نہیں۔''

سفر میں اگر تین ہوں تو دو تیسرے کو چھوڑ کر آپس میں باتیں نہ کریں کہ اس سے غم ہوگا کہ حدیث میں ایسا کرنے کی ممانعت آئی ہے۔

Marfat.com

باب ۹۴

کراماً کاتبین کا بیان

یہ کیا کچھ کرتے ہیں؟ اس کی تفصیل میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ انسان کے اچھے برے سب اقوال وافعال کو لکھتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ صرف انہیں کو لکھتے ہیں جن میں اجر یا گناہ ہوتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ: ''یہ لکھتے تو سب کچھ ہی ہیں لیکن جب آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں تو ان باتوں کو مٹا دیتے ہیں جن میں نہ اجر ہوتا ہے اور نہ گناہ۔''

یہی مطلب ہے اس آیت کا:

یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ (الرعد :۳۹)

''خدا جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا اور (جس کو چاہتا ہے) قائم رکھتا ہے۔''

یعنی ان باتوں کو جن میں اجر یا گناہ ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ. (ق ۱۸)

''کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی مگر نگہبان اس کے پاس تیار رہتا ہے۔''

حضرت ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''آدمی کی ہر اچھی بری بات لکھی جاتی ہے، ان کے سوا کچھ نہیں لکھا جاتا جیسے کسی کا یہ کہنا: اوئے خادم! ذرا پانی دینا، جانور کو چارہ ڈال دینا وغیرہ وغیرہ جیسی باتیں۔''

Marfat.com

جبکہ حسن بصری کہتے ہیں سب کچھ لکھا جاتا ہے۔

ابن جریج کہتے ہیں: ''یہ فرشتے ہیں ایک داہنی طرف اور ایک بائیں طرف بیٹھتا ہے۔ اب دائیں طرف والا تو اپنے ساتھی کی شہادت کے بغیر لکھتا ہے۔ جبکہ بائیں والا اپنے ساتھی کی شہادت کے بغیر نہیں لکھتا۔ جب آدمی بیٹھتا ہے تو یہ دائیں بائیں ہوتے ہیں لیکن یہ چلتا ہے تو یہ دونوں اس کے آگے پیچھے ہوتے۔ اور سوتے وقت ایک سرہانے اور ایک پائینتی کی طرف ہوتا ہے۔

بعض کہتے ہیں یہ چار ہیں، دو دن کے اور دو رات کے۔

ابن مبارک کہتے ہیں: ''یہ پانچ ہیں، دو دن کے، دو رات کے، اور پانچواں جو دن رات اس سے جدا نہیں ہوتا، کراماً کاتبین کافروں کے بھی ہوتے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ نہیں ہوتے کیونکہ ان کا عمل ظاہر اور ایک ہوتا ہے۔ ان کی دلیل یہ آیت ہے:

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيمَاهُمْ (الرحمن ۴۱)

''گنہگار اپنے چہروں سے ہی پہچان لیے جائیں گے۔''

لیکن ہم اس قول کو نہیں لیتے، ہمارے نزدیک کافر پر بھی کراماً کاتبین مقرر ہوتے ہیں۔ کیونکہ جس آیت میں کراماً کاتبین کا ذکر ہے وہ انہیں کفار کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ ذرا یہ آیت پڑھیے:

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ○ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ○ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ○ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ (الانفطار)

''مگر ہیہات کہ تم لوگ جزا کو جھٹلاتے ہو حالانکہ تم پر نگہبان مقرر ہیں کراماً کاتبین (عالی قدر اور تمہاری باتوں کو لکھنے والے) جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسے جانتے ہیں۔''

Marfat.com

رب تعالٰی نے بتلایا ہے کہ ان کفار کی ایک کتاب ہوگی اور ان پر نگران فرشتے مقرر ہیں۔

یہاں یہ سوال بے کار ہے کہ پھر دایاں کیا لکھتا ہوگا کہ ان کی نیکیاں تو ہیں ہی نہیں۔ کیونکہ بائیں طرف والا اپنے صاحب کی اجازت سے لکھتا ہے لہٰذا فرشتہ بائیں والے کا گواہ بنے گا۔

Marfat.com

باب ۹۵

ٹڈی مارنے کا بیان

اس کے مارنے نہ مارنے میں اختلاف ہے بعض اس کے مارنے کو جائز اور بعض ناجائز بتلاتے ہیں۔ فقہا سب کے سب اس کے مار دینے کے جواز کے قائل ہیں۔

اور جو اس کے مار ڈالنے کو مکروہ کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ: ''یہ بھی خدا کی ایک مخلوق ہے جو خدا کا رزق کھاتی ہے۔'' اور یہ مرفوع القلم ہے۔

فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ: ''یہ چیزیں برباد کرتی ہے۔'' جب نبی کریم ﷺ نے اس مسلمان کو مار ڈالنے کی رخصت دی ہے جو کسی کا مال لوٹنا اور برباد کرنا چاہتا ہے، اور جو اس راہ میں یعنی اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے خود مارا جائے وہ شہید ہے۔ تو ٹڈی جو مال برباد کرتی ہے وہ بدرجہ اولیٰ مارے جانے کی مستحق ٹھہرے گی۔

یہی وجہ ہے کہ سانپ بچھو کا مار ڈالنا سب کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے کیونکہ یہ انسانوں کو ایذا پہنچاتے ہیں۔ یہی حکم ٹڈی کا بھی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ٹڈی کو ان الفاظ کے ساتھ بددعا دی ہے:

''اے اللہ! چھوٹی ٹڈیاں مار دے، بڑی ٹڈیاں قتل کر دے، ان کے انڈے خراب کر دے، ان کے مونہوں سے ہمارا رزق چھین لے اور ہمیں روزی دے۔ بے شک تو دعا سننے والا ہے۔''

Marfat.com

عرض کیا گیا: ''اے اللہ کے رسول! کیا آپ خدا کے لشکر کے نیست ونابود کیے جانے کی بددعا کرتے ہیں؟ تو فرمایا: ''یہ ٹڈی سمندری مچھلی کی چھینک ہے۔''

حضرت عمرؓ کے عہد میں یہ خبر اڑی کہ کسی ٹڈی کو مارا گیا ہے، آپ نے اس کی لاش کی تلاش میں یمن شام اور عراق لوگ روانہ کیے۔ ایک سوار اسے یمن سے لے آیا اور سامنے ڈال دیا۔ اسے دیکھ کر آپ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور فرمایا: ''میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: رب تعالیٰ نے ایک ہزار مخلوق پیدا کی ہے۔ جن میں سے چھ سو سمندری اور چار سو بری مخلوق ہے۔ ان میں سے ہلاک ہونے والی پہلی مخلوق ٹڈی ہوگی، اس کے ہلاک ہوتے ہی باقی مخلوقات اس طرح ہلاک ہوتی چلی جائیں گی جیسے ہار ٹوٹنے سے اس کے دانے بکھرتے جاتے ہیں۔''

Marfat.com

باب ۹۶

مسجد میں نقش و نگار بنانے کا بیان

بعض علماء نے مسجد کو سونے کے پانی سے منقش کرنے کو مکروہ کہا ہے جبکہ بعض کے نزدیک یہ مباح ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کا قول ہے، یہی میرا قول بھی ہے جبکہ اس پر مسجد کی آمدنی خرچ نہ کی جائے۔

جو لوگ اس کی کراہت کے قائل ہیں ان کی دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ روایت ہے:
''وہ فرماتے ہیں لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جب اسلام کا صرف نام اور قرآن کے صرف نقوش باقی رہ جائیں گے۔ ان دنوں مسجدیں تعمیر میں تو خوب ہوں گی پر نمازیوں کے دل ہدایت سے ویران ہوں گے ان کے علماء آسمان کی نیلی چھت تلے بدترین علماء ہوں گے۔ یہ وہ علماء ہوں گے کہ فتنے شروع بھی انہیں سے ہوں گے اور ختم بھی انہیں پر ہوں گے۔''

ارشاد نبوی ہے: ''کچھ لوگ مساجد کو خوب مزین کریں گے ان کے اونچے اونچے منارے بنائیں گے بدن موٹے اور دل مردہ ہوں گے۔ تعجب ہے کہ انہوں نے کیسے اپنا دین برباد کر دیا۔''

اور جواز کے قائلین کی دلیل یہ ہے کہ مساجد کے سجانے میں ان کی تعظیم ہے جس کا خدا نے قرآن میں حکم دیا ہے۔ اس لیے حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد میں مسجد نبوی کو ساگوان کی لکڑی سے مزین کیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس کی تزئین

Marfat.com

وآرائش میں بے حد مبالغہ کیا تھا۔ مگر کسی نے اعتراض نہ کیا تھا۔

ولید بن عبدالملک نے تین بار جامع دمشق کی تزئین وآرائش پر پورے شام کا خراج خرچ کر دیا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی مسجد بنائی اور خوب مزین کر کے بنائی۔ کہ سات سال تک ہزاروں لوگ اس کی تعمیر وتزئین میں لگے رہے تھے۔ سرخ گندھک سے اس کی اینٹیں تیار کروائیں اور اوپر قبہ صخرہ رکھا۔ اور وہ اتنا روشن ہوتا تھا کہ عورتیں گھروں میں بیٹھ کر رات کو اس کی روشنی میں چرخہ کاتا کرتی تھیں۔

Marfat.com

باب ۹۷

مسجد میں تھوکنا مکروہ ہے

مسجد میں تھوکنا مکروہ ہے خواہ اپنے کپڑے میں تھوک کر اسے مل دے۔ کیونکہ مسجد میں تھوکنا اس کی تعظیم کے خلاف ے جبکہ قرآن کریم میں حکم دیا گیا ہے کہ مساجد کی تعظیم کرو۔

ایک حدیث میں ہے کہ: ''جب مسجد میں تھوکا جاتا ہے تو وہ اس طرح سکڑتی ہے جیسے کھال کے ٹکڑے کو آگ میں ڈالا جائے تو وہ سکڑتا ہے۔

ایک دفعہ آپؐ نے مسجد میں تھوک پڑی دیکھی تو اس کو کھرچ دیا اور ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ نماز میں اس کے سامنے آکر اسکے منہ پر تھوک دیا جائے۔ پس جب تم مین کوئی تھوکنا چاہیے تو نہ اپنی داہنی جانب تھوکے اور نہ سامنے بلکہ بائیں طرف یا قدموں کے نیچے تھوکے اور اگر تھوکنے کی جگہ نہ ملے تو اپنے کپڑے میں تھوک لے اور یوں کرلے یعنی کپڑے میں تھوک کر اس کو مل لے۔

ایک صحابی کا قول ہے کہ جو مسجد کی تعظیم کی خاطر اس سے رینٹھ کو نکال باہر پھینکتا ہے تو رب تعالیٰ اس کے پیٹ میں شفا کو داخل کرے گا اور اس سے بیماری کو نکال دے گا۔

اس لیے سلف صالحین مسجد میں تھوکنے سے بے حد اجتناب کرتے تھے اور داہنی جانب تو بالکل نہ تھوکتے تھے۔

Marfat.com

باب ۹۸

اونگھ کی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے

اونگھ کی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، البتہ اگر افعال صلوٰۃ صحیح ادا کر رہا ہے تو جائز ہے۔ اونگھ بھگانے کے لیے آدمی پہلے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے پھر نماز شروع کرے۔ اور اگر نماز کے دوران اونگھ طاری ہونے لگے تو مستعدی اور چستی کا مظاہرہ کرے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''جسے نماز میں اونگھ آنے لگے وہ سو رہے تاکہ نیند ختم ہو کیونکہ اگر وہ اونگھ کی حالت میں نماز پڑھتا رہے گا تو کیا معلوم کہ کرنے تو استغفار چلا ہو پر خود کو برا بھلا کہنے لگے۔''

ایک دفعہ آپؐ نے مسجد میں دوستونوں کے درمیان ایک رسّی بندھی دیکھی۔ دریافت فرمایا: ''یہ رسّی کیا ہے؟'' لوگوں نے بتلایا کہ فلاں نے باندھ رکھی ہے کہ جب اس پر اونگھ غالب آتی ہے تو اس کو پکڑ لیتا ہے۔'' فرمایا: ''جب تک حواس بیدار ہیں نماز پڑھتے رہو اور جب اونگھ غالب ہونے لگے تو سو جائے۔''

Marfat.com

باب ۹۹

علم وادب کا بیان

آدمی علم وادب میں سے کچھ نہ کچھ ضرور سیکھے۔ خواہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو کہ اس کا تھوڑا بھی زیادہ ہوتا ہے۔ کہ جس نے علم وادب کی ایک بات بھی سیکھ لی اسے اس آدمی پر برتری حاصل ہوگی جو اس بات کونہیں جانتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کا قول ہے: ''ہر شے کی ایک قیمت ہوتی ہے آدمی کی قیمت اس کا علم ہے۔''

شعبی کہتے ہیں کہ: ''اگر ایک شخص نے شام کے پرے سے یمن کے پرے تک فقط ایک بات سیکھنے کے لیے سفر کیا تو اس کا یہ سفرا کارت نہیں گیا۔''

کسی بزرگ نے اپنے بیٹے کونصیحت کرتے ہوئے کہا: ''بیٹا! اگر تیرے پاس حسن وجمال اور مال ومنال نہیں تو علم تیرا جمال اور مال ہے۔''

سفیان بن عیینہ کے پاس ان کا بھتیجا آیا اور کہنے لگا کہ چچا میں رشتہ کا پیغام دینے آیا ہوں۔ چچا نے پوچھا: ''بھتیجے کس کے لیے؟'' کہنے لگا ''تیری بیٹی کے لیے۔'' سفیان نے کہا: ''بڑے شریف آدمی ہو؟ اچھا بیٹھو۔'' پھر کہا: ''ذرا دس احادیث سنانا۔ بولا نہیں آتیں۔ کہا: ''اچھا چلو دس آیات پڑھ کر سنا دو۔ بولا نہیں پڑھ سکتا کہا: ''چلو دس اشعار ہی سنا دو'' بولا نہیں آتے۔ تب سفیان کہنے لگے: نہ حدیث نہ قرآن اور نہ شعر و ادب، میں کس بنا پر تمہیں اپنی بیٹی کا رشتہ دوں۔'' پھر کہا: ''اچھا میں تیرا آنے کو بالکل

Marfat.com

بے مقصد اور نامراد نہ بناؤں گا۔ پھر آپ نے اسے دس ہزار درہم دے کر رخصت کیا۔

کسی حکیم کا قول ہے کہ: ''علم نافع اور ادب صالح تیری وہ کمائی ہے جسے نہ کوئی چھین سکتا ہے اور نہ ہی کوئی چرا سکتا ہے۔''

یہ علم و ادب تیری زینت و جمال اور تیرے دین و دنیا اور آخرت کی بنیاد ہیں پس ان کو حاصل کرنے میں خوب کوشش کر۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''جس ایک رستہ اختیار کیا تاکہ اس میں علم حاصل کرے۔ رب تعالیٰ اسے اس راستے سے جنت کے راستے پر چلا دے گا۔''

اور فرمایا: ''روز قیامت تین آدمیوں کی سفارش منظور ہوگی۔

انبیاء، علماء اور شہداء۔

ایک روایت میں ہے کہ علماء کے لیے زمین و آسمان کی ہر مخلوق استغفار کرتی ہے۔''

اور فرمایا: ''مجھے علم کی فضیلت عبادت کی فضیلت سے زیادہ محبوب ہے۔''

ارشاد نبوی ہے: ''کسی آدمی کا چالیس احادیث کو زبانی یاد کر لینا چالیس ہزار صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔ اور رب تعالیٰ اس کی ہر حدیث کے بدلے ایک شہر دے گا۔ اور ہر حدیث کے بدلے روز قیامت ایک نور دے گا۔''

علامہ سمرقندی فرماتے ہیں: ''اگر اہل علم کی فضیلت اس کے سوا اور کچھ نہ ہوتی کہ رب تعالیٰ ان کے بارے میں یہ فرماتے ہیں:

یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ. (الزمر ۹)

''کیا علم والے اور بے علم برابر سکتے ہیں؟''

تو یہی فضیلت بہت بڑی تھی۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ عالم کو جاہل پر برتری حاصل ہے۔ اور رب تعالیٰ نے زیادہ علم حاصل کرنے کی ترغیب

Marfat.com

دی ہے، فرمایا:

وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا. (طه :۱۱۴)

''اور دعا کرو کہ اے میرے پروردگار مجھے اور زیادہ علم دے۔''

رب تعالیٰ نے قرآن کی متعدد آیات میں علماء کی مدح فرمائی ہے۔ اور بتلایا کہ ان کے متعدد فضائل اور اونچے درجات ہیں حتیٰ کہ آدم علیہ السلام کو اسماء کا علم دے کر فرشتوں کو حکم دیا کہ انہیں سجدہ کریں۔

Marfat.com

باب ۱۰۰

انگوٹھی کا بیان

انگوٹھی داہنے یا بائیں دونوں ہاتھوں میں پہننا جائز ہے۔ اس باب میں دونوں طرف کی روایات آتی ہیں۔ مرد کے لیے سونے کی انگوٹھی پہننی جائز نہیں۔ بعض لوگوں نے لوہے کی انگوٹھی کو مکروہ کہا ہے۔ اور بعض نے اس کے پہننے کی رخصت دی ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ سونے کی انگوٹھی پہن کر خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئے تو فرمایا: ''کیا بات ہے میں تم پر جنت داخل ہونے سے پہلے ہی جنت والوں کا زیور دیکھ رہا ہوں۔'' حضرت نعمان بن بشیرؓ نے یہ سن کر سونے کی انگوٹھی نکال دی اور لوہے کی پہن لی اور خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کیا بات ہے میں تم پر اہل دوزخ کا زیور دیکھ رہا ہوں۔'' انہوں نے وہ بھی اتار لی اور پیتل کی انگوٹھی پہن لی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دیکھی تو ارشاد فرمایا: ''کیا بات ہے مجھے تم سے بتوں کی بو آ رہی ہے۔''

میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! میں کیا کروں؟''

فرمایا: ''چاندی کی انگوٹھی بناؤ اور ایک مثقال سے زیادہ کی نہ ہو اور اسے دائیں ہاتھ میں پہن۔''

محمد بن سیرین کہتے ہیں: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے اربعہؓ اپنے بائیں ہاتھوں میں انگوٹھیاں پہنا کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی

Marfat.com

انگوٹھی دیکھی تو اسے اتار پھینکنے کا حکم دیا۔ اس نے وہ انگوٹھی اتار کر لوہے کا ایک چھلا پہن لیا تو فرمایا: ''اس کو اتار پھینکو یہ تو اس سے بھی زیادہ بری ہے۔ یہ اہل جہنم کا زیور ہے۔''

ان صاحب نے وہ لوہے کا چھلا اتار پھینکا اور چاندی کی انگوٹھی پہن لی تو آپؐ نے کچھ بھی نہ فرمایا۔

اسی طرح ایک شخص نے لوہے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔ حضرت عمرؓ نے دیکھ کر اس کو پکڑا اور زبردستی اتار پھینکی۔ اور فرمایا: ''چاندی کی انگوٹھی پہنا کرو۔''

اعمش نے ابراہیم نخعی کے ہاتھ میں لوہے کی انگوٹھی دیکھی تو کہنے لگے کہ: ''مجھے اس شخص نے بتلایا جس نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو لوہے کی انگوٹھی پہنے دیکھا۔

پھر انگوٹھی پہننے نہ پہننے میں بھی اختلاف ہے۔ بعض اسے مکروہ اور بعض جائز کہتے ہیں۔

مکروہ کہنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے سلطان کے ہر کسی کو انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا اور بعض تابعین کا قول ہے کہ تین کے سوا کوئی انگوٹھی نہیں پہنتا، امیر، کاتب، اور احمق۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی حضرت ابوبکرؓ نے، ان سے حضرت عمرؓ نے اور ان سے حضرت عثمانؓ نے لے کر پہنی پھر وہ اریس کے کنویں میں گر کر گم ہو گئی۔

انگوٹھی پہننے کے جواز کے قائلین کا کہنا ہے کہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بعض صحابہ نے انگوٹھی پہنی حالانکہ وہ امیر اور سلطان نہ تھے۔ جیسے کہ حضرت حسنؓ اور حسینؓ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ انگوٹھی پہنتے تھے۔ اور اس پر اللہ کا ذکر کندہ ہوتا تھا۔ محمد بن حنفیہ اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

اسی طرح قیس بن ابی حازم، عبدالرحمٰن بن اسود اور شعبی وغیرہ حضرات بھی اپنے

Marfat.com

بائیں ہاتھوں میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ حالانکہ ان لوگوں میں سے کوئی بھی امیر نہ تھا۔

دوسرے سلطان دو غرض سے انگوٹھی پہنتا ہے، زینت کے لیے اور ضرورت کی بنا پر۔ عوام کو اگرچہ انگوٹھی کی ضرورت تو نہیں ہوتی لیکن زینت میں دونوں برابر ہیں۔

Marfat.com

باب ۱۰۱

انگوٹھی پر کتابت اور اس کے نقش کا بیان

ارشاد نبویؐ ہے کہ ''مشرکوں کی آگ سے آگ نہ لو اور اپنی انگوٹھیوں پر عربی مت لکھواؤ۔''

حضرت حسینؓ نے اس کی تفسیر یہ بیان کی کہ ''مشرکوں سے مشورہ نہ لو اور اپنی انگوٹھیوں پر محمد رسول اللہ کے الفاظ مت لکھواؤ۔''

نبی کریم ﷺ کی انگوٹھی پر تین سطریں لکھی تھیں۔ محمد ایک سطر، رسول ایک سطر، اور لفظ اللہ ایک سطر۔

حضرت عمرؓ کی انگوٹھی پر "كفى بالموت واعظا يا عمر" (اے عمر! موت کافی وعظ کرنے والی ہے)

حضرت عثمانؓ کی انگوٹھی پر "لتصبرن او لتندمن" (یا صبر کرو یا ندامت اٹھاؤ)

حضرت علیؓ کی انگوٹھی پر "الملك لله" (ملک اللہ کا ہے)۔

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کی انگوٹھی پر "اغز غزوه تجادل عنك يوم القيامة" (جہاد کر کہ جہاد روز قیامت تیری طرف سے جھگڑے گا) کے الفاظ کندہ تھے۔

اگر انگوٹھی کے نگینے میں تصویریں ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ وہ بہت چھوٹی ہوتی ہیں اور صاف نظر نہیں آتی ہیں اب یہ کپڑے کے نقش کی مانند ہوں گی۔ البتہ اگر

Marfat.com

دیکھنے میں صاف ہوں تو مکروہ ہے اور یہ کپڑے میں بنی تصویر کے حکم میں ہوں گی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کی انگوٹھی میں دو مکھیوں کی تصویر اور حضرت ابوموسیٰ اور حضرت حذیفہؓ کی انگوٹھیوں میں دو ستارے بنے ہوئے تھے۔

حضرت انسؓ کی انگوٹھی کے بارے میں آتا ہے کہ اس پر دو آدمیوں کے درمیان ایک شیر یا دو شیروں کے درمیان ایک آدمی بنا ہوا تھا۔

اور اگر کسی آدمی کی انگوٹھی پر اللہ کا یا کسی پیغمبر وغیرہ کا نام لکھا ہو تو بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت مستحب یہ ہے کہ اس کے نگینے کو ہتھیلی کی طرف موڑ لے۔ اور استنجاء کرتے وقت دائیں ہاتھ میں پہن لے، کہ اگر وہ ایسا نہ کرے گا تو اس میں اللہ اور بزرگ شخصیات کے ناموں کی بے توقیری ہے۔

Marfat.com

باب ۱۰۲

تعریض اور توریہ (یعنی کوئی بات کہہ کر مراد کچھ اور لینے) کا بیان

تعریض اور توریہ کا مطلب یہ ہے کہ: ''آدمی ایک بات کہے جس کا ظاہر مطلب کچھ اور ہو مگر وہ اس سے کچھ اور مراد لے۔''

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: ''تعریض میں جھوٹ بولنے کی گنجائش نکل آتی ہے۔''

ایک روایت میں آتا ہے کہ: ''نبی کریم ﷺ جب سفر کے لیے نکلنے لگتے تھے تو جدھر کو جانا ہوتا تھا ادھر کا نام نہ لیتے تھے۔ بلکہ دوسری طرف کا نام لیتے تھے۔'' یعنی یہ فرماتے کہ: ''ادھر کا رستہ کیسا ہے؟'' (حالانکہ ادھر جانا نہ ہوتا تھا۔ لیکن خود اس کلام میں بہرحال اس بات کا اظہار نہیں کہ آپؐ ادھر ہی جانا چاہتے ہیں البتہ سننے والے کو یہ وہم ہوسکتا تھا کہ شاید آپ ادھر ہی جائیں گے۔ اور ایسا آپؐ منافقوں کے شر سے بچنے کے لیے کیا کرتے تھے)۔

ارشاد نبویؐ ہے: اپنے رازوں کو چھپا کر اپنی ضرورتیں پوری کرو کیونکہ ہر نعمت والے سے لوگ حسد کرتے ہیں۔'' ایک روایت میں کہ تین باتوں میں جھوٹ بولنے کی گنجائش ہے:

Marfat.com

ا۔ دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانے میں

۲۔ جنگ میں

۳۔ اور خاوند بیوی میں صلح کرانے میں

Marfat.com

باب ۱۰۳

خط لکھنے کے آداب

فقیہ سمرقندی فرماتے ہیں: خط لکھ کر اوپر مہر لگانی چاہیے کیونکہ اس سے شک وشبہ دور ہو جاتا ہے۔ اور یہی قدیم رسم چلی آتی ہے۔ ایک روایت میں ہے: ''خط کی عزت اس کی مہر ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ''جس خط پر مہر نہ ہو وہ بس لپٹا ہوا ایک پردہ ہے یعنی مشکوک ہے۔

متقدمین کا دستور یہ تھا کہ وہ خط کی ابتداء ان الفاظ سے کرتے تھے ''یہ خط فلاں کی طرف سے فلاں کو ہے۔'' گویا خط کا آغاز اپنے نام سے کیا جائے۔ ایسا حضرت عمرؓ اپنے عاملین کو خط لکھتے وقت کیا کرتے تھے۔ اور خود اپنے عمال کو بھی اس بات کا حکم دیتے تھے کہ خط کا آغاز اپنے ناموں سے کرو۔ یہی ابن سیرین کا بھی قول ہے۔

ربیع بن انس کہتے ہیں: ''یہ ایرانی خط کے آغاز میں اپنے بڑوں اور سرداروں کے نام لکھتے ہیں۔ پس آدمی خط شروع کرے تو اپنے نام سے کرے۔''

البتہ اگر مکتوب الیہ کا نام پہلے لکھا جائے تو بھی جائز ہے۔ کیونکہ امت کا اس پر اجماع ہے اور یہ امت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوتی۔

اس لیے حسن بصری مکتوب الیہ کا نام پہلے لکھنے میں کوئی حرج نہ سمجھتے تھے۔

فقیہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں:

Marfat.com

ہمارے زمانے میں بہتر یہ ہے کہ پہلے مکتوب الیہ کا نام لکھا جائے پھر اپنا نام لکھے۔ کیونکہ آج کل اپنا نام پہلے لکھنا یہ تکبر کی علامت اور مکتوب الیہ کی تحقیر سمجھا جاتا ہے۔ البتہ کسی غلام کو خط لکھنا ہو تو پہلے اپنا نام لکھے پھر غلام کا لکھے۔ خط کا جواب بھی ضرور دینا چاہیے کیونکہ غیر موجود کا خط اس کی طرف سے سلام کے درجے میں ہے اور سلام کا جواب دینا واجب ہوتا ہے۔ اسی طرح خط کا جواب دینا بھی لازم ہے۔

ایک روایت میں ہے: ''خط و کتابت جاری رکھو چاہے فاصلے کتنے دور ہوں۔''

Marfat.com

باب ۱۰۴

ہنسی مزاح کا بیان

اگر کوئی بات گناہ کی یا بری نہ ہو یا محض لوگوں کو ہنسانا ہی مقصود نہ ہو کہ یہ مذموم ہے تو مزاح کرنا درست ہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے: ”میں مزاح کرتا ہوں پر بات صرف حق سچ کرتا ہوں۔“

ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ کو ایک اونٹ مانگا تو فرمایا: ”میں تمہیں اونٹنی کا بچہ دیتا ہوں۔“ وہ کہنے لگا میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا تو فرمایا، ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوتا ہے۔“

حضرت انسؓ کہتے ہیں: ”میرا ایک بھائی تھا ابوعمیرؓ، نبی کریم ﷺ اسے مزاح میں فرمایا کرتے تھے ”اے ابوعمیر! تیری چڑیا نے کیا کیا۔“

ایک روایت میں ہے کہ: ”ایک بڑھیا نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے لیے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے جنت میں داخل کرے۔“ فرمایا: ”کوئی بڑھیا جنت میں نہ جائے گی۔“ اس پر وہ رونے لگی یہ دیکھ کر سیدہ صدیقہؓ کہنے لگیں آپ نے اس بڑھیا کو غم زدہ کر دیا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ ”جنت میں سب جوان ہو کر داخل ہوں گی۔“ یہ سن کر وہ خوش ہوگئی۔

فقیہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں:

”مزاح زیادہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ہر بات میں میانہ روی سب سے بہتر ہے۔

Marfat.com

اس سے آدمی کا رعب ختم ہو جاتا ہے۔ نیک لوگ برا محسوس کرتے ہیں اور جاہلوں نادانوں کو جرأت بڑھتی ہے۔ اور لوگ تمہیں بے وقعت سمجھیں گے۔ جس سے شناسائی نہ ہو اور نہ اس کے اخلاق کا علم ہو اس سے مزاح نہ کیا جائے۔ البتہ اپنے دوستوں عزیزوں سے بغیر گناہ کی بات کے مزاح کر سکتے ہیں۔

Marfat.com

باب ۱۰۵

چند مفید باتیں

نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو دھوپ میں بیٹھے دیکھا تو فرمایا: ''سائے میں بیٹھو کہ یہ برکت ہے۔''

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: ''سائے کے کنارے پر یعنی آدھے دھوپ میں اور آدھے چھاؤں میں مت بیٹھو کہ وہ جگہ شیطان کی مجلس کی ہوتی ہے۔''

ارشاد نبویؐ ہے: ''تحریر لکھ کر اس پر مٹی ڈال دو کہ اس طرح وہ جلد سوکھ جاتی ہے اور مٹی میں برکت ہے۔''

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: ''نبی کریم ﷺ کو جب کوئی کام ہوتا تھا تو ایک دھاگے میں گرہ لگا کر اسے ہاتھ میں تھام لیتے تھے۔ اس دھاگے کو رتیمہ کہتے تھے۔ تاکہ بات یاد رہے۔

کسی نے ایک دفعہ نیروز کے دن حضرت علیؓ کو ایک تحفہ بھیجا۔ آپ کے دریافت فرمانے پر اس نے کہا کہ جی آج نیروز کا دن ہے اس لیے یہ ہدیہ بھیجا ہے۔ تو آپؓ نے فرمایا: ''کاش ہر روز نیروز کا دن ہوتا۔''

ایک دفعہ آپؐ کسی کو یاد کرنے کی کوشش کر رہے تھے پر وہ یاد نہ آ رہا تھا۔ تو پاس بیٹھے ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اس کی شکل پہچانتا ہوں۔ فرمایا: ''یہ معرفت نہیں۔'' یعنی جب تک کسی کا نام نہ آتا ہو اس کی معرفت نہیں ہوگی۔

Marfat.com

ارشادِ نبویؐ ہے: ''(رات کو سوتے وقت) دروازہ بند کردو، مشکیزہ کا منہ باندھ دو اور چراغ بجھادو کہ چوہیا (چراغ کی جلتی بتی لے کر) گھر والوں کے گھر کو ان پر جلا دیتی ہے۔''

نبی کریم ﷺ عیدگاہ پیدل جایا کرتے تھے اور ایک رستہ سے آتے تھے۔ اور دوسرے رستے سے جاتے تھے اور عید الفطر میں کھا کر جاتے اور عید الاضحیٰ میں آکر کھاتے تھے۔

ارشادِ نبویؐ ہے: ''خوبصورت چہرے والوں سے حاجت طلب کرو۔''

ایک روایت میں ہے: ''خدا نے جو پیغمبر بھی بھیجا وہ خوبرو، خوش آواز اور اچھے نام والا تھا۔''

ارشاد ہے: ''جب تم کسی مسکین کو تین دفعہ روکو اور وہ پھر بھی نہ رکے تو اسے ڈانٹنے اور سرزنش کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''

حضرت عمرؓ نے ایک شخص کے ہاتھ میں (پاکٹ سائز) صحیفہ دیکھا تو پوچھا: ''یہ کس نے لکھا ہے؟'' بولا میں نے، تو آپ نے اسے درہ مارا اور فرمایا قرآن کی تعظیم کرو۔'' (یعنی اسے بڑی تقطیع میں لکھو)

ابراہیم نخعی قرآن کو چھوٹا لکھنا مکروہ بتلاتے تھے۔

عمرو بن عبادہ کہتے ہیں: ''ایک دفعہ میں خالی ایک مسجد میں سویا ہوا تھا۔ جب میں جاگا تو میرے کپڑوں کے ساتھ ایک تھیلی جس میں چالیس سے زیادہ درہم تھے بندھی تھی۔ میں نے عطا کی خدمت میں جاکر انہیں ماجرا سنایا تو کہنے لگے۔ یہ جس نے بھی تیرے کپڑوں میں رکھی ہے۔ وہ اسے تمہیں دینا چاہتا ہے۔ ضرورت ہو تو رکھ دو ورنہ محتاجوں میں بانٹ دو۔''

ابن سیرین کہتے ہیں: ''ایک دفعہ میں ابوقتادہ کے ساتھ چھت پر بیٹھا تھا کہ

Marfat.com

اتنے میں ایک ستارہ ٹوٹا، ہم اس کو دیکھنے لگے تو ابوقادہ نے ایسا کرنے سے منع کیا اور فرمایا: ''ہمیں نظریں پیچھے لگانے سے منع کیا گیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ جب پھولوں کو دیکھتے تھے تو انہیں منہ سے لگاتے تھے۔

نبی کریم ﷺ نے کسی کو ننگی تلوار پکڑانے سے منع فرمایا اور ایسا کرنے والوں پر لعنت فرمائی۔ البتہ دینی ہے تو نیام ڈال کردے۔

نبی کریم ﷺ نے ''مسیتری'' (چھوٹی مسجد) اور ''قرآنی'' (چھوٹا قرآن) کہنے سے منع فرمایا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ روز محشر ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ لوگو! نظریں جھکا لو کہ فاطمہ بنت رسول ﷺ گزر رہی ہیں۔ حتیٰ کہ وہ جنت میں داخل ہو جائیں گی۔

Marfat.com

باب ۱۰۶

جس عورت کے دنیا میں دو خاوند ہوں؟

کسی عورت کے دنیا میں دو خاوند ہوں وہ آخرت میں کس کی بیوی بنے گی؟
کوئی کہتا ہے کہ دوسرے کی بیوی بنے گی، کوئی پہلے کی بتلاتا ہے۔ جبکہ بعض کے بقول اسے اختیار دیا جائے گا کہ جس کو چاہے اختیار کرے۔ جو کہتے ہیں کہ وہ دوسرے خاوند بیوی بنے گی، ان کی دلیل یہ ارشاد نبوی ہے:

''عورت آخرت میں اپنے دوسرے خاوند کی بیوی بنے گی۔''

یہ حدیث حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ یہ حدیث سنانے کے بعد انہوں نے اپنی بیوی نے کہا کہ اگر تم یہ چاہتی ہو کہ آخرت میں بھی میری بیوی بنو تو میرے بعد کسی دوسرے سے نکاح نہ کرنا۔

اور جو اس بات کے قائل ہیں کہ اسے اختیار دیا جائے گا ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ سیدہ ام حبیبہ زوجہ رسول اللہ ﷺ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! کبھی کسی عورت کے دو خاوند بھی ہوتے ہیں، تو آخرت میں وہ کس کی بیوی بنے گی؟ تو آپؐ نے فرمایا: اسے اختیار دیا جائے گا۔ وہ دونوں میں سے زیادہ اخلاق والے کو چن لے گی۔
پس حسن اخلاق دنیا اور آخرت دونوں کی خیریں حاصل کر لیتا ہے۔

Marfat.com

باب ۱۰۷

مشرکین کے بچوں کا بیان

اگر مشرکوں کے بچے نابالغی میں مر جائیں تو بعض کہتے ہیں کہ وہ جنت میں جائیں گے جبکہ بعض جہنم میں جانے کے قائل ہیں جبکہ بعض انہیں اہل جنت کا خادم بتلاتے ہیں بہرحال اس باب میں متعدد آثار ہیں۔

جو لوگ ان کے جنتی ہونے کے قائل وہ کہتے ہیں کہ ارشاد نبویؐ ہے: ''پیدا ہونے والا ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پس یہودی یا نصرانی یا مجوسی تو اس کے والدین بناتے ہیں۔''

جو انہیں جہنمی بتلاتے ہیں ان کی دلیل یہ روایت ہے کہ سیدہ خدیجہؓ نے اپنی پہلے خاوند سے دور جہالت میں فوت ہو جانے والی اولاد کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا:

''اگر تو چاہے تو میں تمہیں دکھلا دوں کہ وہ کیسے جہنم میں الٹ پلٹ رہے ہیں اور اگر چاہے تو میں تمہیں جہنم میں ان کی چیخ و پکار سنوا دوں۔''

اور قوم نوح کے بارے میں ارشاد ہے:

وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا. (نوح :۲۷)

''یہ لوگ جو اولاد بھی جنیں گے وہ نافرمان اور کافر ہو گی۔''

سیدہ صدیقہؓ سے مروی ہیں کہ وہ ایک بچے کے جنازے پر گزریں تو کہنے

Marfat.com

لگیں۔ اسے مبارک ہو کہ یہ تو جنت کی ایک چڑیا ہے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: ''تمہیں کیا معلوم کہ یہ بڑا ہو کر کیا بنتا۔''

اور جو یہ کہتے ہیں کہ: ''وہ جنت میں اہل جنت کے خدام بنائے جائیں گے ان کی دلیل یہ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم لوگ جانتے ہو کہ میری امت کے ''لاھون'' (لہو کرنے والے) کون ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا: ''اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا: یہ مشرکوں کے وہ بچے ہیں جنہوں نے کوئی گناہ نہ کیا تھا کہ انہیں عذاب دیا جاتا اور نہ انہوں نے کوئی نیکی ہی کی تھی جو انہیں ثواب دیا جاتا۔ پس یہ اہل جنت کے خادم ہیں۔''

اب ان مختلف آثار و روایات کے ہوتے ہوئے ان کے بارے میں سکوت کرنا ہی افضل ہے۔ اس لیے امام ابوحنیفہؒ سے جب ان کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا مجھے ان کے بارے میں کوئی علم نہیں۔

اور امام محمد سے جب ان کے بارے میں پوچھا گیا تو کہا: ''میں ان کے بارے میں توقف کرتا ہوں البتہ میں اتنا جانتا ہوں کہ خدا کسی کو گناہ کے بغیر سزا نہیں دیتا۔

Marfat.com

باب ۱۰۸

انبیائے کرام کا ذکر

فقیہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں: ''روایات سے علم ہوتا ہے کہ انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے جن میں سے تین سو تیرہ رسول تھے۔ جیسا کہ بدر کے دن نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''آج تمہاری تعداد اتنی ہے جتنی رسولوں کی تھی اور جتنے نہر پار کرنے بعد طالوت کے ساتھ رہ گئے تھے۔'' یعنی تین سو تیرہ۔

اور جو رسول نہ تھے، ان میں سے بعض کو خواب میں وحی کی جاتی تھی۔ بعض غیب کی ندا سنتے تھے البتہ انہیں ندا کرنے والے کا وجود نظر نہ آتا تھا۔

سب سے پہلے رسول حضرت آدمؑ تھے جنہیں اپنی اولاد کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تھا۔ خدا نے انہیں مٹی سے بنایا، ان کی بائیں پسلی سے ان کی بیوی حوا تخلیق کی، اماں حوا نے بیس بطن سے مذکر مونث کے جڑواں جڑواں بچے جنے، پھر ان کا سلسلہ خوب پھیلا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی جنت میں کنیت ابو محمد تھی کیونکہ آپ ان کی سب سے زیادہ باعزت اولاد تھے اس لیے آپ نے انہیں کے نام پر اپنی کنیت رکھی۔

جبکہ زمین میں آپ کی کنیت ابوالبشر تھی۔ خدا نے آپ پر یہ وحی کی کہ مردار، خون اور خنزیر حرام ہے۔ تین سو تیس سال کی عمر پائی جیسا کہ تورات بتلاتی ہے۔

وہب بن منبہ نے آپ کی عمر ہزار برس بتلائی ہے آپ کے بعد شیث بن آدم

Marfat.com

خدا کے نبی مرسل بنے۔ آپ آدم علیہ السلام کے وصی اور ولی عہد تھے۔ بقول وہب بن منبہ آپ پر پچاس صحیفے اتارے گئے۔ نو سو سال عمر پائی۔ ان کی ساری اولاد آپ ہی کی ہے اس لیے آپ کو بھی ابوالبشر کہا جاتا ہے کہ سب انسانوں کا نسب آپ پر جا کر ملتا ہے۔

پھر ادریس علیہ السلام نبی بنے۔ یہ بھی نبی مرسل تھے۔ آپ کا نام اخنوخ تھا پر کتاب خدا اور سنن اسلام کو کثرت کے ساتھ لکھنے اور پڑھنے کی وجہ سے ادریس کہلائے سب سے پہلے قلم کا استعمال آپ نے کیا۔ سب سے پہلے آپ نے کپڑا بنا اور اسے پہنا اس سے پہلے لوگ کھالیں اور اون اوڑھتے تھے۔ آپ کی دعوت پر ایک ہزار انسان ایمان لے آئے۔ آپ حضرت نوحؑ کے دادا تھے۔ تین سو پینسٹھ سال کے تھے کہ خدا نے آسمانوں پر اٹھالیا۔ آپ پر تیس صحیفے اتارے گئے۔

ان کے بعد نوح علیہ السلام خدا کے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے آپ کا نام شاکر تھا خوف خدا کی بنا پر کثرت کے ساتھ رونے کی وجہ سے نوح کہلائے۔ سب سے پہلے شریعت آپ کو ہی ملی۔ آپ سے پہلے بہن کے ساتھ نکاح حلال تھا۔ جسے آپ نے ہمیشہ کے لیے حرام کردیا۔ قوم نے جھٹلایا تو خدا نے طوفان کا عذاب بھیج کر سب کو غرق کردیا۔ صرف وہ ہی لوگ بچے جو کشتی میں آپ کے ساتھ سوار تھے۔ جن کی تعداد ۸۰ تھی چالیس مرد اور چالیس عورتیں۔ کشتی سے اترنے کے بعد سب مر گئے صرف آپ کی اولاد حام سام اور یافث زندہ بچے اور ان کی بیویاں بھی۔ پھر ان کی اولاد خوب پھیلی۔

چنانچہ عرب، رومی اور ایرانی سب کے سب سام کی اولاد ہیں جنہیں سامی کہا جاتا ہے۔

حبش، سندھ اور ہند کے باشندے حام کی اولاد ہیں۔

اور یاجوج ماجوج، صقالبہ اور ترک یافث کی اولاد ہیں۔

Marfat.com

نوح علیہ السلام کے بعد ہود علیہ السلام پیغمبر ہوئے۔ بعض انہیں عبداللہ کا اور بعض تارخ کا بیٹا بتلاتے ہیں۔ خدا نے آپ کو قوم عاد کی طرف بھیجا جو اس قبیلہ کے جد اول کا نام ہے۔ بعض نے یہ قبیلہ کا ہی نام بتلایا ہے۔ قوم نے جھٹلایا تو خدا نے ایک منحوس ہوا بھیج کر سب کو ہلاک کر ڈالا۔

پھر صالح علیہ السلام آئے آپ کا نام کسی نے صالح بن عبید اور بعض نے صالح بن کافو بتلایا ہے۔ آپ قوم ثمود کی طرف بھیجے گئے۔ یہ قوم ثمود نامی ایک کنویں کی طرف منسوب ہے۔ سرزمین حجر کے باشندے تھے۔ اس کنویں کے نام پر قوم ثمود کہلائے۔ اپنے پیغمبر کو انہوں نے بھی جھٹلایا۔ خدا نے ایک نشانی بھیجی، جو ایک اونٹنی تھی اور ایک چٹان سے نکلی تھی بدبختوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ یہ چمگادڑ جیسی نیلی آنکھوں والا سرخ رنگت کا ایک شخص تھا۔ جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹیں۔ اس کا نام قدار بن سالف تھا۔ رب تعالیٰ نے انہیں بھونچال، کڑک اور زلزلے سے ہلاک کر دیا۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ سب سے پہلے آپ ہی نے مسواک کی اور پانی سے استنجاء کیا مونچھیں کاٹیں اور سب سے پہلے آپ نے بالوں میں سپیدی دیکھی۔ ختنہ کیا، شلوار پہنی اور ثرید بنایا، مہمان نوازی کی۔ کہ یہ سب مذکورہ کام آپ کی اولیات میں سے ہیں۔

آپ کے چار بیٹے تھے، اسماعیلؑ، اسحاقؑ، مدین اور مداین، بعض نے آپ کے چھ اور بعض نے بارہ بیٹے بتلائے ہیں حضرت اسماعیل بھی نبی مرسل اور سب عربوں کے باپ ہیں۔

حضرت اسحاق بھی نبی مرسل تھے۔ یعقوب اور عیص آپ کے دو بیٹے تھے۔ دونوں جڑواں بھائی تھے۔ عیص پہلے پیدا ہوئے اور ان کے پیچھے یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اسی لیے آپ کا نام بھی یعقوب رکھ دیا گیا کہ یعقوب پیچھے آنے والے کو کہتے

Marfat.com

ہیں۔آپ بنی اسرائیل کے جداول ہیں۔آپ کا ایک نام اسرائیل بھی ہے۔عبرانی میں اس کا معنی عبداللہ ہے۔جبکہ عیص رومیوں کے باپ ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں پیغمبر تھے۔اور حضرت ابراہیم کے چچا زاد تھے۔سیدہ سارہ آپ کی بہن تھیں جو حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ تھیں۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔آپ کے والد کا نام ہاران تھا۔جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام پیغمبر ہوئے۔آپ حضرت لوط علیہ السلام کے نواسہ تھے۔آپ کا نام ایوب بن موسی ہے۔آپ حضرت یعقوب کے داماد تھے آپ کی بیوی لیا بنت یعقوب تھیں۔بعض نے ان کا نام رحمہ بنت یوسف علیہ السلام بتلایا ہے۔

پھر شعیب بن نویب علیہما السلام پیغمبر ہوئے۔خدا نے انہیں اہل مدین کی طرف بھیجا۔ قوم نے جھٹلایا تو کڑک اور زلزلے نے آکر ہلاک کر دیا۔

پھر عمران کے بیٹے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پیغمبر ہوئے۔خدا نے فرعون مصر کی طرف انہیں بھیجا اس فرعون کا نام ولید بن مصعب تھا۔

بعد میں یوشع بن نون پیغمبر ہوئے۔یہ حضرت موسیٰ کے خلیفہ تھے۔

پھر یونس بن متیٰ پیغمبر ہوئے جنہیں خدا نے مچھلی سے آزمایا کہ مچھلی نے ان کو نگل لیا تھا۔آپ تین دن تک اس کے پیٹ میں رہے بعض نے سات اور بعض نے چالیس دن کہا ہے۔خدا نے آپ کو موصل کی بستی نینویٰ کے باشندوں کی طرف بھیجا۔ قوم نے جھٹلایا تو عذاب آیا، عذاب دیکھ کر ایمان لے آئے تو عذاب ٹل گیا۔

پھر داؤد علیہ السلام پیغمبر بنے۔آپ کا نام داؤد بن ایشا ہے۔آپ بنی اسرائیل کے بادشاہ تھے۔

Marfat.com

پھر آپ کے بیٹے سلیمان علیہ السلام پیغمبر بنے۔

پھر زکریا بن ماثان علیہ السلام۔

پھر آپ کے بیٹے یحییٰ علیہ السلام

اور پھر عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پیغمبر بنے۔

پھر الیاس علیہ السلام پیغمبر بنے جو نبی مرسل اور یوشع بن نون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اہل بعلبک کی طرف بھیج گئے۔

اور حضرت الیسع علیہ السلام حضرت الیاس کے شاگرد اور ان کے بعد ان کے خلیفہ تھے۔

اسباط یہ اولاد یعقوب ہیں۔ یہ بارہ بھائی تھے جن کی آگے خوب نسل چلی اور ہر بیٹے کا ایک قبیلہ بنا۔ عربی میں قبیلہ کو سبط کہتے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام سترہ سال تک مصر میں رہے۔ ایک سو سینتالیس سال عمر پائی۔ یوسف علیہ السلام ان کے بعد تیئس سال تک زندہ رہے۔ اور ایک سو بیس یا ایک سو دس سال کی عمر پا کر وفات پا گئے۔

کعب احبار کہتے ہیں: ہم نے بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ دس پیغمبر مختون پیدا ہوئے۔ آدم، شیث، ادریس، نوح لوط، اسماعیل، یوسف، زکریا، عیسیٰ اور حضرت محمد علیہ مو علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ حضرت آدم اور طوفان نوح کے درمیان کا زمانہ دو ہزار دو سو چالیس ہے۔

طوفان اور وفات نوح کے درمیانی عرصہ تین سو پچاس سال ہے۔

نوح اور ابراہیم علیہما السلام کے درمیان کا زمانہ دو ہزار دو سو چالیس سال ہے۔

ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کے درمیان کا عرصہ نو سو سال۔

Marfat.com

موسیٰ اور داؤد علیہما السلام کے درمیان کا زمانہ پانچ سو سال۔

داؤد اور عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان کا عرصہ ایک ہزار ایک سال ہے۔

لیکن محتاط قول یہ ہے کہ یہ تورات کے تخمینے ہیں کیونکہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا (الفرقان :۳۸)

''اور ان کے درمیان بہت سی جماعتیں تھیں (جن کو خدا نے ہلاک کر ڈالا)

پھر عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پیغمبروں کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ اس درمیانی عرصہ کو فترت وحی کا زمانہ کہتے ہیں کیونکہ اس دور میں دین کمزور ہو کر مٹ گیا تھا۔

قتادہ اس درمیانی زمانہ کو پانچ سو ساٹھ سال جبکہ کلبی پانچ سو چالیس سال بتاتے ہیں۔

مقاتل کے نزدیک یہ چھ سو سال کا عرصہ ہے۔ یہی ضحاک کا بھی قول ہے اور وہب بن منبہ کے بقول چھ سو بیس سال ہے۔

رب تعالیٰ نے چار کتابیں نازل کی ہیں جو معروف ہیں۔

۱۔ تورات جو موسیٰ علیہ السلام پر

۲۔ زبور جو داؤد علیہ السلام پر

۳۔ انجیل جو عیسیٰ علیہ السلام پر

اور قرآن پاک جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا۔

وہب بن منبہ کہتے ہیں، خدا نے ایک سو چار کتابیں نازل کیں جن میں پچاس حضرت شیث پر، تیس حضرت ادریس پر، بیس حضرت ابراہیم پر۔ اور چار کتابیں تورات، انجیل، زبور اور قرآن پاک نازل کیں۔

Marfat.com

ذوالقرنین اور لقمان کے پیغمبر ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے۔ اکثر اہل علم کی رائے ہے کہ لقمان پیغمبر نہ تھے۔ اور ذوالقرنین بھی پیغمبر نہ تھے البتہ ایک نیک بادشاہ تھے یہی حضرت علیؓ کا قول ہے۔ جبکہ عکرمہ ان دونوں بزرگوں کو پیغمبر مانتے ہیں۔ ان کو ذوالقرنین کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دو امتوں رومیوں اور ایرانیوں کے بادشاہ تھے۔ بعض نے یہ وجہ بتائی ہے کہ ان کے سر کے دونوں کناروں پر سینگ جیسی کوئی چیز تھی۔ بعض کے بقول مشرق اور مغرب زمین کے دونوں کناروں کی سیر کرنے کی بنا پر ذوالقرنین کہلائے۔

بعض کے نزدیک دو قرن یعنی دو صدیاں زندہ رہنے کی وجہ سے ذوالقرنین کہلائے۔ اس کے علاوہ بھی متعدد وجوہات ذکر کی گئی ہیں۔ علماء نے ان کا نام سکندر بتلایا ہے۔

کہتے ہیں کہ پانچ پیغمبر عرب تھے۔ اسماعیل، ہود، صالح، شعیب اور محمد صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

کس بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملا تھا؟ یعنی ذبیح کون ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اور بعض نے حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح بتلایا ہے۔

حضرت علیؓ عکرمہ، مقاتل، ابوہریرہؓ، کعب احبار عبداللہ بن سلام اور وہب بن منبہ حضرت اسحاق کو جبکہ ابن عباس، ابن عمر، مجاہد، محمد بن کعب، قرظی اور کلبی کے نزدیک ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ اور یہی قول کتاب وسنت کے زیادہ قریب ہے۔[1]

قرآن کریم نے "وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ" (الصافات: ۱۰۹) (اور ہم نے

[1] اس کی مزید تفصیل بندہ عاجز کی مترجم کتاب "قصص الانبیاء" میں ملاحظہ کیجئے! "آصف نسیم

Marfat.com

ایک بڑی قربانی کو ان کا فدیہ دے دیا) کہنے کے بعد فرمایا، ''وبشرناہ باسحق'' (الصافات : ۱۱۲) (اور ہم نے ان کو اسحاق کی بشارت بھی دی) جبکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''میں دو ذبیح کا بیٹا ہوں۔'' یعنی آپؐ کے والد ماجد حضرت عبداللہ اور جد اعلیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام۔

امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ اولاد اسماعیل میں سے ہیں۔

تورات آپ کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد بتلاتی ہے۔ لیکن اے کاش کہ تورات کا یہ بیان سچ ہوتا۔

کہتے ہیں کہ چار بادشاہوں نے پوری دنیا پر حکومت کی دو مسلمان اور دو کافر۔ دو مسلمان یہ ہیں:

۱۔ سلیمان بن داؤد اور

۲۔ ذوالقرنین

اور دو کافر بادشاہ یہ ہیں:

۱۔ نمرود بن کنعان اور

۲۔ بخت نصر جس نے بیت المقدس کو تباہ و برباد کیا تھا ستر ہزار کو قتل اور ستر ہزار کو قید کر کے ساتھ لے گیا تھا۔ جن میں دانیال بھی تھے جو اس وقت کمسن تھے اور بعد میں نبی بنے نا کہ رسول۔

کہتے ہیں کہ چار بچوں نے گھوارے ہیں بات کی۔

۱۔ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام

۲۔ اصحاب اخدود کا ساتھی بچہ

۳۔ جریج راہب کا ساتھی بچہ

۴۔ اور یوسف علیہ السلام کا ساتھی بچہ۔ بعض نے کہا ہے کہ یوسف علیہ السلام کی گواہی

Marfat.com

دینے والا یہ شخص بڑا تھا نا کہ بچہ۔

تورات کے بعض نسخوں میں چند انبیاء کی عمروں کا ذکر ہے جن میں سے اکثر کا ذکر گزر چکا ہے۔ جہاں ہمارے پیغمبر حضرت محمد علیہ السلام کی عمر مبارک تریسٹھ سال لکھی ہے۔

Marfat.com

باب ۱۰۹

مخلوقات خدا میں سے بعض کا بیان

ایک روایت میں ارشاد ہے: ''اللہ نے اٹھارہ ہزار عالم (یعنی مخلوقات) پیدا کی ہیں جن میں سے ایک عالم دنیا ہے۔''

ایک حدیث میں ہے: ''خدا نے زمین پر ایک ہزار مخلوقات پیدا کی ہیں جن میں چھ سو سمندر میں اور چار سو زمین پر رہتی ہیں۔''

ایک روایت میں ہے کہ: ''خدا نے زمین کو اتنی مخلوقات سے بھر دیا ہے جن کو خدا ہی جانتا ہے جو آنکھ جھپکنے کی حد تک بھی خدا کی نافرمانی نہیں کرتیں؟

لوگوں نے عرض کیا: ''کیا وہ اولاد آدم میں سے ہیں؟'' فرمایا ''وہ تو یہ بھی نہیں جانتیں کہ خدا نے آدم کو پیدا کیا ہے۔''

عرض کیا گیا: ''پھر ابلیس ان سے کہاں چلا گیا؟''

فرمایا: ''وہ ابلیس کی آفرینش سے بھی بے خبر ہیں۔'' پھر یہ آیت تلاوت کی:

وَ يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل :۸)

''اور اس کی مخلوق کو تم نہیں جانتے۔''

ارشاد نبوی ہے: ''خدا نے ایک فرشتہ پیدا کیا ہے جس کا نچلا دھڑ آگ کا اور اوپر والا برف کا ہے نہ تو آگ برف کو پگھلاتی ہے۔ اور نہ برف آگ کو بجھاتی ہے۔ اور وہ فرشتہ یہ کہتا رہتا ہے: پاک ہے وہ ذات جس نے آگ اور برف کو ایک جسد میں اکٹھا

Marfat.com

کر دیا۔ اے اللہ! جس طرح تو نے آگ اور برف کو اکٹھا کیا ہے اسی طرح مومنوں کے دلوں کو ایک کر دے۔

ایک حدیث میں ہے: ''خدا نے عرش کے نیچے ایک مرغا پیدا کیا ہے جس کے دو پر ہیں جب وہ ان کو پھیلاتا ہے تو وہ مشرق و مغرب کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ جب رات کا آخری پہر آتا ہے تو وہ اپنے دونوں پروں کو پھیلاتا اور انہیں پھڑ پھڑاتا ہے۔ اور چیخ کر یہ تسبیح پڑھتا ہے: ''سبحان الملك القدوس'' جب وہ یہ تسبیح پڑھتا ہے تو زمین کے سارے مرغ (اور مرغیاں) اس کی تسبیح پڑھتے ہیں اور اپنے پروں کو پھڑ پھڑاتے اور اذانیں دیتے ہیں۔''

ارشاد ہے: ''سفید مرغ کو برا بھلا مت کہو کہ یہ نماز کی طرف بلاتا ہے۔''

ایک دفعہ کعب حضرت ابن عباسؓ کو ملنے گئے تو انہوں نے فرمایا: ''کعب! مجھے بتلاؤ کہ آسمانوں میں ''بیت المعمور'' کہاں ہے؟

کہنے لگے: ''وہ چوتھے آسمان میں ہے۔ اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جن کی قیامت تک دوبارہ کبھی باری نہیں آتی۔''

حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا کہ سب سے سخت مخلوق کون سی ہے؟

فرمایا: زمین میں جڑے پہاڑ۔

اور لوہا اس سے بھی سخت ہے جو اسے چیر دیتا ہے۔

اور آگ اس سے بھی سخت ہے جو اسے پگھلا دیتی ہے۔

اور پانی اس سے بھی سخت ہے جو اسے بجھا دیتا ہے۔

اور بادل پانیوں کو اٹھائے پھرتے ہیں۔

اور ہوائیں بادلوں کو دھکیلتی پھرتی ہیں۔

اور انسان عمارتیں بنا کر ہواؤں پر بھی غالب آجاتا ہے۔

Marfat.com

اور نیند انسان کو بھی اڑا دیتی ہے۔

اور غم نیند کو بھی اڑا دیتا ہے۔

پس سب سے شدید مخلوق غم ہے اور اس سے بھی سخت موت ہے۔

Marfat.com

باب ۱۱۰

زمین وآسمان کی آفرینش کی ابتداء

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: ''خدا نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا۔ اور اس کو چھوڑ دیا۔ اس نے قیامت تک ہونے والی سب باتوں کو لکھ دیا۔''

پھر مچھلی کو پیدا کیا اور اس پر ساری زمین کو بچھا دیا۔

کہتے ہیں کہ زمین سے پہلے سب پانی ہی پانی تھا۔ پس کعبہ کے مقام پر جھاگ اکٹھی ہوئی۔ اور وہ سرخ ریت کے ٹیلے کی طرح بن گئی۔ یہ اتوار کا دن تھا۔

پھر پانی کا بخار ایک دھوئیں کی مانند بلند ہوا اور آسمان کی جگہ تک جا پہنچا۔ رب تعالیٰ نے اسے سبز موتی بنا دیا۔ اور اس سے آسمان پیدا کیا پھر جب سوموار کا دن ہوا تو رب تعالیٰ نے سورج چاند اور ستارے پیدا کیئے۔ پھر اس ٹیلے کے نیچے سے زمین کو پھیلایا۔

اور منگل کے دن زمین اور سمندر کے جانور اور پرندے پیدا کیے۔

بدھ کے دن نہریں جاری کیں، درخت اگائے، روزیاں تقسیم کیں، غذاؤں کی مقداریں مقرر کیں۔

کہتے ہیں کہ: ''زمین پانی پر ڈولتی رہتی تھی۔ تو رب تعالیٰ نے اس میں پہاڑوں کو رکھ دیا جو زمین کے لیے میخوں کے درجے میں تھے۔ ان سے زمین ساکن وساکت ہوگئی۔

Marfat.com

پھر جمعرات کے دن جنت اور دوزخ کو پیدا کیا۔ پھر جمعہ کے دن آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ اور آسمان کے بارہ برج بنائے جن کے نام یہ ہیں: ثور، حمل، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، حوت۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: ''چاند سولہ سو فرسخ اور سورج تین ہزار چھ سو فرسخ زمین سے دور ہے۔ اور ہر ستارہ دنیا کے ایک بڑے پہاڑ کی مثل ہے۔ اور ستارے آسمانوں میں قندیلوں کی طرح لٹکے ہیں۔ ارشاد نبویؐ ہے: ''رعد ایک فرشتے کا نام ہے جو بادلوں کو ہانکتا ہے۔ اور جو کڑک کی آواز لوگ سنتے ہیں وہ اس فرشتے کی آواز ہے۔''

کہتے ہیں کہ زمین و آسمان کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ اور مشرق ومغرب کے درمیان بھی پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ زمین کا زیادہ حصہ غاروں، پہاڑوں اور سمندروں سے ڈھکا ہے اس میں آبادیاں بہت کم ہیں۔

پھر زمین کی اکثر آبادیاں کافروں کی ہیں، مسلمان ان میں تھوڑے ہیں۔ زمین کے گرد اندھیرا ہے اور اندھیرے کے ورلے جبل قاف ہے جس نے دنیا کا احاطہ کر رکھا ہے جو سبز زمرد کا ہے اور آسمانؑ کے کنارے اس سے ملے ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ دنیا کے ہر پہاڑ کی جڑ اس پہاڑ تک ؒجاتی ہے۔ پس رب تعالیٰ جب کسی قوم کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو فرشتے کو حکم دیتے ہیں جو ان میں سے کسی ایک جڑ کو ہلاتا ہے اور وہ قوم دھنس کر ہلاک ہو جاتی ہے۔

حضرت بریدہ کہتے ہیں: ''پہلا آسمان ایک موج ہے، دوسرا سفید زمرد کا ہے، تیسرا لوہے کا، چوتھا پیتل کا، پانچواں تانبے کا، چھٹا چاندی کا اور ساتواں سونے کا ہے۔ اور اس کے آگے نور کے سمندر ہیں۔''

کعب کہتے ہیں کہ ساتواں آسمان یاقوت کا ہے۔

Marfat.com

باب ۱۱۱

جنتوں اور دوزخوں کے نام

جنتیں چار ہیں جیسا کہ ارشاد ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ (الرحمٰن :۵۵)

''جو خدا کے آگے کھڑے ہونے سے ڈر گیا۔ اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔''

پھر فرمایا

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتَانِ (الرحمٰن)

''اور دو جنتیں ان کے سوا اور بھی ہیں۔''

تو یہ کل چار جنتیں ہوئیں۔

ان میں ایک نام جنت خلد ہے

دوسری جنت الفردوس

تیسری جنت ماویٰ اور

چوتھی جنت عدن ہے۔

ان کے آٹھ دروازے ہیں جن کا ذکر حدیث میں آتا ہے۔ البتہ قرآن میں اس تعداد کا ذکر نہیں۔

بعض نے کہا کہ ان آٹھ دروازوں کا قرآن میں بھی ذکر ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ جب جنت کے دروازہ کا ذکر آیا تو خدا نے ان کا ذکر واو کے ساتھ کیا۔ چنانچہ

Marfat.com

ارشاد:

حَتّٰی اِذَا جَائُوھَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُھَا (الزمر :۷۳)

''یہاں تک کہ جب وہ جنت تک پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھولے جائیں گے۔''

اور جب جہنم کے دروازوں کا ذکر آیا تو انہیں بغیر واو کے ذکر کیا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

حَتّٰی اِذَا جَائُوھَا فُتِحَتْ اَبْوَابُھَا (الزمر :۷۱)

''یہاں تک کہ جب وہ جہنم کے پاس تم پہنچ جائیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔''

اور واو کو آٹھ کے عدد کے وقت ذکر کیا جاتا ہے چنانچہ دیکھ لیجئے کہ جب اصحاب کہف کی تعداد کی بات آئی تو خدا نے صرف آٹھ کے عدد کے ساتھ واو کو ذکر کیا چنانچہ ارشاد ہے:

سَیَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُھُمْ کَلْبُھُمْ . (الکھف ۲۲)

''وہ کہیں گے کہ وہ تین تھے چوتھا ان کا کتا۔''

آگے فرمایا:

وَیَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُھُمْ کَلْبُھُمْ

''اور کہیں گے کہ وہ پانچ تھے چھٹا ان کا کتا۔''

کہ ان دونوں آیتوں میں کسی عدد کے ساتھ واو مذکور نہیں۔

آگے ارشاد ہے:

وَیَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُھُمْ . (الکھف : ۲۲)

''اور کہیں گے، وہ سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا۔''

Marfat.com

معلوم ہوا کہ واو کو آٹھ کے عدد کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔ اور جنت کے دروازوں کے ساتھ بھی واو کا ذکر ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ جنت کے دروازے آٹھ ہیں۔

لیکن صحیح یہ ہے کہ جنت کے دروازوں کی تعداد کا ثبوت حدیث سے ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ سب سے کم درجہ والے کی جنت کی وسعت پانچ سو سال ہے اور اسے پانچ سو حوریں ملیں گی۔ اور دنیا کی زندگی جتنے عرصہ تک وہ اسے گلے لگائے رکھے گا۔ اس کے سامنے دسترخوان بچھایا جائے گا۔ جس سے وہ دنیا کی زندگی بھر کھاتا رہے گا۔

کہتے ہیں کہ: جنت کی ہر نعمت کی نظیر دنیا میں موجود ہے۔ مثلاً

اہل جنت کھائیں پئیں گے پر بول و براز نہ کریں گے اس کی نظیر شکم مادر کا بچہ ہے کہ وہ کھاتا پیتا ہے پر بول و براز نہیں کرتا۔

اہل جنت کے جنت میں ایسے خادم ہوں گے جو زبان پر بات لانے سے پہلے ہی اس کی تمنا لا حاضر کریں گے۔ اس کی نظیر دنیا میں انسان کے اعضاء ہیں کہ جو دل میں خیال آتے ہیں وہ سب کچھ کر ڈالتے ہیں جس کی انسان تمنا کرتا ہے۔

جنت میں طوبیٰ نامی ایک درخت ہوگا جس کی جڑیں تو نبی کریم ﷺ کی جنت سے پھوٹیں گے اور اس کی شاخیں جنت کے ہر گھر تک جائیں گی۔

دنیا میں اس کی مثال سورج ہے جس کی روشنی ہر کھوہ، غار، مغاق، درز، شگاف، دراڑ، روشندان کھڑکی اور دروازے میں داخل ہو کر ہر گھر کے کمرے صحن برآمدے میں جاتی ہے۔ جنت میں انسان جتنا بھی کھالے وہاں کا کھانا کم نہیں ہوتا۔ اس کی مثال دنیا میں قرآن ہے کہ جسے نہ جانے کتنوں نے سیکھا اس کو پڑھا اور آج تک اس حال میں ہے۔ اور اس میں سے کچھ کم نہیں ہوا۔

Marfat.com

جنت میں لمبے لمبے سائے ہوں گے۔

دنیا میں اس کی نظیر طلوع آفتاب سے پہلے کے اور غروب آفتاب سے پہلے کے سائے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے: ''کیا میں تم لوگوں کو ایک ایسی گھڑی کی خبر نہ دوں جو اصل جنت کی گھڑی کی مثل ہے۔ سن لو! وہ گھڑی طلوع آفتاب سے پہلے کی گھڑی ہے۔ جس کا سایہ لمبا، برکت بہت اور رحمت وسیع ہوتی ہے۔''

جہنمیں سات ہیں جو ایک دوسرے کے اوپر ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَقْسُومٌ (الحجر : ۴۴)

''اس کے سات دروازے ہیں، ہر ایک دروازے کے لیے ان میں سے جماعتیں تقسیم کر دی گئی ہیں۔''

پہلی جہنم: اس جہنم کا سب سے بلند دروازہ ہے اس پر وہ پل بچھایا جائے گا جہاں سے ساری خلق خدا گزرے گی۔

دوسری جہنم: اس کا نام لظی ہے

تیسری جہنم: حطمہ

چوتھی جہنم: السعیر

پانچویں جہنم: سقر

چھٹی جہنم: جحیم اور

ساتویں جہنم: ہاویہ ہے جو سب سے نچلی ہے جس میں زندیقوں کے لیے سب سے اشد عذاب تیار کیا گیا ہے۔ اور یہ زندیق منافق ہیں۔ دوزخ کے داروغہ کا نام مالک ہے جو بڑا، غضبناک اور ہیبت ناک ہوگا۔

اے اللہ! اپنے فضل و کرم سے ہمیں جہنم سے بچا۔

Marfat.com

باب ۱۱۲

نبی کریم ﷺ کی اولاد وازواج

آپؐ کا نسب مبارک جو خود آپ نے بیان فرمایا یہ ہے:

''محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔''

آپؐ اس سے آگے اپنا نسب بیان نہ فرمایا کرتے تھے۔ اور کعب الاحبار وغیرہ نے جو آدم علیہ السلام تک بیان کیا ہے، بعض نے اس کا انکار کیا ہے۔ جیسا کہ ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ (عدنان سے آگے) نسب بیان کرنے ولوں نے کذب بیانی سے کام لیا ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے:

وقرونا بین ذلك كثیرا۔ (الفرقان :۳۸)

''اوران کے درمیان اور بہت سی جماعتیں تھیں۔''

جبکہ آدم علیہ السلام تک نسب بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ عدنان کے آگے نسب یوں ہے:

''عدنان بن آد بن ادد بن الیسع بن الہمیسع بن نبت بن سلامان بن حمل بن قیدار بن اسماعیل بن ابراہیم بن آزر بن تارخ بن ناحور بن اشرع بن ارغو بن فالغ بن عابر بن فالح بن ارفخشد بن سام بن نوح بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (یہ ادریس

Marfat.com

ہیں) بن یردین مہلائیل بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔"

آپؐ کے والد آپ کی ولادت سے چند ماہ قبل انتقال کر گئے۔ چنانچہ آپؐ یتیم پیدا ہوئے۔ تو دادا نے کفالت کا بار اپنے سر پر اٹھایا۔

آٹھ سال کے تھے کہ دادا اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔ تو حضرت علیؓ کے والد ابو طالب نے پرورش کی ذمہ داری اٹھائی جو بڑے ہونے تک نبھائی۔

والدہ ماجدہ کا نام آمنہ بنت وہب ہے جو چھ سال کی عمر میں آپ کو چھوڑ کر رب سے جاملیں۔

آپ کو طائف کی ایک خاتون حلیمہ دایہ نے پرورش کیا۔

چالیس سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز ہوئے۔

نبوت ملنے کے بعد تیرہ سال تک مکہ میں ہی رہے۔

پھر مدینہ ہجرت فرما کر دس سال وہاں قیام فرمایا۔

تریسٹھ سال کی عمر مبارک میں خالق حقیقی سے جا ملے۔

پس ماندگان میں نو ازواج مطہرات چھوڑیں۔ کل چودہ شادیاں فرمائیں۔ سب سے پہلے سیدہ خدیجہ بنت خویلد سے شادی کی جو سب عورتوں کی سردار ہیں۔ اور سب سے پہلے انہوں نے اسلام قبول کیا۔

دوسرا نکاح سیدہ سودہ بنت زمعہؓ سے

تیسرا سیدہ عائشہ بنت ابی بکرؓ سے کیا۔ یہ تینوں نکاح مکہ میں ہوئے۔

مدینہ میں ان ازواج سے نکاح فرمایا:

حفصہ بنت عمرؓ، ام سلمہؓ بنت ابی امیہ، ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ، یہ چھ ازواج قریش سے ہیں۔

سیدہ جویریہؓ یہ بنی مصطلق سے ہیں۔

Marfat.com

صفیہؓ بنت حی بن اخطب ، زینبؓ بنت جحش، جو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، انہیں حد درجہ سخاوت کی بنا پر ام المساکین کہا جاتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے انہیں کا انتقال ہوا۔

میمونہ بنت حارث اسلمیہؓ یہ حضرت ابن عباسؓ کی خالہ ہیں۔

زینب بنت خزیمہؓ یہ بنی ہلال کی خاتون تھیں جنہوں نے خود کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وقف کر دیا تھا۔ رضی اللہ عنہن

ایک خاتون قبیلہ کندہ کی تھیں جن کے کہنے پر آپؐ نے انہیں طلاق دے دی تھی۔

ایک قبیلہ کلب کی خاتون بھی تھیں۔

آپؐ کی چار بیٹیاں اور تین بیٹے تھے۔

سب سے بڑے بیٹے کا نام قاسم تھا انہیں کے نام پر آپؐ کی کنیت ابوالقاسم تھی۔

ان کے بعد بیٹی تھیں سیدہ زینب۔

پھر ایک بیٹا تھا عبداللہ، اسی کو طاہر کہتے ہیں۔ یہ نبوت ملنے کے بعد پیدا ہوا تھا۔ اسی لیے اس کا نام طاہر رکھا گیا۔

پھر ام کلثوم، فاطمہ، اور رقیہ پیدا ہوئیں۔ رضی اللہ عنہن

آپؐ کی یہ ساری اولاد مکہ میں اور سیدہ خدیجہؓ کے بطن سے پیدا ہوئی۔ پھر آپؐ کا ایک بیٹا ابراہیم ماریہ قبطیہ نامی آپؐ کی باندی کے بطن سے پیدا ہوا۔

سیدہ فاطمہؓ کی شادی آپؐ نے حضرت علیؓ سے کی۔

سیدہ رقیہ اور ان کی وفات کے بعد سیدہ ام کلثومؓ کی شادی حضرت عثمانؓ سے کی اسی بنا پر حضرت عثمانؓ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ سیدہ رقیہ غزوہ بدر سے واپسی پر انتقال کر چکی تھیں۔

Marfat.com

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو آپؐ نے ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیاہا تھا۔

سوائے سیدہ فاطمہؓ کے آپ کی ساری اولاد نے آپ کی حیات مبارکہ میں ہی وفات پائی تھی۔سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپؐ کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہیں۔

آپؐ کی سب ازواج سوائے سیدہ صدیقہؓ کے شادی شدہ تھیں کہ سیدہ صدیقہ نکاح کے وقت کنواری تھیں۔

چھ سال کی عمر میں نکاح ہوا اور نو سال کی عمر میں بنا ہوئی۔نو سال تک آپؐ کی صحبت اقدس میں رہیں۔

آپؐ نے چار عمرے اور ایک حج کیا جسے حجۃ الوداع کہتے ہیں۔

خیبر ہجرت کے چھ سال بعد فتح ہوا۔اور مکہ آٹھ سال بعد۔

آپ نے بروز سوموار ماہ ربیع الاول میں انتقال فرمایا۔اہل اسلام کی موجودہ تقویم سن ہجرت سے شروع ہوتی ہے۔جسے حضرت عمرؓ نے صحابہ کے مشورے سے مقرر کیا تھا۔

آپ کے آزاد کردہ غلام یہ ہیں:

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، یہ حضرت خدیجہؓ نے خدمت اقدس میں پیش کیے تھے۔آپؐ نے انہیں آزاد کر لیا تھا۔

ابورافع رضی اللہ عنہ، یہ حضرت عباسؓ کے غلام تھے۔انہوں نے آپؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔جب ابورافع رضی اللہ عنہ نے حضرت عباسؓ کے مسلمان ہونے کی خوشخبری دی تو آپؐ نے انہیں آزاد کر دیا۔

سفینہ رضی اللہ عنہ: ان کا نام روحان مہران یا رباح ہے"سفینہ"(کشتی) نام رکھنے کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک سفر میں یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔لوگوں نے اپنا کچھ سامان ان کے حوالے کر دیا۔یہ سارا رستہ اسے کمر پر لاد کر چلتے رہے۔ایک دفعہ اتنا سامان

Marfat.com

لادے آپؐ نے دیکھ لیا تو فرمایا: تم تو ''سفینہ'' (یعنی کشتی) ہو۔ بس اس دن سے ان کا نام سفینہ پڑ گیا۔ ان کے علاوہ ثوبان، شقران، شیبان، اور یسار بھی آپؐ کے آزاد غلاموں میں ہیں۔

Marfat.com

باب ۱۱۳

خلفائے راشدین

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد خلافت میں انصار اور مہاجرین میں اختلاف ہوگیا۔ دونوں فریق کا اصرار تھا کہ ایک ایک امیر ان سے ہو۔ پھر کسی نے حضرت علیؓ کا اور کسی نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔ پھر سب حضرات ابوبکرؓ کی خلافت پر متفق ہوگئے۔ آپ مسلمانوں کے پہلے خلیفہ تھے۔ نام عبداللہ تھا ابوبکر کنیت تھی۔ دو سال تک خلیفہ رہے۔ اسلام سے پہلے نام عبدالکعبہ تھا۔ کیونکہ جاہلیت میں آپ کعبہ سے باہر نہ نکلتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے آپ کا نام بدل کر عبداللہ رکھا۔ آپ خلیفہ رسول اللہ کہلاتے تھے۔

آپ کے انتقال کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو فرمایا: ''ابوبکر کو تو تم لوگ خلیفہ رسول اللہ کہتے تھے بھلا مجھے کیا کہا کرو گے؟ کسی نے کہا: ''ہم آپ کو رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کا خلیفہ کہیں گے۔ فرمایا یہ لمبا اور بوجھل نام ہے۔ پھر فرمایا: ''کیا تم لوگ مومنین نہیں؟ لوگوں نے کہا'' کیوں نہیں۔ فرمایا: ''کیا میں تم لوگوں کا امیر نہیں؟ لوگوں نے کہا: ''کیوں نہیں۔'' فرمایا: ''اب تم لوگ مجھے امیر المومنین کہا کرو۔''

سب سے پہلے آپ ہی امیر المومنین کہلائے۔ پس سال تک خلیفہ رہے۔ حضرت مغیرہؓ کے ملعون مجوسی غلام ابولولؤ نے آپ کو شہید کیا۔

پھر حضرت عثمانؓ خلیفہ بنے۔ آپ بارہ سال تک خلیفہ رہے آپ کو باغیوں اور

Marfat.com

فتنہ پردازوں نے شہید کردیا۔ پھر حضرت علیؓ خلیفہ بنے۔ آپ نے چھ سال تک خلافت سنبھالی۔ آپ کو عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی نے قتل کیا۔ خدا اس کے منہ کو آگ سے بھرے۔ پھر حضرت معاویہؓ دس سال تک خلیفہ رہے۔ ان کے بعد یزید تین سال تک خلیفہ رہا۔

یزید کی موت کے بعد فتنوں نے سر اٹھایا کہ اہل عراق نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی جبکہ اہل شام نے مروان بن حکم کی بیعت کرلی۔ مروان نو ماہ تک والی رہا پھر عبدالملک بن مروان والی بنا جس نے حجاج کو حضرت ابن زبیر کو قتل کرنے روانہ کیا۔ اس وقت آپ مکہ میں تھے۔ حجاج نے مکہ کا شدید محاصرہ کیا۔ اور بالآخر حضرت ابن زبیر کو شہید کر کے لاش کو سولی پر لٹکا دیا۔

اب ساری حکومت عبدالملک بن مروان کے ہاتھ میں آگئی۔ عبدالملک دس سال تک والی رہا۔ اس کی فتوحات فرغانہ کی حدود تک جا پہنچیں۔

پھر ولید بن عبدالملک، پھر سلیمان بن عبدالملک، پھر رب کے نیک بندے عمر بن عبدالعزیز بن مروان خلیفہ بنے۔ پھر ہشام بن عبدالملک، پھر یزید بن ولید، پھر ابراہیم بن ولید، پھر مروان بن محمد والی بنا۔ یہ سب کے سب بنو امیہ سے تھے۔ جو حضرت معاویہؓ کے بعد خلیفہ بنے اور سب شام رہتے تھے۔

اس کے بعد ولایت بنو عباس میں چلی گئی۔ یہ لوگ عراق میں رہتے تھے۔ انہوں نے بغداد شہر تعمیر کیا۔ پہلا عباسی خلیفہ ابو العباس عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس تھا۔ پھر اس کا بھائی ابوجعفر دوانیقی منصور والی بنا۔ پھر اس کا بیٹا محمد بن عبداللہ مہدی والی بنا۔ پھر اس کے بعد پہلا بیٹا موسیٰ اور اس کے بعد دوسرا بیٹا ہارون والی بنا۔ جو ہارون الرشید کہلاتا تھا۔ پھر ہارون الرشید کا بیٹا محمد امین خلیفہ بنا، اس کے قتل کے بعد اس کا بھائی عبداللہ مامون خلیفہ بنا۔

Marfat.com

باب ۱۱۴

اچھے ناموں کا بیان

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”خدا نے جو پیغمبر بھی بھیجا ہے اس کا نام بھی خوبصورت تھا، چہرہ بھی اور آواز بھی حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ”مجھے حرب نام بہت پسند تھا۔ جب ”حسن“ پیدا ہوئے تو میں نے ان کا نام ”حرب“ رکھا۔ نبی کریم ﷺ جب تشریف لائے اور میں نے بتلایا کہ میں نے حسن رضی اللہ عنہ کا نام حرب رکھا ہے تو آپؐ نے فرمایا: ”نہیں بلکہ اس کا نام ”حسن“ ہے۔

پھر حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے وقت بھی یہی معاملہ ہوا کہ میں نے پھر ان کا نام ”حرب“ رکھ دیا جسے نبی کریم ﷺ نے بدل کر ”حسین“ رکھ دیا۔ پھر فرمایا: ”میں نے ان دونوں کے نام حضرت ہارونؑ کے دو بیٹوں ”شبر اور شبیر“ کے نام پر (حسن اور حسین) رکھے ہیں۔“

حضرت سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ: ”میرے دادا کا نام ”حزن“ تھا (جس کا معنی ہے سخت زمین) وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ان کا نام بدل کر ”سہل“ (نرم زمین) رکھ دیا تو وہ کہنے لگے: ”یارسول اللہ! میں اپنے ماں باپ کا رکھا نام نہ بدلوں گا۔“

یہ بات سنا کر سعید بن مسیّب کہتے ہیں: ”پھر وہ دن اور آج کا دن ہمارے خاندان سے ”حزونت“ (یعنی سختی) نہیں گئی۔

Marfat.com

مہلب بن ابی صفرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ: ''وہ خدمت اقدس ﷺ میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے ان سے نام ونسب پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ میرا نام یہ ہے سارق (چور) بن قاطع (رشتے ناطے توڑنے والا یا ڈاکو) بن ظالم بن فلاں بن فلاں ہے۔'' حتیٰ کے جلند بادشاہ تک نسب بیان کیا جو کشتیوں کو چھین لیا کرتا تھا۔ (جس کا واقعہ سورہ کہف میں مذکور ہے)۔

مہلب کہتے ہیں کہ: ''اس وقت میرے باپ نے ایک زرد چادر اوڑھ رکھی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: ''یہ سب نام چھوڑ و آج سے تم ''ابوصفرہ'' ہو۔ اس پر میرے والد نے عرض کیا (جو اس وقت اسلام قبول کرنے آئے ہوئے تھے) یارسول اللہ! آج سے پہلے مجھے آپ سے زیادہ کوئی مبغوض نہیں تھا پر آج (جب کہ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے تو آج) کے بعد مجھے آپؐ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں اور کل ہی میری ایک بیٹی پیدا ہوئی ہے جس کا نام میں نے صفرہ رکھا ہے۔ اب میرا نام اور میری کنیت (حسن اتفاق سے) ایک ہی ہو گئے۔

عربوں میں رواج تھا کہ: ''جب کسی کے ہاں بیٹا پیدا ہوتا تو خاوند بیوی دونوں اس کے نام پر اپنی کنیت رکھتے ہوئے ابوفلاں اور ام فلاں کہلاتے تھے جیسے ابوسلمہ اور ام سلمہ، ابودرداء اور ام درداء، ابوذر اور ام ذر اور جب تک اولاد نہ ہوتی تھی لوگ اپنی کنیت نہ رکھتے تھے۔

ابوجعفر بن محمد نے معمر بن خیثمہ سے پوچھا: ''اے معمر! تم نے اپنی کون سی کنیت رکھی ہوئی ہے؟

بولے کوئی نہیں کیونکہ ابھی تک میری اولاد نہیں ہوئی۔ ابوجعفر نے کہا: ''اولاد نہیں تو کیا ہوا، تم کنیت رکھ لو۔''

معمر بولے: ''مجھے حضرت علیؓ سے یہ روایت پہنچی ہے جو اولاد کے نہ ہونے کے

Marfat.com

باوجود کنیت رکھ لے وہ ابو جعدہ ہے۔ (ابو جعدۃ دراصل عربوں میں بھیڑیے کی کنیت مشہور تھی) یہ سن کر ابو جعفر کہنے لگے: ''یہ حضرت علی کی حدیث نہیں۔ بات یہ ہے کہ ہم برے القاب سے بچنے کے لیے اپنے بچوں کے نام پر کنیت رکھ لیا کرتے تھے۔''

ارشاد نبوی ہے: ''میرے نام پر نام رکھو البتہ میری کنیت پر اپنی کنیت نہ رکھو۔ (نبی کریم ﷺ کی کنیت ابوالقاسم تھی آپ نے یہ کنیت رکھنے سے منع فرمایا تھا۔)

لیکن ایک قول یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ حضرت علیؓ کے بیٹے کا نام محمد تھا لیکن انہوں نے اپنی کنیت ابومحمد کی بجائے ابوالقاسم رکھی تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ: ''اپنے بچوں کے نام پیغمبروں کے نام پر رکھو اور اللہ کو سب سے زیادہ محبوب نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔''

فقیہ سمرقندی کہتے ہیں:

''میرے نزدیک عجمیوں کے لیے عبداللہ اور عبدالرحمٰن نام رکھنا اچھا نہیں کیونکہ وہ ان دونوں ناموں کے معانی نہیں جانتے اس لیے ان کے لیے یہ نام عجیب ہوں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بادشاہوں کو نافع، یسار اور برکت نام رکھنے سے منع فرمایا۔'' راوی اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو یہ بات پسند نہ تھی کہ اگر کوئی انہیں ملنے آئے اور اتفاق سے وہ نہ ہوں تو یہ کہا جائے یہاں نافع نہیں ہے، یا یہاں برکت نہیں ہے یا یہاں یسار نہیں ہے۔

حضرت عمرؓ نے ایک آدمی سے اس کا نام پوچھا۔ اس نے بتایا: ابن جمرہ (انگارے کا بیٹا)

حضرت عمرؓ: باپ کا نام کیا ہے؟

آدمی: ابن شہاب (شعلے کا بیٹا)

Marfat.com

حضرت عمرؓ: دادا کا نام کیا ہے؟

آدمی: ابن حرقہ (جلے ہوئے یا جلانے والے کا بیٹا)

حضرت عمرؓ: رہتے کہاں ہو؟

آدمی: حرہ میں (یہ ایک سخت سیاہ اور پتھریلی سرزمین تھی جو آگ میں جل کر سیاہ ہوگئی تھی)۔

یہ ساری باتیں سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''تیرا ناس ہو، جا جا کر گھر والوں کی خبر لے وہ آگ میں جل مرے ہوں گے۔''

وہ آدمی دوڑا دوڑا گھر گیا تو دیکھا کہ وہ سب تو آگ میں جل چکے ہیں۔

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے پوچھا ''اس اونٹنی کا دودھ کون دوہے گا؟'' ایک شخص نے کھڑے ہوکر خود کو پیش کیا کہ یہ کام وہ کرے گا۔ آپؐ نے اس کا نام پوچھا تو کہنے لگا: ''مرہ'' (سخت کڑوا) آپ نے فرمایا: ''بیٹھ جا'' پھر دوبارہ اہل مجلس سے پوچھا تو ایک شخص نے کہا: ''میں'' (یہ کام کرتا ہوں) آپؐ نے اس کا نام پوچھا تو اس نے کہا: ''حرب'' (یعنی جنگ) آپؐ نے اسے بھی بیٹھ جانے کو کہا، پھر دوبارہ پوچھا: تو ایک تیسرے شخص نے اپنے آپ کو پیش کیا، جب آپؐ نے اس کا نام پوچھا تو فرمایا ''یعیش'' (زندگی والا) تو آپؐ نے فرمایا: تم اس اونٹنی کا دودھ نکالو۔''

Marfat.com

باب ۱۱۵

دنوں اور مہینوں کا بیان

فقیہ سمرقندی فرماتے ہیں:

سال بارہ ماہ کا ہوتا ہے پہلے مہینے کا نام محرم ہے۔ اور اس کا یہ نام اس لیے رکھا گیا کیونکہ زمانہ جاہلیت میں عرب اس ماہ میں جنگ کرنے کو حرام سمجھتے تھے۔

دوسرے مہینے کا نام صفر ہے۔ یہ نام رکھنے کی وجہ یہ ہوئی کہ اس ماہ میں بعض عربوں کے کسی بیماری کی وجہ سے چہرے زرد پڑ گئے۔ اس بنا پر انہوں نے اس ماہ کا نام صفر رکھ دیا۔ بعض نے اس ماہ کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ محرم گزرنے کے بعد اس ماہ کے شروع ہوتے ہی ابلیس اپنے لشکر کو سیٹی بجا کر بلاتا ہے اور ان کے قتال اور جنگ حلال ہو جاتی ہے۔ اس لیے اس ماہ کو صفر کہا جانے لگا (کہ اس کا ایک معنی یہ بھی ہے سیٹی بجا کر کسی کو بلانا)۔

تیسرا مہینہ ربیع الاول ہے کیونکہ یہ فصل خریف کے آغاز میں آ گیا تھا۔ اس لیے اس کو ربیع الاول کہا جانے لگا۔

چوتھا مہینہ ربیع الثانی ہے کیونکہ فصل خریف کے آخر میں آ گیا تھا۔ اس لیے اس کو ربیع الآخر کہا جانے لگا۔

پانچواں مہینہ جمادی الاولیٰ اور چھوٹا جمادی الآخر ہے۔ ان دونوں کے یہ نام اس لیے رکھے گئے کہ یہ دونوں مہینے سخت سردی میں آئے تھے۔ جن میں پانی بھی جم گیا تھا۔

Marfat.com

ساتواں مہینہ رجب ہے۔ اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ عرب اس ماہ کی بے حد تعظیم کیا کرتے تھے۔ (رجب کا معنی ہے تعظیم کرنا) اور اس مہینہ کو یہ اقسم (بہرا) بھی کہتے تھے۔ کیونکہ یہ اس ماہ جنگ کی آواز نہ سنتے تھے۔

آٹھواں مہینہ شعبان ہے کیونکہ اس ماہ میں قبائل عرب متفرق ہو جایا کرتے تھے (شعبان کا معنی ہے متفرق ہونا) کہتے ہیں کہ اس مہینہ کا یہ نام شعبان اس لیے رکھا گیا کیونکہ اس ماہ میں رمضان کے لیے بے شمار خیریں پھیلتی تھیں۔

نواں مہینہ رمضان ہے۔ اس مہینے کا یہ نام اس لیے رکھا گیا کیونکہ یہ سخت گرمیوں میں آیا تھا۔ رمضاء سخت گرمی کو کہتے ہیں۔ ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ اس ماہ میں گناہ جل جاتے ہیں۔

دسواں مہینہ شوال ہے اور اس کا یہ نام اس لیے ہے کہ اس ماہ میں قبائل عرب اپنے مقامات کو چھوڑ دیتے تھے۔ (کہ شوال یہ تشول سے مشتق ہے جس کا معنی ہے اپنی جگہ چھوڑ دینا) ایک قول یہ بھی ہے کہ اس ماہ میں عرب شکار کیا کرتے تھے کیونکہ شوال کا ایک معنی شکار پر کتا چھوڑنا بھی ہے۔

گیارہواں ماہ ذوالقعدہ ہے۔ اس ماہ کا یہ نام اس لیے ہے کہ عرب اس ماہ میں جنگ ختم کر کے بیٹھ رہتے تھے۔

اور بارہواں مہینہ ذی الحجہ ہے۔ اس نام کی وجہ تسمیہ ظاہر ہے کیونکہ عرب اس ماہ میں خانہ کعبہ کا حج کیا کرتے تھے۔

یہ ہیں عربوں کے بارہ مہینوں کے نام جو چاند کے اعتبار سے ہیں جو مسلمانوں کا ان کی عبادات اور شعائر کا زمانی دورانیہ ہے۔

جبکہ شمسی مہینے جن کے نام سورج کی گردش کے اعتبار سے ہوتے ہیں یہ سریانی زبان کے ہیں اور ان کا حساب رومی ہے۔ اور وہ ان کی ابتداء مہرجان کے ایام سے

Marfat.com

کرتے ہیں۔ان کے مہینوں کے نام بالترتیب یہ ہیں:

تشرین الاول

تشرین الثانی

کانون الاول

کانون الثانی

شباط

آذار

نیسان

ایار

حزیراں

تموز

آب

ایلول

یہ سب رومی اور سریانی مہینوں کے نام ہیں۔اب ذیل میں فارسی مہینوں کے نام بھی ملاحظہ کیجئے یہ بھی شمسی اعتبار سے ہیں۔جن کا آغاز نیروز[2] کے اول سے ہوتا ہے۔

فروردین

اردبہشت

---

[1] مہرجان یہ فارسی کا لفظ ہے مہر کا معنی سورج ہے۔اس سے "ماہ ومہر" کا محاورہ ہے۔یعنی چاند اور سورج۔یہ مجوسیوں کے سالانہ جشن اور میلے کو کہتے ہیں۔

[2] ایرانی شمس سال کا پہلا دن جو سن عیسوی کے ۲۱ مارچ کو ہوتا ہے اسی دن اہل فارس نوروز کے نام پر سب سے بڑا تہوار مناتے ہیں۔

Marfat.com

خرداد

بیر

مرددا

بود

مہر

ابان

پھر ان آٹھ ماہ کے بعد پانچ دن ایسے ہوتے ہیں جن کو اہل فارس کے ہاں سال میں شمار نہیں کیا جاتا۔ اور وہ انہیں ''ایام مسروقہ'' کہتے ہیں۔ ان کے بعد باقی کے مہینوں کے نام یہ ہیں:

ادر

دی

بھن

اسفندار مدیور

اب قاعدہ یہ ہے کہ جب بھی ایرانی کسی مہینے کے دس دن گزرتے ہیں تو رومیوں کا نیا مہینہ شروع ہو جاتا ہے۔ اور نیروز کا دن ہر سال ہفتہ بھر کے دنوں میں سے ایک دن اپنی جگہ سے ہٹ جاتا ہے۔ مثلاً اس سال اگر نیروز کا دن جمعرات کو تھا تو اگلے سال جمعہ کو اور اس سے اگلے سال ہفتہ کے دن ہو گا۔

رہ گئے عربی قمری سال تو ان میں سے ہر سال شمسی سال کے اعتبار سے ۱۰ دن کم ہوتے رہتے ہیں اور کسی سال گیارہ دن بھی کم ہو جاتے ہیں۔

ایک دن رات چوبیس گھنٹوں کا ہوتا ہے جس میں سے نہ کم ہوتا ہے اور نہ زیادہ چنانچہ اگر رات سے چند گھنٹے کم ہوتے ہیں تو وہ دن میں پورے ہو جاتے ہیں۔ اور

Marfat.com

جب دن سے چند گھنٹے کم ہوتے ہیں تو وہ رات میں پورے ہوجاتے ہیں۔ یعنی کبھی رات چھوٹی ہوتی ہے تو کبھی دن لیکن رات اور دن دونوں کے مجموعی گھنٹے چوبیس ہی ہوتے ہیں۔

سب سے لمبا دن پندرہ حزیران کو ہوتا ہے جو ۱۵ گھنٹوں کا ہوتا ہے اور رات فقط نو گھنٹوں کی ہوتی ہے۔ یہ سب سے چھوٹی رات ہوتی ہے۔

اس دن کے بعد رات بڑی اور دن چھوٹا ہونا شروع ہوجاتا ہے۔ یہاں تک کہ مہرجان کے دنوں میں رات دن برابر ہوجاتے ہیں کہ دونوں بارہ بارہ گھنٹوں کے ہوتے ہیں۔

پھر سترہ کانون اول کو رات پندرہ گھنٹوں کی ہوجاتی ہے جو سب سے لمبی رات ہوتی ہے اور دن فقط نو گھنٹوں کا رہ جاتا ہے۔ جو سب سے چھوٹا دن ہوتا ہے۔

پھر رات گھٹنے اور دن بڑھنے لگتا ہے حتیٰ کہ جب نیروز سے سترہ یا کچھ کم دن پہلے کا دن آتا ہے تو رات اور دن ایک بار پھر برابر ہوجاتے ہیں۔ اس کے بعد رات پھر بڑھنا شروع ہوجاتی ہے اور نصف حزیران تک بڑھتی رہتی ہے۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

باب ۱۱۶

انسانی طبیعتوں کا بیان

رب تعالیٰ نے انسانوں کو چار طبیعتوں پر پیدا کیا ہے۔ یبوست (خشکی) رطوبت (تری) حرارت (گرمی) اور برودت (ٹھنڈک)۔ اور بدن کی اصلاح کے لیے چار خلطیں پیدا کی ہیں، سوداء، صفراء، خون اور بلغم۔ یبوست سوداء میں، رطوبت صفراء میں، حرارت خون میں اور برودت، بلغم میں رکھ دی۔

پس جس جسم میں یہ چاروں خلطیں معتدل ہوں وہ جسم صحت مند ہوتا ہے۔ اور جب ان میں سے کسی خلط میں کمی یا زیادتی ہو جاتی ہے تو اس جانب سے بدن میں بیماری داخل ہوجاتی ہے۔ پس جو خلط کم ہوجاتی ہے بدن اس جہت سے کمزور ہوجاتا ہے۔

پھر یہ چاروں طبیعتیں بعض اخلاق کی فطرت ہوتے ہیں۔ چنانچہ یبوست سے عزم پیدا ہوتا ہے، رطوبت سے نرمی حرارت سے غصہ اور مدت اور برودت سے تحمل پیدا ہوتا ہے۔ پھر ان میں سے جس جیت سے بھی کمی بیشی داخل ہوتی ہے اسی جہت سے طبیعت میں فساد داخل ہوتا ہے۔

رب تعالیٰ نے سر کے اندر ہر نوعیت کی منفعت رکھی ہے۔ چنانچہ بصارت کو نگاہوں میں رکھ دیا، سماعت کو کانوں میں، سونگھنے کی قوت کو ناک میں اور قوت گویائی کو زبان میں رکھ دیا۔

Marfat.com

اسی طرح پیٹ کے اندر (یعنی گلے سے لے کر ناف تک) ہر چیز کا خزانہ رکھ دیا۔ چنانچہ ہنسنے اور خوشی کا خزانہ تلی میں رکھ دیا۔ اور ڈر خوف کو پھیپھڑے میں، غصہ کو جگر میں، علم وفہم کو دل میں، عقل کو دماغ میں، حزن وسرور کو گردے میں رکھ دیا۔ بعض نے حزن وسرور کا خزانہ سینے میں ہونا بتایا ہے۔

خون کو بدن کے تمام اعضاء تک پہنچانے اور اس کو ذخیرہ کرنے کے لیے تین سو ساٹھ رگیں بنائیں اور ان میں ۲۴۰ ہڈیاں بنائیں تا کہ بدن درست رہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ”عقل دل میں رحمت جگر میں نرمی ومہربانی میں اور نفس پھیپھڑے میں ہوتا ہے۔

حضرت علیؓ کا ہی قول ہے، آدمی کا قد اکیس سال تک بڑھتا رہتا ہے۔ اور عقل میں اضافہ اٹھائیس سال کی عمر تک ہوتا ہے۔ بعد میں عقل صرف تجربات کی بنا پر بڑھتی ہے۔“

کسی حکیم کا قول ہے: ”عقل دماغ میں، حماقت نگاہوں میں، باطل کانوں میں، حیاء چہرے میں، روح کا رستہ ناک میں، زندگی منہ میں، غم سینے میں، ہنسنا تلی میں، رحمت وغضب جگر میں، حزن وسرور دل میں، کسب اور کمائی ہاتھوں میں اور تعب وتکان پیروں میں ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

باب ۱۱۷

تیراکی، گھڑسواری اور تیراندازی کا بیان

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: ''اپنی اولاد کو تیراکی، گھڑسواری اور تیراندازی سکھاؤ۔''

ایک حدیث میں ہے کہ: ''مردوں کو تیراکی اور تیراندازی جبکہ عورتوں کو چرخہ کاتنا سکھاؤ۔''

ارشاد نبویؐ ہے: ''تیراندازی اور گھڑسواری سیکھو پر مجھے تیراندازی گھڑسواری سے زیادہ پسند ہے۔''

اور سوائے تین باتوں کے آدمی جو کام بھی کرتا ہے، وہ باطل ہے:

۱۔ کمان سے تیر پھینکنا

۲۔ گھوڑا سدھانا

۳۔ اپنی بیوی کے ساتھ اٹکھیلیاں کرنا کہ یہ تینوں کام حق ہیں۔

Marfat.com

باب ۱۱۸

کتا پالنے کی ممانعت کا بیان

ارشاد نبویؐ ہے: ''جس نے چوپایوں (کی حفاظت) یا شکار (اور ایک روایت میں ہے کہ کھیتی کی حفاظت) کے علاوہ کتا پالا تو اس کے اجر سے روزانہ دو قیراط کم کردیئے جاتے ہیں۔''

جبکہ ایک روایت میں ایک قیراط اجر کم ہونے کا بھی ذکر ہے۔

فقیہ سمرقندی فرماتے ہیں: ''یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ کتے کو کسی ضرورت کے لیے پالنا جائز ہے البتہ محض شوقیہ رکھنا مکروہ ہے۔''

ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے خانہ بدوشوں کو کتا پالنے کی رخصت دی ہے۔

وہب بن منبہ کہتے ہیں: ''جب آدم علیہ السلام زمین پر اترے تو ابلیس نے درندوں سے کہا: ''یہ (آدم جو ابھی ابھی زمین پر اترے ہیں) تمہارے دشمن ہیں، انہیں مارڈالو، چنانچہ سب درندوں نے ایک اجلاس بلایا اور فیصلہ کیا کہ یہ کام کتا کرے۔ اور اسے اپنا امیر بناتے ہوئے کہا کہ دیکھو تم ہم میں سب سے بہادر ہو۔ (اس لیے یہ کام تم کرو)۔ چنانچہ جب کتے اکٹھے ہوکر حضرت آدم علیہ السلام کو مارنے آئے تو حضرت آدم علیہ السلام انہیں دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اتنے میں جبرئیل علیہ السلام نے آکر عرض کیا: ''کتے کے سر پر ہاتھ پھیریے۔ آپ نے ایسا ہی کیا تو کتا مانوس ہوگیا۔ جب باقی درندوں نے دیکھا کہ

Marfat.com

کتے آدم علیہ السلام کے ساتھ مانوس ہو گئے ہیں تو باقی حیوانات چلے گئے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے مانوس ہو کر کتے نے امان مانگی اور آدم علیہ السلام نے اس کو امان دے دی۔ کتے ساتھ رہے آدمؑ اور ان کی اولاد کے ساتھ۔

واللہ اعلم بالصواب۔

Marfat.com

باب ۱۱۹

''مسخ'' کے بارے میں کلام

جن قوموں کو رب تعالیٰ نے سزا کے طور پر مسخ کر دیا تھا۔ بعد میں ان کا کیا بنا؟ ان کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بندر اور خنزیر اسی قوم کی نسل ہیں جنہیں خدا نے سزا کے طور پر مسخ کر دیا تھا۔ اس طرح چوہا وغیرہ اور بعض دوسری مخلوقات ہیں جن کا بعض آثار وروایات میں ذکر آتا ہے کہ یہ ان قوموں سے ہیں جنہیں مسخ کر دیا گیا تھا۔

لیکن عامۃ العلماء نے اس رائے کو غلط قرار دیا ہے کہ بندر اور خنزیر اور دوسری مخلوقات پہلے سے پیدا ہو چکی تھیں۔ رہ گئی وہ قومیں جنہیں خدا نے مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنایا تھا۔ وہ بندر اور خنزیر چند دن زندہ رہنے کے بعد سب کے سب ہلاک کر دیئے گئے تھے۔ ان کی نسل ہی مٹ گئی تھی۔ کیونکہ وہ عذاب خدا کی نذر ہوئے تھے جو فنا اور ہلاکت کو مقتضی ہے، وہ بھلا حیات اور بقا کے مستحق کیونکر ہو سکتے تھے۔ اس لیے وہ تباہ اور مسخ قومیں تین دن بعد مر گئی تھیں۔

کسی نے حضرت ابن مسعودؓ سے پوچھا کہ: آپ کی رائے میں موجودہ بندر اور خنزیر اپنی نسل سے ہی چلے آ رہے ہیں؟ (یا پھر یہ ان بندروں اور خنزیروں کی اولاد ہیں جنہیں خدا نے مسخ کیا تھا؟) آپ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ جب کسی قوم کو سزا دے کر مسخ کرتے ہیں تو پھر ان کی نسل باقی نہیں رہتی۔ اس لیے یہ بندر اور خنزیر اپنی پہلے کی نسل

Marfat.com

سے چلے آرہے ہیں۔

اسی طرح بعض لوگوں نے زہرہ اور سہیل ستاروں کے بارے میں بھی کلام کیا ہے کہ یہ کسی قوم کی مسخ شدہ شکل ہیں۔

یہ قول حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے:

عطا کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب زہرہ اور سہیل ستارے کو دیکھتے تھے تو انہیں برا بھلا کہتے تھے اور کہتے تھے کہ سہیل یمن میں ایک زکوۃ کا عامل تھا جو زکوۃ لینے میں لوگوں پر ظلم کرتا تھا۔ اور زہرہ یہ ہاروت اور ماروت کی ساتھی تھی۔ پس رب تعالیٰ نے ان دونوں (سہیل اور زہرہ) کو مسخ کر کے سیارے بنا دیا۔

مجاہد کہتے ہیں کہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو جب حمرہ یعنی زہرہ ستارے کے طلوع ہونے کی خبر دی جاتی تھی تو فرماتے تھے کہ نہ اسے خوش آمدید اور نہ اس کا استقبال۔

بعض لوگوں نے اس بات کو درست قرار نہیں دیا (کہ یہ ستارے کسی کے مسخ کرنے کی بنا پر وجود میں آئے ہیں) بلکہ یہ ستارے اس وقت پیدا کیے گئے تھے جب رب تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ رب تعالیٰ نے جب آسمان کو بنایا تو اس میں سات سیارے بنائے، زحل، مشتری، بہرام، زہرہ، عطارد، شمس اور قمر۔ اور دنیا کی مصالح کو انہیں سات سیاروں کے ساتھ وابستہ کر دیا۔ اور ان میں سے ہر ایک کو ایک منفعت و مصلحت کا ذریعہ بنا دیا۔ چنانچہ زہرہ کو رطوبت کی طاقت دے دی۔ اس لیے یہ قول باطل ہے کہ زہرہ اور سہیل دو آدمی تھے جن کو نافرمانی کی سزا میں مسخ کر کے ستارے بنا دیا گیا۔ کیونکہ یہ دو ستارے اس وقت سے پیدا ہیں جب خدا نے آسمان کو بنایا اور ستاروں سے اس کو سجایا تھا۔

Marfat.com

رہ گئی وہ روایت جس میں حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول منقول ہے کہ سہیل یمن میں زکوۃ کا عامل تھا۔ اور زہرہ بی بی نے ہاروت اور ماروت کو فتنوں میں ڈالا تھا۔ جس کی پاداش میں انہیں مسخ کر کے ستارے بنا دیا گیا۔ اگر چہ یہ روایت اتنی حد تک درست ہے کہ سہیل ایک آدمی اور زہرہ بی بی ایک عورت تھی۔ اور یہ دونوں مسخ بھی ہو گئے تھے۔ ستارے بھی بنے تھے لیکن یہ بعد میں فنا ہو گئے تھے۔ باقی نہ رہے تھے۔ انہیں جہنم میں جھونک دیا گیا تھا۔

رہ گیا حضرت ابن عمرؓ کا سہیل اور زہرہ کو سب وشتم کرنا تو اس میں احتمال اس بات کا بھی ہے کہ وہ زہرہ اور سہیل ستاروں کی بجائے اس سہیل کو جو عامل تھا اور اس زہرہ کو برا بھلا کہتے ہوں جس نے ہاروت اور ماروت کو فتنہ میں مبتلا کیا تھا۔

Marfat.com

باب ۱۲۰

ایمان کا بیان

فقیہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ: ''بعض لوگوں نے یہ کہنا ناپسند کیا ہے کہ میں مومن ہوں البتہ اگر وہ استثناء کر کے یہ کہے تو جائز ہے کہ ''ان شاء اللہ میں مومن ہوں۔''

علماء نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ''یہ اپنی مدح ہے (کہ آدمی اپنے بارے میں یہ کہے کہ میں مومن ہوں) اور اپنی مدح اور خودستائی جائز نہیں۔ اسی طرح یہ کہنا بھی جائز نہیں کہ میں زاہد، عابد اور متقی وغیرہ ہوں۔

دوسرے رب تعالیٰ نے مومنوں کی کچھ صفات بیان کی ہیں: (اگر وہ موجود ہوں تو خیر لیکن) اگر کسی میں وہ علامات نہ ہوں تو اس کو (تو ویسے بھی) خود مومن کہنا جائز نہیں بنتا۔ ذیل میں مومنوں کی چند صفات بیان کی جاتی ہیں:

انما المومنون الذین اذاذکر اللہ وجلت قلوبھم ......اولائیک المومنون حقا. (الانفال :۲. ۴)

''مومن تو وہ ہیں کہ جب خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے۔ اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں (اور) جو نماز پڑھتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں۔ یہی سچے مومن ہیں۔''

دوسرے رب تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

Marfat.com

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا.

(الحجرات : ۱۴)

"دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں کہہ دو کہ تم (ابھی) مومن نہیں (بنے) بلکہ یوں کہو کہ ہم اسلام لے آئے ہیں (اور مسلمان ہیں)۔"

اس آیت میں رب تعالیٰ نے اعرابیوں کو اپنا نام مومن رکھنے سے منع فرمایا بلکہ یہ حکم دیا کہ خود کو مسلمان کہو۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ خود کو مومن کہنے میں کوئی حرج نہیں۔

عطا کہتے ہیں کہ میں متعدد ایسے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ملا ہوں جو خود کو مومن اور مسلم کہتے تھے۔

عبداللہ بن یزید انصاری کہتے ہیں کہ: "جب تم میں سے کسی سے اس کے ایمان کے بارے میں پوچھا جائے تو اس میں (یعنی اپنے مومن ہونے اور اس کا اظہار کرنے میں) ہرگز شک نہ کرے۔"

ابراہیم تیمی کا قول ہے کہ خود کو مومن کہنے کو ہرگز مکروہ مت سمجھو۔ کیونکہ اگر تم سچے ہوئے تو اجر پاؤ گے اور اگر جھوٹے ہوئے تو کفر کا اقرار (اور مومن ہونے کا انکار) یہ کذب بیانی سے زیادہ سخت ہے۔

دوسرے رب تعالیٰ نے روزے فرض کرتے ہوئے ہمیں مومن کہہ کر پکارا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یا ایھاالذین امنو ا کتب علیکم الصیام. (التوبہ)

"مومنو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں۔"

اسی طرح نماز کا حکم دیتے ہوئے بھی ہمیں مومن کہہ کر پکارا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ. (المائدہ : ۶)

Marfat.com

''مومنو! جب تم نماز کی ادائیگی کے لیے کھڑے ہو۔''

لہٰذا جس کو اپنے مومن ہونے میں شک ہو مناسب ہے کہ اس پر نماز روزہ میں سے کچھ بھی لازم نہ ہو (کہ وہ ان آیات کا مخاطب ہی نہیں کہ کیونکہ یہ احکام رب تعالیٰ نے خاص اہل ایمان پر ہی واجب کیے ہیں۔)

فقیہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں: ''یہ کہنا جائز ہے کہ انشاء اللہ میں مومن مروں گا۔'' کیونکہ استثناء کا عمل زمانہ استقبال میں ہوتا ہے نا کہ حال اور ماضی میں۔ دوسرے روز مرہ کے محاوروں میں یوں کہنا کسی نے بھی درست تسلیم نہیں کیا کہ انشاء اللہ یہ کپڑا ہے۔ انشاء اللہ یہ ستون ہے۔

حسن بصریؒ کہتے ہیں: ''عقل مند آدمی یوں بات کرتا ہے ان شاء اللہ میں یہ کام کروں گا'' اور اگر کوئی یوں کہے کہ: ''انشاء اللہ میں نے یہ کام کیا ہے۔'' تو یہ اس کے احمق ہونے کی علامت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی طلاق اور عتاق میں انشاء اللہ کا لفظ استعمال کرے تو نہ طلاق پڑتی ہے اور نہ غلام آزاد ہوتا ہے۔

لہٰذا اگر کوئی ایمان میں استثناء کرتا ہے تو ڈر ہے کہ اس کے ایمان میں خلل اور کمی نہ آجائے۔

Marfat.com

باب ۱۲۱

ایمان کے بڑھنے یا نہ بڑھنے کا بیان

علماء کا اس بابت بھی اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ایمان نہ گھٹتا ہے اور نہ بڑھتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ایمان بڑھتا ہے پر گھٹتا نہیں۔ اور ہمارا بھی یہی قول ہے۔

پہلے فریق کی دلیل یہ آیت ہے:

لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ (الفتح : ۴)

''تاکہ ان کے ایمان کے ساتھ اور ایمان بڑھے۔''

ارشاد نبوی ہے: ''روز قیامت میں سفارش کروں گا۔ پس جہنم سے ہر اس شخص کو بھی نکال لیا جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا، میں پھر سفارش کروں گا تو دوزخ سے ہر اس شخص کو نکال لیا جائے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا۔''

جبکہ دوسرے فریق کی جو اس بات کے قائل ہیں کہ ایمان گھٹتا نہیں البتہ بڑھتا ہے، دلیل یہ روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ مسلمان کو تو کافر کا وارث بناتے تھے پر کافر کو مسلمان کا وارث نہ بناتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے: ''اسلام بڑھتا ہے پر گھٹتا نہیں۔''

اور دوسری روایت میں اسلام کی جگہ ایمان کا لفظ ہے کہ ''ایمان بڑھتا تو ہے پر

Marfat.com

گھٹتا نہیں۔"

اور جن کے نزدیک ایمان نہ گھٹتا ہے اور نہ بڑھتا ہے ان کی دلیل حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ بنو ثقیف کے وفد نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا: "یا رسول اللہ! کیا ایمان گھٹتا بڑھتا ہے؟" فرمایا: "ایمان دل میں کامل ہوتا ہے اس کا گھٹنا بڑھنا کفر ہے۔"

عون بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو منبر پر یہ کہتے سنا: "اگر تو بات اسی طرح ہوتی جس طرح یہ شکی اور گمراہ لوگ کرتے ہیں کہ گناہ ایمان کو ناقص کر دیتے ہیں تو کسی کو اس بات کی خبر بھی نہ ہوتی کہ آج دن ڈھلے میرا کتنا ایمان ختم ہو گیا۔ زیادہ چلا گیا یا کچھ باقی ہے۔"

اور مفسرین نے "لیزادو ایمانا مع ایمانھم۔" میں مذکور ایمان کی تفسیر یقین سے کی ہے۔

قرآن کریم میں ایمان کا ذکر کئی اعتبار سے آیا ہے جن کے معانی مفسرین کے اقوال سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔ ابو مطیع کہتے ہیں کہ اہل آسمان اور اہل زمین کا ایمان ایک ہے اس میں کمی زیادتی نہیں ہوتی۔

ابو یوسف کا قول ہے: "میں سچا مومن ہوں اور میں اللہ کے نزدیک مومن ہوں البتہ میں یہ نہیں کہتا کہ میرا ایمان جبرائیل اور میکائیل کے ایمان کی طرح ہے۔"

محمد بن حسن کہتے ہیں کہ: "میں آدمی کے اس کہنے کو پسند نہیں کرتا کہ میرا ایمان حضرت ابو بکرؓ کے ایمان کی طرح ہے البتہ وہ یہ کہے کہ میں اس ذات پر ایمان لایا جس پر حضرت ابو بکرؓ ایمان لائے تھے، اسی طرح وہ یہ بھی نہ کہے کہ: "میرا ایمان جبرئیل اور میکائیل کی طرح ہے البتہ وہ یہ کہے کہ میں اس ذات پر ایمان لایا جس پر جبرئیل اور میکائیل ایمان لائے تھے۔

Marfat.com

محمد بن حسن کا یہ قول بھی ہے کہ: ''سفیان ثوری کہا کرتے تھے: ''میں انشاء اللہ مومن ہوں، لیکن بعد میں انہوں نے اپنے اس قول سے رجوع کرلیا تھا۔ اور کہتے تھے کہ میں مومن ہوں۔''

محمد بن حسن کہتے ہیں: ''اگر میرا بس چلتا تو میں جیل خانوں کو چوروں کی جگہ ان لوگوں سے بھر دیتا جو اس بات کے قائل ہیں کہ میرا ایمان جبرئیل کے ایمان جیسا ہے۔ البتہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں اس ذات پر ایمان لایا جس پر جبرئیل ایمان لائے تھے۔

Marfat.com

باب ۱۲۲

ایمان عمل ہے یا اقرار؟

لوگوں نے اس موضوع پر بھی گفتگو کی ہے: ”بعض کہتے ہیں کہ ایمان قول و عمل ہے۔“ یہ امام احمد، اسحاق بن راہویہ اور ان کے ہم نواؤں کا قول ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ ایمان یہ معرفت قلب کا نام ہے، یہ جہم بن صفوان اور اس کے پیروکاروں کا قول ہے اور بعض کا قول ہے کہ ایمان یہ اقرار باللسان، تصدیق بالقلب اور عمل بالشریعت کا نام ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے اور ہم اسی قول کو لیتے ہیں۔

جو کہتے ہیں کہ ایمان قول و عمل ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ خدا نے نماز کو بھی ایمان کہا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وما كان الله ليضيع ايمانكم (البقره: ۱۴۳)

”اور خدا ایسا نہیں کہ تمہارا ایمان یوں ہی کھو دے۔“

یعنی تم لوگوں نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے جو نمازیں ادا کی ہیں خدا ان کو ضائع نہ کرے گا۔

جو کہتے ہیں کہ ایمان قول ہے ان کی دلیل یہ آیت ہے:

فاثبهم الله بما قالوا. (المائده: ۸۵)

Marfat.com

''تو خدا نے ان کو اس کہنے کے عوض بدلہ دیا۔''

دوسرے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے: ''مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ قتال کروں یہاں تک کہ وہ کہنے لگیں لا الہ الا اللہ پس جب وہ یہ کہہ لیں گے تو انہوں نے اپنی جانوں اور مالوں کو مجھ سے محفوظ کرلیا مگر حق شریعت کے ساتھ اور ان (کے باطن) کا حساب خدا کے ذمے ہیں۔''

اور ایمان کو معرفت قلب کہنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ اگر آدمی دل سے کفر کا قائل ہوجائے چاہے زبان سے اس کا اقرار نہ بھی کرے وہ بالاتفاق کافر ہوتا ہے، اسی طرح ایمان یہ بھی ہے کہ یہ دل سے اعتقاد کا نام ہے چاہے زبان سے اس کا اقرار نہ بھی کیا ہو کہ آدمی قلبی اعتقاد کی بدولت مومن ہو جاتا ہے۔''

اور امام ابوحنیفہؒ کے قول کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جبرئیل نے جب خدمت میں حاضر ہوکر ایمان کے بارے میں دریافت کیا تھا تو آپؐ نے فرمایا تھا: ''ایمان یہ ہے کہ تو اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، روز آخرت پر، مرنے کے بعد جی اٹھائے جانے پر اور اچھی بری تقدیر کے اللہ کی طرف سے ہونے پر ایمان لے آئے۔''

حضرت جبرئیلؑ نے کہا: ''آپؐ ٹھیک کہتے ہیں۔''

اس روایت میں سائل حضرت جبرئیلؑ ہیں اور جواب دینے والے حضرت محمد ﷺ ہیں جنہوں نے سب صحابہ کے سامنے یہ جواب دیا اور آپؐ کی غرض انہیں دین وشریعت کی تعلیم دینا اور اس کو سب پر عیاں کرنا تھا۔

دوسرے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قل یا اهل الکتاب تعالو الی کلمة سواء بیننا وبینکم. (آل عمران: ۶۴)

Marfat.com

''کہہ دو کہ اے اہل کتاب! جو بات ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے اس کی طرف آؤ۔''

پس ثابت ہوا کہ آدمی توحید کے قول سے مومن بن جاتا ہے۔ پھر یہ قول تصدیق کے بغیر درست نہیں ہوتا۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے منافقین کے ذکر میں یہ ارشاد فرمایا ہے:

ومن الناس من یقول امنا باللہ وبالیوم الاخر. (البقرہ :۸)

''اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم خدا پر اور روز آخرت پر ایمان لے آئے۔''

اور انہیں کے بارے میں آیت کے اختتام پر فرمایا:

وَ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ . (البقرہ : ۸)

''حالانکہ وہ ایمان نہیں رکھتے۔''

رب تعالیٰ نے ان منافقوں سے ایمان کی نفی کی ہے کیونکہ ان کے قول کے ساتھ دل کی تصدیق نہیں تھی۔ لہٰذا جب قول کے ساتھ تصدیق بد پائی جائے گی تو آدمی مومن بنے گا۔

مسلم بن سالم کا قول ہے: ''مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میں اگلوں اور پچھلوں کے عمل کے ساتھ رب تعالیٰ سے اس حال میں ملوں کہ میں اس بات کا بھی قائل ہوں کہ ''ایمان گھٹتا بڑھتا ہے یا قول وعمل ہے۔'' واللہ اعلم۔

Marfat.com

باب ۱۲۴

ایمان مخلوق ہے یا نہیں؟

اس باب میں بھی لوگوں کا اختلاف ہے۔ بعض ایمان کو مخلوق اور بعض غیر مخلوق مانتے ہیں۔ پہلے فریق کی دلیل یہ ہے کہ ایمان زبان کے اقرار اور دل کی تصدیق کا نام ہے۔ اور اقرار اور تصدیق بندے کا فعل ہے۔ کیونکہ اقرار زبان کا اور تصدیق دل کا فعل ہے اور بندہ اپنے سب افعال سمیت مخلوق ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

واللہ خلقکم وما تعملون. (الصافات)

''حالانکہ تم کو اور جو کچھ تم کرتے (اور بناتے) ہو اس کو خدا ہی نے پیدا کیا ہے۔''

اور ایمان کو غیر مخلوق کہنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ ایمان یہ لا الہ الا اللہ کی شہادت دینے کا نام ہے۔ اور یہ شہادت کلام اللہ ہے۔ اور کلام خدا غیر مخلوق ہے۔ جو لا الہ الا اللہ کی شہادت کو مخلوق سمجھتا ہے۔ وہ قرآن کو بھی مخلوق سمجھتا ہے۔

فقیہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں: ''بظاہر یہ کوئی اختلاف نہیں، جس نے ایمان کو مخلوق کہا ہے اس نے بندے کے فعل اور زبان کے الفاظ کے تناظر میں کہا ہے۔ البتہ ہم اس قول کو لیتے نہیں اور جس نے غیر مخلوق کہا ہے اس نے شہادت کے پیش نظر کہا ہے۔ اور ہم اس قول کو لیتے ہیں۔

Marfat.com

باب ۱۲۴

قرآن

بعض لوگوں نے قرآن کو مخلوق اور مصاحف میں لکھا کہا ہے، یہ بشر مریسی، حسن نجار اوران کے پیروکاروں کا قول ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ قرآن غیر مخلوق اور مصاحف میں غیر مکتوب ہے۔ یہ ابوعبداللہ بن کرام، کلابی اوران کے ماننے والوں کا قول ہے۔

بعض کا قول ہے کہ یہ وحی اور تنزیل ہے ہم نہ اسے مخلوق کہتے ہیں اور غیر مخلوق۔ یہ جھمی اور اس کے متبعین کا قول ہے اور بعض کے نزدیک قرآن غیر مخلوق اور مصاحف، میں مکتوب ہے۔ یہی ہمارے مشائخ اور ابراہیم بن یوسف اور شقیق زاہد کا قول ہے۔

پہلے فریق کی دلیل جو قرآن کو مخلوق مانتے ہیں، یہ آیت ہے:

الله خلق کل شیی ء . (الزمر)

''خدا نے ہر چیز کو پیدا کیا۔''

اور فرمایا:

انا جعلنا قرانا عربیا (الزخرف)

''ہم نے اسے عربی زبان کا قرآن بنایا۔''

قرآن کو غیر مخلوق کہنے والوں کی دلیل یہ آیت ہے:

قرانا عربیا غیر ذی عوج. (الزمر)

''قرآن عربی جس میں کوئی کجی نہیں۔''

Marfat.com

کہ حضرت ابن عباس ''غیر ذی عوج'' کی تفسیر غیر مخلوق'' سے کرتے ہیں یعنی یہ قرآن عربی ہے جو غیر مخلوق ہے۔

اور آیت کریمہ:

الا له الخلق والامر. (الاعراف)

''دیکھو سب مخلوق بھی اس کی ہے اور حکم بھی (اسی کا ہے)۔''

سفیان بن عیینہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ خلق سے مراد مخلوق اور امر سے مراد قرآن ہے جو غیر مخلوق ہے۔ محمد بن ازہر کہتے ہیں کہ: ''میں نے ابوبکر محمد بن عسکر کو بغداد میں یہ کہتے سنا: ''قرآن اللہ کا کلام اور غیر مخلوق ہے، جو اس کے مخلوق ہونے کا قائل ہے وہ خدا سے کفر کرتا ہے اور جو اس کے لفظوں کو مخلوق کہے اور آگے کچھ نہ کہے وہ جھمی ہے سفیان ثوری قرآن کو مخلوق کہنے والوں کو کافر کہتے ہیں۔

حضرت انس بن مالکؓ سے جب اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو قرآن کو مخلوق کہتا ہے تو فرمایا وہ کافر اور واجب القتل ہے۔ نبی کریم ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے: "اعوذ بکلمات الله التامات کلها" میں خدا کے سب کامل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں۔''

آپ نے غیر خدا سے پناہ پکڑنے سے منع فرمایا۔ پس جب آپ نے کلام خدا کی پناہ پکڑی تو معلوم ہوا کہ وہ غیر مخلوق ہے دوسرے مخلوق کی پناہ پکڑنے کا فائدہ بھی تو کچھ نہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ: ''خدا نے سب سے پہلے قلم پیدا فرمایا۔'' پس اگر کلام خدا مخلوق ہوتا تو حضرت ابن عباسؓ یہ فرماتے کہ: ''خدا نے سب سے پہلے کلام کو پیدا فرمایا، کیونکہ خدا نے ساری مخلوق کو اپنے قول کن سے پیدا فرمایا۔''

علامہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں: ''ایسے مسائل میں گفتگو نہ کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ

Marfat.com

ان مسائل میں بحث بے حد پیچیدہ ہے دنیا و آخرت کی سلامتی اسی میں ہے کہ ان مسائل میں سکوت کیا جائے۔"

Marfat.com

باب ۱۵۰

رؤیت باری تعالیٰ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ کی رویت نہ ہوگی، نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں جبکہ بعض کہتے ہیں اہل جنت آخرت میں کسی قسم کی کیفیت اور تشبیہ کے بغیر رب تعالیٰ کی رویت کرسکیں گے جیسا کہ وہ خدا کی دنیا میں بغیر تشبیہ کے معرفت رکھتے ہیں۔ یہی صحیح اور بدعت سے دور قول ہے جسے ہم نے اختیار کیا ہے۔

پہلے فریق کی دلیل یہ آیت ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ (الانعام ۱۰۳)

''نگاہیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں۔''

اور خدا نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا تھا:

لَنْ تَرٰىنِیْ. (الاعراف : ۱۴۳)

''تم مجھ ہرگز نہ دیکھ سکو گے۔''

دوسرے فریق کی دلیل یہ آیت ہے:

وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ○ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ. (القیامة : ۲۲۔ ۲۳)

''اس روز بہت سے منہ رونق دار ہوں گے (اور) اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہوں گے۔''

اور ارشاد ہے:

Marfat.com

لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَ زِیَادَةٌ ۔ (یونس : ۲۶)

''جن لوگوں نے نیکوکاری کی ان کے لیے بھلائی ہے اور (مزید برآں) اور بھی۔''

حضرت ابن عباسؓ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: یہ ''الزیادة'' رب تعالیٰ کو بلاکیف دیکھنا ہے۔''

ارشاد نبویؐ ہے: ''عنقریب تم اپنے رب کو یوں دیکھو گے جیسے تم بدر کی رات چاند کو دیکھتے ہو۔''

فقیہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں: ''ابن اصم کا قول ہے: اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ کوئی بندہ خدا کو اس دنیا میں نہیں دیکھ سکتا جبکہ اہل جنت خدا کو آخرت میں دیکھیں گے۔''

Marfat.com

باب ۱۲۶

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیان

عقل مند کو چاہیے کہ وہ صحابہ کرامؓ کا ذکر اچھائی کے ساتھ کرے کہ اس میں دین کی سلامتی ہے اور کسی کی بابت بری بات زبان پر نہ لائے۔

ارشاد نبویؐ ہے: ''میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، انہیں اپنی تنقیدوں کا ہدف نہ بناؤ جو ان سے محبت کرے گا وہ میری محبت میں ان سے محبت کرے گا۔ اور جو ان سے بغض رکھے گا، وہ میرے بغض میں ان سے بغض رکھے گا۔'' پس جس نے انہیں ستایا اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اس نے خدا کو ستایا اور جس نے خدا کو ستایا عنقریب خدا اس کی گرفت کرے گا۔

حضرت علیؓ نے ایک دفعہ برسر منبر فرمایا: ''اس امت کے پیغمبر کے بعد اس امت کے سب سے بہتر انسان ابوبکرؓ ہیں، ان کے بعد عمرؓ ہیں۔ اگر تم لوگ چاہو تو میں تیسرے کا نام بھی لے لیتا ہوں۔''

علماء کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی مراد حضرت عثمان تھے۔ جبکہ بعض کے بقول خود حضرت علیؓ مراد تھے۔

ہم کہتے ہیں کہ تیسرے نمبر پر حضرت عثمان اور پھر حضرت علیؓ ہیں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب نیکوکار صحابہ ہیں۔ ہم سب کا نام خیر سے لیتے ہیں۔

ابراہیم نخعی سے جب صحابہ کرامؓ کے جھگڑوں کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:

Marfat.com

''یہ وہ خون ہیں جن سے ہماری تلواریں اور ہاتھ محفوظ رہے ہم اپنی زبانوں کو اس سے آلودہ نہ کریں گے۔''

ارشاد نبوی ہے: ''ان چاروں (خلفائے راشدین) کی محبت کسی مومن قلب میں ہی اکٹھی ہو سکتی ہے۔''

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ''میں نے نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا۔ ''خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ابوبکر کو باپ (یعنی سسر) عمر کو مشیر، عثمان کو سہارا اور علی کو پشت پناہ بناؤں، خدا نے ام الکتاب میں ان کا میثاق لیا ہے ان سے وہی محبت کرتا ہے جو مومن متقی ہو اور ان سے اسی کو بغض ہو گا جو فاجر بد بخت ہو، یہ میری نبوت کے خلیفہ اور میری دین و دنیا کے عہد ہیں، یہ میرے امر کی عصمت اور میری حکمت کے معدن ہیں، (خبردار) آپس میں قطع تعلقی اور حسد نہ کرو۔''

ایک حدیث میں ہے کہ: ''ابوبکرؓ میرے وزیر اور میرے بعد میری امت کے امر کو قائم کرنے والے ہیں۔'' اور عمر میرے حبیب ہیں، عثمان مجھ سے ہیں اور علیؓ میرے بھائی اور میرے علم بردار ہیں۔''

ایک عورت نے آکر خدمت اقدس ﷺ میں کسی حاجت کو عرض کیا، آپؐ نے اس کا حکم دے دیا۔ وہ کہنے لگی، اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو؟ فرمایا: ''اگر تم (آؤ اور) مجھے نہ پاؤ تو پھر ابوبکرؓ کے پاس چلی جانا۔''

ابوعصمہ نوح بن ابی مریم کہتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہؒ سے پوچھا کہ اہل سنت والجماعت کون ہیں؟ فرمایا: جو ابوبکرؓ اور عمرؓ کو فضیلت دے، عثمانؓ اور علیؓ سے محبت رکھے، موزوں پر مسح کا قائل ہو، گناہ کے ارتکاب پر کسی کو کافر نہ کہے۔ اور اس بات کا قائل ہو کہ اچھی بری تقدیر اللہ کی طرف سے ہے اور وہ اللہ کے بارے میں کسی بات کو نہ کرتا ہو اور کھجور کی نبیذ کو حرام نہ جانتا ہو وہ اہل سنت والجماعت میں سے ہے۔''

Marfat.com

باب ۱۲۷

تقدیر کا بیان

فقیہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ: ''اگر ہو سکے تو تقدیر کے موضوع پر گفتگو ہی مت کیجئے! کیونکہ تقدیر پر زیادہ گہرائی میں اتر کر گفتگو کرنے سے منع کیا گیا ہے۔''

ارشاد نبویؐ ہے: ''جب تقدیر کا ذکر ہو تو رک جاؤ۔ جب ستاروں کا ذکر ہو تو رک جاؤ اور میرے صحابہ کے بارے میں (نازیبا) باتیں ہونے لگیں تو رک جاؤ۔''

ایک روایت میں ہے کہ: ''حضرت عزیر علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے تقدیر کے بارے میں سوال کیا کہ: ''اے پروردگار اچھی بری تقدیر بھی آپ ہی نے پیدا کی ہے پھر اگر بندے برا کام کرتے ہیں تو اس پر سزا بھی آپ ہی دیتے ہیں۔'' رب تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ: ''اے عزیر! مجھ سے اس بارے میں سوال مت کرو۔ کہ اگر منع کرنے کے بعد تم نے مجھ سے اس بارے میں سوال کیا تو میں پیغمبروں کی فہرست سے تیرا نام مٹادوں گا۔''

روایات میں آتا ہے کہ: ''نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اچھی بری تقدیر سب خدا کی طرف سے ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے جب جبرئیل سے ایمان کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے تفصیل بیان کرتے ہوئے اس بات کو بھی ذکر کیا کہ: ''اچھی بری تقدیر کے خدا کی طرف سے ہونے پر ایمان لانا بھی ایمان میں سے ہے۔''

Marfat.com

عمرو بن شعیب کے والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ: ''ایک دفعہ ہم خدمت نبوی میں بیٹھے تھے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ لوگوں کی ایک جماعت کے ساتھ آئے۔ قریب آ کر انہوں نے سلام عرض کیا۔ پھر ان میں سے ایک نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا اچھی بری ہر طرح کی تقدیر خدا کی طرف سے ہوتی ہے یا اچھی تقدیر تو خدا کی طرف سے ہوتی ہے اور بری ہماری طرف سے۔'' فرمایا: دونوں خدا کی طرف سے ہوتی ہیں۔'' اس پر حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کیا: ''نیکیاں خدا کی طرف سے اور برائیاں ہماری طرف سے ہوتی ہیں۔'' اور حضرت عمرؓ نے کہا: ''نیکیاں اور برائیاں دونوں خدا کی طرف سے ہوتی ہیں۔ اب کچھ لوگ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ ہو گئے اور کچھ حضرت عمرؓ کے ساتھ۔'' یہ دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہارے درمیان وہ فیصلہ نہ کر دوں جو خدا نے جبرئیل اور میکائیل میں کیا تھا۔ پس جبرائیل نے اے عمر تمہارے جیسی بات کہی تھی اور اے ابوبکرؓ میکائیل نے تمہارے جیسے بات کہی تھی۔ جبرئیل نے کہا: ''جب اہل زمین اور اہل آسمان میں اختلاف ہو گیا تو آؤ ہم فیصلہ کے لیے اسرافیل کے پاس چلیں دونوں نے جا کر قصہ عرض کیا تو انہوں نے یہ فیصلہ دیا کہ اچھی بری دونوں طرح کی تقدیر خدا کی طرف سے ہے۔'' پھر فرمایا: ''میں بھی دونوں میں یہی فیصلہ کرتا ہوں۔'' پھر فرمایا: ''اے ابوبکرؓ! اگر خدا یہ چاہتا کہ اس کی زمین پر اس کی نافرمانی نہ کی جائے تو ابلیس کو پیدا نہ کرتا۔''

Marfat.com

باب ۱۲۸

رافضیوں کا بیان

حضرت علیؓ کا قول ہے کہ: ''میرے بارے میں دو فریق ہلاکت میں جا پڑیں گے حد سے زیادہ محبت کرنے والے اور حد سے زیادہ بغض کرنے والے۔''

اور فرمایا: ''اخیر زمانہ میں کچھ لوگ ظاہر ہوں گے جو خود کو ہماری طرف منسوب کریں گے حالانکہ وہ ہم میں سے نہ ہوں گے۔ انہیں روافض کا بدنام زمانہ لقب دیا جائے گا۔ جب تم سے ملیں تو ان سے قتال کرنا کیونکہ وہ مشرک ہیں۔''

ارشاد نبویؐ ہے: ''اخیر زمانہ میں کچھ لوگ ہوں گے جن کا لقب ہو گا روافض، اسلام کو پھینک دیں گے اور صرف لفظوں سے اسلام کا اقرار کریں گے۔ ان سے قتال کرنا کہ یہ مشرک ہیں۔''

علماء کہتے ہیں کہ صحابہ کو گالی دینے والا کافر ہے۔ اور ان سے بغض رکھنے والا رافضی ہے۔

کہتے ہیں کہ: ''اسی حدیث کی بنا پر ہارون الرشید انہیں قتل کروا دیا کرتا تھا۔

عامر شعبی کہتے ہیں: ''رافضیت زندیقیت کی سیڑھی ہے میں نے جو رافضی بھی دیکھا ہے وہ زندیق ہی نکلا ہے۔

Marfat.com

باب ۱۲۹

نماز کھڑی ہو جائے اور رات کا کھانا بھی آجائے

فقیہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں: ''اگر ایسی صورت پیش آجائے تو مناسب ہے کہ پہلے کھانا کھالے، پھر نماز ادا کرے جبکہ نماز فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ کیونکہ اگر آدمی کھانا کھائے بغیر نماز شروع کردے گا تو دل کھانے میں ہی اٹکا رہے گا۔ اسی لیے عشاء کی نماز کے وقت جب حضرت ابن عباسؓ کے سامنے کھانا رکھ دیا جاتا تھا تو یہ کہہ کر کھانا شروع کردیتے تھے کہ ہم پہلے نفس لوامہ سے شروع کرتے ہیں۔

ارشاد نبویؐ ہے: ''جب تم میں سے کسی کے سامنے کھانا رکھ دیا جائے تو وہ جلدی نہ کرے، کھانا پورا کرکے اٹھے چاہے نماز بھی کھڑی ہو جائے۔''

جبکہ ایک روایت میں یہ مضمون ہے کہ جب نماز کے وقت حاجت ہو تو پہلے حاجت سے فارغ ہو پھر نماز ادا کرے۔

اسی طرح پیشاب کے زور کے وقت بھی نماز میں لگنے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے تاکہ دل اس میں بے چین نہ رہے۔

Marfat.com

باب ۱۳۰

سفر سے واپس پر گھر والوں کے پاس رات کو آنے کی کراہیت کا بیان

فقیہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ: ''جب آدمی سفر سے لوٹے تو مستحب یہ ہے کہ وہ دن چڑھے گھر میں داخل ہو کہ رات کو گھر والوں کی بے خبری میں ان کے پاس جانا مناسب نہیں۔

ارشاد نبویؐ ہے: ''جب تم میں سے کوئی سفر سے لوٹے تو وہ رات کو گھر والوں کے پاس نہ جائے۔''

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ: ''نبی کریم ﷺ ایک غزوہ سے لوٹے تو صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی اپنے گھر والوں کے پاس رات کو نہ جائے۔''

پھر ایسا ہوا کہ دو نے اس حکم کی خلاف ورزی کی اور رات کو گھر والوں کے پاس جا پہنچے تو دونوں میں سے ہر ایک نے اپنی بیویوں کے ساتھ غیر آدمی دیکھے۔

فقیہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں: ''یہ ممانعت بطور استحباب کے ہے نا کہ بطور تحریم کے۔ افضل یہ ہے کہ آدمی گھر والوں تک اپنے پہنچنے کی خبر پہنچا دے تا کہ وہ اس کے استقبال کی تیاری کر لیں۔ کہ اگر وہ ان تک آنے کی اطلاع نہیں پہنچاتا اور ان تک جا پہنچتا ہے۔ تو اس نے سنت کی خلاف ورزی کی۔ البتہ کسی حرام کا ارتکاب نہیں کیا۔

Marfat.com

باب ۱۳۱

بارش کے وقت اپنے خیمے اور رہائش میں ہی نماز پڑھ لینے کا بیان

اگر ایک آدمی کا گھر مسجد سے دور ہو اور اسے بارش کا یا کپڑوں کے گندے ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اسے گھر میں ہی نماز پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں۔ روایات میں اس کی رخصت آئی ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”جب (اتنی بارش ہو کہ جس سے) جوتے بھیگ جائیں تو نماز گھر میں پڑھ لی جائے۔“

آپؐ نے صحابہ کو یہ رخصت اس لیے دی تھی کہ ان کی جوتیاں عربی ہوتی تھیں جو بارش میں بھیگ کر خراب ہو جاتی تھیں۔ دوسرے صحابہ کے پاس کپڑے بھی تھوڑے ہوتے تھے۔ کبھی سردی میں کپڑے بھیگ جانے کی صورت میں تکلیف ہوتی تھی کیونکہ اور کپڑے بھی نہ ہوتے تھے۔ اس لیے آپ نے بارش وغیرہ میں اس بات کی رخصت دے دی کہ گھروں میں نماز پڑھ لی جائے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ بارش کے دن ایک شخص یہ اعلان کر دیا کرتا تھا کہ نماز گھروں میں ہی پڑھو۔“ اور فرماتے تھے کہ عہد رسالت میں یوں ہی کیا جاتا تھا۔

Marfat.com

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب سفر میں شدید سردی پڑتی تھی تو نبی کریم ﷺ اپنے خیمے میں ہی نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ اور ساتھ ہی موذنوں کو اس بات کا حکم دے دیتے کہ وہ اذان کے آخر میں یہ اعلان کردیں کہ بارش کی رات اپنے اپنے خیموں میں نماز پڑھ لیں۔

Marfat.com

باب۱۳۲

گھنٹی کے مکروہ ہونے کا بیان

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''جس قافلے میں گھنٹی ہو فرشتے اس کے ساتھ نہیں چلتے۔''

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے ایک قافلے میں گھنٹی دیکھی تو فرمایا: ''یہ شیطان کی سواری ہے۔''

سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انہیں ایک عورت ملنے آئی جس کے ساتھ اس کا ایک بچہ بھی تھا اس نے پیروں میں جھانجھر پہن رکھی تھی۔ تو سیدہ صدیقہؓ نے فرمایا: ''فرشتوں کو متنفر کر دینے والی اس چیز کو (یہاں سے) نکال دو۔'' چنانچہ اس جھانجھر کو نکال دیا گیا۔

ریحانہ نامی ایک خاتون کہتی ہیں کہ میں اپنے بچے کے ساتھ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میرے بچے کے پیروں میں گھنگھرو بندھے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''اس عورت کو بتلا دو کہ یہ (گھنگھرو) شیطان ہے۔''

فقیہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں: ''جب کوئی منفعت یا مصلحت مدنظر ہو تو علماء نے چوپایوں کے گلوں میں گھنٹی باندھنے کی اجازت دی ہے۔ جن روایات میں اس کی ممانعت آئی ہے، یہ اس وقت ہے جب گھنٹی لھو ولعب کے طور پر باندھی جائے۔

Marfat.com

باب ۱۳۴

تعزیت کرنے اور پرسا دینے کا بیان

کسی مصیبت زدہ کو پرسا دینا بہتر ہے، یہ امر باعث اجر ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ: ''ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر یہ حق ہے کہ جب اسے کوئی مصیبت پہنچے تو اسے پرسا دیا جائے۔''

نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک صاحب آیا کرتے تھے۔ وہ چند دن نظر نہ آئے تو آپؐ نے اس کے بارے میں دریافت فرمایا لوگوں نے بتلایا کہ ان کا بیٹا فوت ہو گیا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا: ''چلو چل کر اس کی تعزیت کر آتے ہیں۔'' پس ہم نے جا کر ان صاحب کی تعزیت کی۔

مصیبت زدہ کو گھر یا مسجد میں تین دن کے لیے بیٹھنا جائز ہے (جسے ہماری پنجابی میں ستھر لگانا کہتے ہیں) تاکہ لوگ آکر اس کی تعزیت کر سکیں۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو حضرت زید بن حارثہؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت جعفرؓ کی شہادت کی جب خبر پہنچی تو آپؐ (ان کے غم میں) مسجد میں بیٹھ گئے۔ لوگ آکر آپؐ سے ان کی شہادت کی تعزیت کرتے رہے۔

البتہ گھر کے دروازے پر (ستھر لگا کر) بیٹھنا مکروہ ہے۔ (اور شاید گلی میں عامۃ الناس کا رستہ روک کر ستھر لگا کر بیٹھنا حرام ہو گا جیسا کہ آج کل کیا جاتا ہے کہ اس میں رستہ چلنے والوں کو اذیت دینا ہے) کیونکہ یہ جاہلیت کا عمل ہے اور نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

Marfat.com

باب ۱۳۴

گھڑ دوڑ کا بیان

گھوڑوں کی ریس لگوانا تا کہ یہ معلوم ہو کہ ان میں سے کون زیادہ سبک رفتار ہے، جائز ہے۔ البتہ اس میں شرط نہ بدی جائے۔ لیکن اگر شرط بدی گئی ہے تو اس دوڑ کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

۱۔ اگر تو یہ کہہ کر ریس لگوائی جائے کہ جس کا گھوڑا بھی جیت گیا اسے اتنی رقم ملے گی یہ ناجائز ہے کہ یہ جوا ہے۔

۲۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ اگر میرا گھوڑا جیت گیا تو مجھے اتنی رقم دی جائے گی۔ لیکن اگر تیرا گھوڑا جیت گیا تو تجھے کچھ نہ ملے گا۔ کہ یوں شرط لگوا کر گھوڑا دوڑانا جائز ہے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ اگر تو عوض صرف ایک جانب سے ہو تو شرط لگا کر گھڑ دوڑ جائز ہے اور اگر شرط دونوں جانب سے ہو تو ناجائز ہے۔ اور کوئی یہ چاہے کہ عوض بھی دونوں طرف سے ہو پر جائز بھی ہو تو وہ اپنے درمیان ایک محلل شرط کو داخل کر لیں اور یوں کہیں کہ: ''اگر تو میرا گھوڑا جیت گیا تو تم مجھے اتنا دو گے اور اگر تیرا گھوڑا جیت گیا تو میں تمہیں اتنا دوں گا۔ اور اگر یہ تیسرا گھوڑا جیت گیا تو اسے کوئی انعام نہ ملے گا۔ کہ ایسا کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ تیسرا گھوڑا طاقتور بھی ہو اور ان کے ساتھ بھی دوڑے۔ امام مالکؒ نے یحییٰ بن سعید بن مسیب سے یہی قول نقل کیا ہے۔

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ فرشتے تمہارے کھیلوں میں حاضر نہیں ہوتے سوائے دو کھیلوں کے۔ ایک تیراندازی میں اور دوسرے گھڑ دوڑ میں (کہ ان مقابلوں کو دیکھنے فرشتے بھی آتے ہیں)۔

زہری کہتے ہیں کہ عہد رسالت میں گھوڑوں اور اونٹوں کی دوڑ کے مقابلے ہوتے تھے اور آدمیوں میں بھی دوڑ کے مقابلے ہوتے تھے۔

جناب رسول اللہ ﷺ کی ایک عضباء نامی اونٹنی ہوتی تھی جس کے ساتھ کوئی مقابلہ نہ کرسکتا تھا۔ ایک دن ایک دیہاتی آیا اور اس کا اونٹ عضباء سے مقابلے میں آگے نکل گیا۔ اس بات سے مسلمانوں کو بے حد ناگواری ہوئی جسے نبی کریم ﷺ نے بھی محسوس فرمایا تو آپؐ نے فرمایا: ''دنیا میں جو چیز بھی سر اوپر اٹھاتی ہے رب تعالیٰ اس کو جھکا دیتے ہیں۔''

حضرت عروہ بن زبیر کہتے ہیں: ''ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے سیدہ صدیقہؓ کے ساتھ مقابلہ کیا تو وہ سبک بدن ہونے کی وجہ سے آگے نکل گئیں۔ پھر جب سیدہ صدیقہؓ ذرا اور بڑی عمر کو پہنچیں اور بدن میں فربہی آگئی تو نبی کریم ﷺ نے کسی موقعہ پر پھر مقابلہ کرکے انہیں ہرا دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! یہ اس دوڑ کا بدلہ ہے جو کبھی تم جیتی تھیں۔

فقیہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں: ''دوڑ کے مقابلے دراصل جہاد کی تیاری کے لیے ہوا کرتے تھے۔ اس لیے ان مقابلوں میں شجاعت و شہامت، قوت وطاقت، قتال کے لیے جرأت و پامردی اور نفس کی ریاضت ومجاہدہ کا اظہار کیا جاتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے ساتھ گھڑ دوڑ کا مقابلہ کیا جس میں آپؐ جیت گئے۔ دوسرے نمبر پر حضرت ابوبکرؓ آئے کہ ان کے گھوڑے کا سر نبی کریم ﷺ کے گھوڑے کی کوکھ تک تھا۔ جب کہ حضرت عمرؓ تیسرے نمبر پر آئے۔

Marfat.com

باب ۱۳۵

شادیوں وغیرہ پر عمدہ کھجوریں (یا مٹھائی وغیرہ) لٹانے کا بیان

جب کسی شادی بارات میں یا کسی امیر یا فوجی لشکر پر کوئی چیز بطور جشن کے بکھیری اور لٹائی جائے تو اس کے لینے میں دو مذاہب ہیں۔ بعض لوگ اس چیز کا اٹھا کر کھانا جائز سمجھتے ہیں جبکہ بعض کے نزدیک یہ ناجائز ہے۔ اور بعض نے یہ تقسیم کی ہے کہ شادیوں وغیرہ پر تو لٹائی جانے والی چیزیں لینے میں حرج نہیں البتہ امراء وحکام پر بکھیری جانے والی چیزیں لینا جائز نہیں۔

جو لوگ مطلق ان چیزوں کے لینے کو مکروہ سمجھتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے چھیننے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا: ''جس نے کوئی چیز لوٹی وہ ہم میں سے نہیں۔''

عبداللہ بن یزید خطمی فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دو باتوں سے منع فرمایا: ''مثلہ بنانے سے اور چھیننے سے۔''

حضرت ابن مسعودؓ کے بارے میں آتا ہے کہ: ''جب بچوں کے لیے کوئی چیز بکھیر (کربانٹ) جاتی تھی تو آپ اپنے بچوں کو دوسرے بچوں کے ساتھ شریک ہو کر اس چیز کو لوٹنے سے منع فرماتے تھے۔ اور انہیں ویسی ہی چیز خرید کر دے دیتے۔''

Marfat.com

جن کے نزدیک لٹائی چیز کو لینے میں کوئی حرج نہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ خود لٹانے والے نے اس چیز کے لوٹنے کو مباح کر دیا ہے۔

عبداللہ بن فرا کہتے ہیں کہ: ''نبی کریم ﷺ کے سامنے پانچ یا چھ قربانی کے اونٹ لائے گئے تو وہ اونٹ بڑھ بڑھ کر آگے ہونے لگے کہ قربان کرنے کا آغاز اس سے کیا جائے۔ آپؐ نے ان کو ذبح کیا۔ جب وہ پہلو کے بل گر گئے تو آپؐ نے منہ مبارک میں پست آواز کے ساتھ چند کلمات ارشاد فرمائے جو میں نہ سمجھ سکا۔ تو میں نے پہلو میں کھڑے ایک صاحب سے پوچھا۔ اس نے بتلایا کہ آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: ''جو چاہے (اس میں سے) کاٹ لے (اور گوشت لے لے) یعنی آپؐ نے سب کے لیے اس بات کو مباح کر دیا کہ ان قربانی شدہ اونٹوں کے بدن سے جو جتنا گوشت پارچہ لینا چاہے لے لے۔ گویا کہ آپ نے گوشت لوٹنے کو جائز قرار دے دیا۔

اور جن لوگوں نے شادیوں میں تو بکھیری چیز لوٹنے کو جائز جبکہ امراء اور حکام پر بکھیری چیز کو لینا ناجائز کہا ہے ان کی دلیل حضرت معاذ بن جبلؓ کی یہ روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: ''نبی کریم ﷺ انصار کے ایک جوان کی شادی پر تشریف لے گئے۔ اتنے میں بچیاں چند طشت اٹھا کر لائیں جن پر بادام اور عمدہ کھجوریں رکھی تھیں۔ لوگوں نے ان کے لینے سے اجتناب کیا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم لوٹتے کیوں نہیں؟'' لوگوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! آپ ہی نے تو اس بات سے روکا تھا۔'' تو آپ نے فرمایا: ''میں نے فوجیوں کے لوٹنے سے منع فرمایا تھا۔ البتہ شادیوں میں لٹائی چیز کے لینے میں کوئی حرج نہیں۔''

فقیہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں: ''یہی ہمارا قول ہے کہ اگر شادی یا ولیمہ میں لوٹ ہو یا کسی آدمی نے اونٹ وغیرہ ذبح کر کے اس کے گوشت کے لینے کو مباح کر دیا ہو یا کوئی سفر سے لوٹا ہو اور اس پر کوئی چیز بکھیری گئی ہو اس کے لینے اور لوٹنے میں کوئی حرج

Marfat.com

نہیں۔ البتہ امراء پر بکھیری گئی چیز کے لینے میں کراہت ہے کیونکہ ان پر کسی چیز کو لٹانا دراصل انہیں رشوت دینے کے مترادف ہے جیسے امراء کو ہدیے دینا مکروہ ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں بھی یہی مضمون آتا ہے۔ اورایک حدیث میں حکمرانوں کو ہدیے دینا غلول قرار دیا گیا۔ یہی حکم ان پر چیزوں کے لٹانے کا ہے اوران کی خوشنودی کی خاطر کسی جانور کے ذبح کرنے کا ہے۔ کہ اس گوشت کو لینا مکروہ ہے۔ سوائے قیدیوں کے کہ وہ لے سکتے ہیں۔

Marfat.com

باب ۱۳۶

ہدیے لینے اور اس کا بدلا دینے کا بیان

اگر تمہیں کوئی ہدیہ دے اور وہ ظالم اور مال حرام کا مالک نہ ہو تو اس کا ہدیہ لینا افضل اور اس کا بدلہ اس سے بہتر دینا یا کم از کم ویسا ہی دینا مناسب ہے۔ اور اگر تم کسی کے ہدیے کا مالی بدلا نہ دے سکو تو اس کے لیے دعا کر دو اور اس کی پیٹھ پیچھے اس کی تعریف کرو۔

ارشاد نبویؐ ہے: ''جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ خدا کا بھی شکر گزار نہیں۔''

ایک روایت میں ہے کہ: ''جو تمہیں ہدیہ دے تم اس کا بدلہ دو، اگر اس کا بدلا دینے کو تمہارے پاس کچھ نہ ہو تو اس کے لیے اتنی دعا کرو یہاں تک کہ تم یہ جان لو کہ تم نے اس کے ہدیے کا بدلہ دے دیا ہے۔''

ایک حدیث میں ہے کہ: ''دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرو اور ہدیہ واپس مت کرو۔''

ارشاد نبویؐ ہے: ''ہدیے عداوت کو ختم کر دیتے ہیں۔''

اور فرمایا: ''مصافحہ کیا کرو کہ یہ دل کا کینہ دور کرتا ہے، اور آپس میں ہدیے دیا کرو کہ اس سے آپس میں محبت ہوگی کیونکہ ہدیہ نفرت کو ختم کرتا ہے۔''

ارشاد نبویؐ ہے: ''خدا کا سب سے شکر گزار بندہ وہ ہے جو لوگوں کا سب سے زیادہ شکر ادا کرتا ہو اور جو تھوڑے کا شکر ادا نہیں کرتا وہ زیادہ کا بھی کرتا۔''

Marfat.com

اور فرمایا: ''جسے کوئی اچھا ہدیہ ملا وہ اس کا بدلہ دے اور اگر وہ بدلہ نہ دے سکے تو اس کی تعریف کرے اور جو ہدیہ دینے والے کی تعریف نہ کرے اس نے کفران نعمت کیا۔''

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''جسے کوئی ہدیہ ملا، اس وقت اس کے پاس چند لوگ بیٹھے ہوں تو وہ سب اس میں شریک ہیں۔''

فقیہ سمرقندیؒ کہتے ہیں: ''علماء نے اس حدیث کے معنی میں کلام کیا ہے بعض نے اس کے ظاہر کو لیا ہے کہ شرکائے مجلس اس ہدیے میں شریک ہوں گے۔''

لیکن فقیہ سمرقندی کہتے ہیں کہ یہ حدیث استحباب پر محمول ہے۔ کہ انہیں شریک کرنا مستحب اور مروت وکرم میں سے ہے۔

لیکن اگر وہ حاضرین مجلس کو شریک نہ کرے تو اس پر کوئی جبر نہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ امام ابو یوسف اپنے چند احباب کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک ہدیہ آیا۔ لوگوں نے یہ حدیث پڑھ کر سنا دی تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا یہ حدیث میووں کے بارے میں ہے۔''

میں نے ابو جعفر کو یہ بیان کرتے سنا ہے کہ ایک دفعہ ابو القاسم احمد بن احمد کے پاس ہدیہ آیا۔ شرکائے مجلس نے یہ حدیث سنائی تو فرمایا: حاضرین خوشی میں شریک ہیں نا کہ ہدیے میں پھر فرمایا کہ یہ حدیث اصحابؐ اور خانقاہوں میں رہنے والوں جیسے لوگوں کے بارے میں ہے۔ البتہ جو فقیہ ہو تو ہدیہ خاص اسی کا ہوتا ہے دوسرے اس میں شریک نہیں ہوتے۔ ہاں اگر کوئی محض سخاوت اور کرم کے طور پر انہیں شریک کرے تو دوسری بات ہے۔

Marfat.com

باب ۱۳۷

چھینکنے والے کو جواب دینے کا بیان

انس بن مالک کہتے ہیں کہ: ''دو آدمیوں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے چھینک لی۔ آپؐ نے ایک کو تو جواب دیا پر دوسرے کو نہ دیا۔'' جب اس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا: ''اس نے (جس کا میں نے جواب دیا ہے) الحمدللہ کہا تھا جبکہ اس (دوسرے) نے الحمدللہ نہیں کہا تھا۔''

چھینکنے والے کے لیے مستحب یہ ہے کہ چھینکے تو آہستہ آواز میں پر الحمد للہ بلند آواز میں کہے تا کہ لوگ سن لیں کیونکہ چھینک کا جواب تب ہی واجب ہوتا ہے جب لوگ چھینکنے والے کی الحمدللہ کو سنیں۔

حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو چھینکتے دیکھا تو فرمایا: ''اگر تو نے الحمدللہ کہا ہے تو (میری طرف سے یہ دعا) یرحمک اللہ (ہے)۔

ارشاد نبویؐ ہے: ''جسے تین دفعہ چھینک آئی اس کے دل میں ایمان پختہ ہوگیا۔''

ایک حدیث میں ہے کہ: ''اگر ایک شخص چھینکے تو اسے جواب دو، دوبارہ تو دوبارہ جواب دو اور اگر وہ دوبارہ چھینکے تو کہہ دو کہ ''تمہیں تو زکام ہے۔''

راوی کہتے ہیں کہ: ''میں نہیں جانتا کہ آپؐ نے تیسری چھینک پر جواب دینے سے روکا یا چوتھی چھینک پر۔''

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: ''تین چھینکوں کا تو جواب دو، اگر چوتھی بھی آئے

Marfat.com

تو چھینکنے والے کو زکام ہے۔"

شعبی کہتے ہیں کہ: "ایک دفعہ چھینک کا جواب دینا سجدہ کی طرح ہے جو آدمی ایک ادا کرتا ہے (یعنی جیسے کسی نے سجدہ تلاوت ایک دفعہ سنا تو ایک دفعہ سجدہ کرنا واجب ہوگیا) لیکن اگر وہ دوبارہ چھینکے تو جواب دینا واجب نہیں (جیسے کوئی وہی آیت سجدہ دوبارہ پڑھے تو دوبارہ سجدہ کرنا واجب نہیں ہوتا)۔

نبی کریم ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ: "آپؐ چھینک لیتے وقت سر مبارک جھکا لیا کرتے تھے چہرے اوڑھ لیتے تھے۔ اور آواز پست رکھتے تھے۔

فقیہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں: "اگر کسی نے چھینک لی اور دوسرے نے الحمد للہ کہہ دیا تو یہ بہتر ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے کہ: "جس نے چھینکنے والے سے پہلے الحمد للہ کہہ دیا وہ داڑھ (یا پیٹ) کے درد، کان (یا گلے) کے درد اور بدہضمی سے محفوظ رہے گا۔

Marfat.com

باب ۱۳۸

لوگوں کی خاطر مدارات کرنے کا بیان

لوگوں سے نرمی سے پیش آنا اور جھگڑا ترک کرنا اور قدرت کے باوجود نہ لڑنا مستحب ہے۔

ارشاد نبویؐ ہے: ''میرے پروردگار نے بتوں کی پرستش سے منع کرنے کے بعد مجھے سب سے پہلے میخواری اور لوگوں کے ساتھ لڑنے سے منع فرمایا۔''

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنا صدقہ ہے۔''

ایک حدیث میں ہے کہ: ''ایمان کے بعد عقل کی جڑ لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنا ہے۔''

کسی حکیم کا قول ہے کہ جو اپنے والدین کی نافرمانی کرتا ہے وہ اپنی اولاد میں خوشی (یعنی اطاعت) نہ دیکھے گا اور جو اپنے کاموں میں مشورہ نہیں کرتا وہ اپنے کام نہیں نکال پاتا اور جو اپنے گھر والوں کے ساتھ نرمی نہیں کرتا اس کی زندگی کی لذت ختم ہوجاتی ہے۔ گھر داخل ہوتے وقت گھر والوں کو سلام کرنا مستحب ہے۔ اور جب تک سیدھا بیٹھ نہ جائے بات نہ کرے۔ اور جب بات کرے تو نرمی سے کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے بہتر ہے۔'' اور خدا نے بھی تو حکم دیا ہے۔

وعاشروهن بالمعروف. (النساء ۱۹)

Marfat.com

سفیان ثوری کہتے ہیں: ”جب تیری بیوی غصہ میں ہو اور تیرے ساتھ نادانی کرے تو تو اپنی ہتھیلی کو اس کی دونوں ہتھیلیوں کو اس کی دونوں ہتھیلیوں میں مار کر کہو۔ ”اے خبیث شیطان اس پاک بدن سے نکل“ تو اللہ کے حکم سے اس کے بدن سے شیطان نکل جائے گا۔

عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ تیز قسم کے لوگ کٹ کھنے کتوں کی طرح ہیں، تین لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی اور تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔ وہ تین قسم کے لوگ جو کٹ کھنے کتوں جیسے ہیں یہ ہیں:

ا۔ وہ امیر جس کے ساتھ تم نیکی کرو تو اس کی قدردانی نہ کرے اور اگر تم سے کوئی غلطی ہو جائے تو معاف نہ کرے۔

۲۔ وہ پڑوسی جو تیری اچھی بات دیکھ کر اس کا کسی سے تذکرہ تک نہ کرے اور تیری کسی برائی کو چھپائے نہیں۔

۳۔ وہ بیوی جس کو دیکھ کر تیری نگاہیں ٹھنڈی نہ ہوں۔ اور تیرا دل اپنی غیر موجودگی میں اس پر مطمئن نہ ہو۔

اور جن تین کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں وہ یہ ہیں:

ا۔ اپنے ذی رحم محرم رشتہ دار پر بددعا کرنے والا۔

۲۔ وہ آدمی جو وعدہ کر کے وقت پر قرض ادا نہ کرے۔

۳۔ وہ خاوند جو اپنی بیوی کو دیکھ کر کہے: ”اے اللہ! مجھے اس سے راحت (یعنی نجات) دے۔“ کہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ”اس کا امر تیرے ہاتھ میں ہے چاہے تو طلاق دے دیں اور چاہے تو پاس رکھ۔“

اور جو تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے یہ ہیں:

ا۔ والدین کا نافرمان

Marfat.com

۲۔شراب کا عادی

۳۔اور احسان کر کے جتلانے والا

Marfat.com

باب ۱۳۹

امثال کا بیان

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: ''نبی کریم ﷺ نے ایسی جو بات بھی ارشاد فرمائی جو آپؐ سے پہلے کسی نے نہ کہی تھی وہ لوگوں میں مثال بن گئی۔ جیسے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد:

''مومن ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں کاٹا جاتا۔''

اور ''آدمی پر جو مصیبت آتی ہے وہ اس کے ہاتھ کی کمائی ہوتی ہے۔''

اور ''طاقتور وہ ہے جو اپنے غصہ پر قابو رکھے۔''

اور ''اب جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔''

اور ''خبر آنکھوں دیکھی بات جیسی نہیں۔''

اور ''موجود وہ دیکھتا ہے جو غیر موجود نہیں دیکھتا۔''

اور ''قوم کو پلانے والا سب سے آخر میں پیتا ہے۔''

اور ''جنگ دھوکا ہے۔''

اور ''اگر ایک پہاڑ دوسرے پر سرکشی کرے تو خدا اس کو ریزہ ریزہ کر دے۔''

اور ''پہلے خود پر خرچ کر پھر ان پر جن کی کفالت تیرے ذمے ہے۔''

اور ''مصیبتیں باتوں کی مرہون منت ہیں۔''

اور ''مومن مومن کا آئینہ ہے۔''

Marfat.com

اور ''لوگ کنگھی کے دندانوں کی طرح ہیں۔''

اور ''غنا تو دل کا غنا ہے۔''

اور ''شر کو (اور جھگڑے کو) ترک کرنا بھی صدقہ ہے۔''

اور ''قوم کا سردار ان کا خادم ہوتا ہے۔''

اور ''بعض شعر حکمت اور بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔''

اور ''مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔''

اور ''تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر مہربانی کرے گا۔''

اور ''جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہوتا ہے۔''

اور ''بھیدوں کو چھپانے کے ذریعے اپنی ضرورتیں پوری کرو۔''

اور ''جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔''

فقیہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں: ''کسی حکیم کا قول ہے جو اپنے عیبوں پر نظر رکھے گا، اسے دوسروں کے عیب نظر نہیں آئیں گے۔ جو تقویٰ کا لباس اتار دے گا، اسے کوئی لباس ڈھانک نہ سکے گا۔ جو خدا کے دیئے رزق پر راضی رہے گا وہ دوسرے کے ہاتھ میں موجود مال پر غم زدہ نہ ہوگا۔'' جو اپنے بھائی کے لیے گڑھا کھودے گا خود اس میں گرے گا۔ جو دوسروں کا پردہ پھاڑے گا، خدا اس کا پردہ چاک کرے گا۔ جو اپنی لغزش بھولے گا وہ دوسرے کی لغزش کو بڑا جانے گا۔

جو مصیبتیں اٹھائے گا تھک جائے گا۔

جو عقل سے کام نہ لے گا ٹھوکر کھائے گا۔

جو تکبر کرے گا ذلیل ہوگا۔

جو دیکھ کر نہ چلے گا ندامت اٹھائے گا۔

جو خدا سے ڈرے گا کامیاب ہوگا۔

Marfat.com

جو تجربات سے فائدہ نہیں اٹھاتا وہ دھوکہ کھائے گا۔

جو اہل حق سے جھگڑے گا شکست کھائے گا۔

جو ہمت سے بڑھ کر کام کرے گا عاجز آجائے گا۔

جو جہالت سے کام لے گا عدل کا دامن چھوڑ بیٹھے گا۔

کہتے ہیں کہ مسلمان کے گھر کا کرایہ اس کا جزیہ، اس کا قرض ادا کرنا اس کی گردن کی آزادی، اس کا مقروض ہونا اس کی گردن کا غلام ہونا، اس کی بیوی کا بداخلاق ہونا اس کا عذاب ہے۔

کسی حکیم کا قول ہے: ''بھائیوں دوستوں سے ملنا عقل کو جلا بخشتا ہے۔''

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''وہ مومن جو قرآن کی تلاوت کرتا ہو، اس کی مثال ترنج کی سی ہے کہ خوشبو بھی عمدہ اور ذائقہ بھی عمدہ۔ اور جو مومن قرآن کی تلاوت نہیں کرتا اس کی مثال کھجور کی سی ہے کہ ذائقہ عمدہ اور خوشبو کوئی نہیں۔ اور جو فاجر قرآن پڑھتا ہو اس کی مثال پھول کی سی ہے کہ خوشبو عمدہ اور ذائقہ کڑوا، اور جو فاجر قرآن کی تلاوت نہیں کرتا اس کی مثال حنظل کے پھل کی سی ہے کہ ذائقہ کڑوا اور خوشبو کوئی نہیں۔''

Marfat.com

باب ۱۴۰

تعمیر کے بیان میں

بعض لوگوں نے تعمیر میں مال خرچ کرنے کو مکروہ سمجھا ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے ''خدا جب کسی بندے کے ساتھ ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے مال کو اینٹوں میں (یعنی تعمیر میں) لگوا دیتا ہے۔''

اور ایک روایت میں ہے: ''جس نے ضرورت سے زیادہ اونچی عمارت بنائی وہ روز قیامت اس کو اپنی گردن پر اٹھائے آئے گا۔''

ایک شخص نے حسن بصریؒ سے عرض کیا کہ: ''میں نے ایک گھر بنایا ہے۔ ذرا تشریف لا کر میرے لیے برکت کی دعا تو کر دیجیے! حسن بصری اپنے ساتھیوں کے ساتھ اٹھ کر وہاں چلے گئے۔ جا کر گھر دیکھا تو یہ کہا: ''تو نے اپنا گھر بے آباد اور دوسرے کا گھر آباد کر دیا۔ زمین والوں نے تجھے دھوکہ دیا اور آسمان والا تجھ پر ناراض ہوا۔

بعض علماء کا کہنا ہے کہ: ''تعمیر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تتخذون من سھولھا قصورا وتنحون الجبال بیوتا فاذکروا آلاء اللہ. (الاعراف ۷۴)۔

''کہ نرم زمین سے (مٹی لے لے کر) محل تعمیر کرتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے ہو پس خدا کی نعمتوں کو یاد کرو۔''

Marfat.com

اس آیت میں رب تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ محل بنانا اللہ کی نعمت ہے۔

کہتے ہیں کہ ابن سیرینؒ نے بہت سارا مال خرچ کر کے ایک گھر بنایا لوگوں نے آپ سے اس بات کا ذکر کیا تو کہنے لگے۔ اگر ایک آدمی اپنے مال سے اپنے لیے کوئی مفید چیز بناتا ہے تو اس میں میرے نزدیک کوئی حرج نہیں۔

ارشاد نبویؐ ہے: ''رب تعالیٰ جب بندے کو نعمتوں سے نوازتا ہے تو اسے یہ بات پسند ہوتی ہے کہ اس پر اپنی ان نعمتوں کا اثر دیکھے۔''

فقیہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں: ''افضل تو یہی ہے کہ آدمی آخرت کے امور میں اپنا مال خرچ کرے۔ البتہ اگر آدمی تین باتوں سے بچتے ہوئے اپنے گھر اور کپڑوں وغیرہ میں مال خرچ کرے تو یہ حرام نہیں۔

۱۔ وہ مال حرام کمائی سے نہ ہو۔

۲۔ کسی مسلمان ذمی پر ظلم نہ ڈھائے۔

۳۔ رب تعالیٰ کا کوئی فریضہ ضائع نہ کرے۔

Marfat.com

باب ۱۴۱

اہل کفر کے ساتھ معاملات کا بیان

ذمیوں کے ساتھ کوئی معاملہ کرنا ناجائز نہیں۔ جبکہ ضروری ہو۔ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرنے میں اور اسے توحید کی تلقین کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ایک یہودی کی عیادت بھی کی اور اسے کلمہ توحید کی تلقین بھی کی۔ چنانچہ وہ مرنے سے پہلے اسلام لے آیا تو آپؐ فرط مسرت سے اس کے گھر سے یہ کہتے ہوئے نکلے سب تعریفیں اس اللہ کی ہیں جس نے میرے ذریعے ایک جان کو جہنم کی آگ سے آزاد کر دیا۔"

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جان کنی میں مبتلا ایک عیسائی کی عیادت کرنے تشریف لے گئے۔ آپؐ نے اسے توبہ کرنے کو کہا، اس کی زبان تو حرکت میں نہ آسکی البتہ اس نے آنکھوں سے اشارہ کیا۔ جس پر نبی کریم ﷺ مسکرانے لگے جب آپؐ سے مسکرانے کی وجہ دریافت کی گئی تو آپؐ نے فرمایا: "جب اس نے اپنی آنکھوں سے اشارہ کیا تو رب تعالیٰ نے فرمایا اے میرے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس کا اشاروں سے تسلیم کیا ایمان قبول کر لیا اور میں اس کا ایمان ضائع نہ کروں گا۔"

اگر کوئی ذمی قرابت داری ہو تو اسے ہدیہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے ایک کافر ماموں کو مکہ میں ایک باندی ہدیہ بھیجی تھی۔

Marfat.com

میمون بن مہران کہتے ہیں: کچھ لوگ ہیں جن کو میں اللہ کے لیے محبوب رکھتا ہوں اور خود بھی ان سے محبت کرتا ہوں، یہ مومن ہے جو مجھے نفع دیتا ہے۔

اور کسی سے میں اللہ کے لیے بغض رکھتا ہوں اور مجھے خود بھی اس سے بغض ہوتا ہے، یہ کافر ہے جو مجھے ستاتا ہے۔ اور کوئی ایسا ہوتا ہے جس سے مجھے اللہ کیلیے بغض ہوتا ہے پر میں اس سے اپنے لیے محبت کرتا ہوں، یہ وہ کافر ہے جو مجھے نفع دیتا ہے۔ کہ مجھے اس کے کفر کی وجہ سے تو اسے نفرت ہوتی ہے۔ پر اس کی منفعت کی وجہ سے وہ مجھے محبوب ہوتا ہے۔

Marfat.com

باب ۱۴۲

ناشتہ کے بابرکت ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ناشتہ میں تین برکتیں ہیں:

۱۔ سانس مہکاتا ہے

۲۔ پت مارتا ہے

۳۔ مروت میں اضافہ کرتا ہے

پوچھا گیا کہ مروت میں کیونکر اضافہ کرتا ہے؟ فرمایا کہ جب میں گھر سے ناشتہ کر کے نکلتا ہوں تو پھر کسی دوسرے کے کھانے کی نفس میں طلب نہیں ہوتی۔

کہتے ہیں کہ ندامتیں چار قسم کی ہیں دن بھر کی، سال بھر کی، عمر بھر اور ہمیشہ ہمیشہ کی ندامت۔

دن بھر کی ندامت تو یہ ہے کہ آدمی گھر سے ناشتہ کیے بغیر نکلے، پھر کوئی ایسا عذر پیش آیا کہ گھر نہ جاسکا تو دن بھر بھوکا اور نادم رہے گا۔

اور سال بھر کی ندامت یہ ہے کہ آدمی وقت پر کھیتی نہ کرے پھر سال بھر زمین بے کار پڑی رہے۔

عمر بھر کی ندامت یہ ہے کہ: ''آدمی کفر کا ارتکاب کر کے آخرت برباد کرلے اور پھر ہمیشہ کے لیے نادم ہو۔

حضرت علیؓ کا قول ہے:

Marfat.com

جو بقاء چاہے، اسے چاہیے کہ ناشتہ جلدی، چادر ہلکی رکھے اور عورتوں سے صحبت کم کرے۔ پوچھا گیا کہ چادر ہلکی رکھنے کا مطلب کیا ہے؟ فرمایا: قرض کم لے۔

Marfat.com

باب ۱۴۳

حکماء کا کلام

یزید رقاشی کہتے ہیں: پانچ باتیں پانچ کو زیب نہیں دیتیں۔

۱۔ حاکموں کو جھوٹ

۲۔ عبادت گزاروں کو لالچ

۳۔ قرابتداروں سے مذاق اور حماقت

۴۔ مالداروں سے بخل

۵۔ فقراء سے دست درازی

فقیہ سمرقندیؒ کہتے ہیں کہ: ''یہ باتیں کسی سے بھی اچھی نہیں لگتیں لیکن ان لوگوں سے زیادہ بری لگتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ دس باتیں دس سے اچھی نہیں لگتیں:

۱۔ بادشاہ سے تیزی

۲۔ مالداروں سے بخل

۳۔ علماء سے طمع

۴۔ فقراء سے حرص

۵۔ شرفاء سے بے حیائی

۶۔ زاہدوں کا دنیاداروں کے دروازوں پر جانا

۷۔ بوڑھوں سے شوخی اور چنچل پن

Marfat.com

۸۔ عبادت گزاروں سے جہل

۹۔ مجاہدوں سے بزدلی

۱۰۔ عورتوں کا مردوں کی اور مردوں کا عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا۔

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ:

جہالت مذموم اور ملعون ہے اس میں چھ بری خصلتیں ہیں:

(۱) کفران

(۲) خسران

(۳) چڑ تاوان

(۴) ملامت

(۵) ندامت اور

(۶) لوگوں سے کٹنا

کہتے ہیں کہ چار چیزوں کی زیادتی تر آدمی کو ہلاکت میں ڈال دیتی ہے:

(۱) عورتوں سے محبت

(۲) شکار

(۳) جوا اور

(۴) شراب

کسی حکیم کا قول ہے جو گمراہ کی صحبت میں رہے گا اس کا دین برباد ہو جاتا ہے۔

جو فاسق کی تعریف کرتا ہے اس کے چہرے کی رونق اڑ جاتی ہے۔

جو غیر کے مال کا لالچ کرتا ہے اس کے اپنے مال کی برکت ختم ہو جاتی ہے۔

اور جو کسی مالدار کی اس کے مال کی وجہ سے تعظیم کرتا ہے اس کے دین کا دو تہائی حصہ برباد ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

کسی حکیم کا قول ہے ہنسی مذاق سے بچو اس میں سات بری عادتیں ہیں:

۱۔ تقویٰ ختم ہو جاتا ہے

۲۔ رعب جاتا رہتا ہے

۳۔ دل سخت ہو جاتا ہے

۴۔ جلساء کی خیانت ہوتی ہے

۵۔ دوستی ختم ہو جاتی ہے اور عداوت پیدا ہو جاتی ہے۔

۶۔ سمجھدار لوگ اسے برا سمجھتے ہیں اور بے وقوف اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔

۷۔ اور جو اس کی پیروی کرتا ہے اس کا گناہ بھی اس کے سر ہوتا ہے۔

ایک قول ہیں کہ:

دس چیزیں بے حد برباد ہوتی ہیں:

۱۔ وہ عالم جس سے کوئی مسئلہ نہ پوچھا جائے

۲۔ وہ علم جس پر عمل نہ کیا جائے

۳۔ درست رائے جسے قبول نہ کیا جائے

۴۔ ایسے کے گھر میں اسلحہ جو اسے استعمال نہ کرتا ہو

۵۔ ان لوگوں کی مسجد جو اس میں نماز نہ پڑھتے ہوں۔

۶۔ وہ قرآن جسے اس کے گھر والے پڑھتے نہ ہوں۔

۷۔ بخیل کے ہاتھ میں مال

۸۔ ایسے آدمی کی سواری جو اس پر سوار نہ ہوتا ہو۔

۹۔ دنیا دار کے پاس زہد وقناعت کا علم۔

۱۰۔ وہ لمبی عمر جس میں آخرت کا توشہ اکٹھا نہ کیا جائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا:

Marfat.com

''دین کے ساتھ تھوڑی دنیا پر راضی ہو جاؤ جیسے دنیا دار دنیا کے ساتھ تھوڑے دین پر راضی ہو جاتے ہیں۔''

Marfat.com

باب ۱۴۴

کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا بیان

بعض لوگوں نے اس کی رخصت دی ہے۔ جبکہ بعض لوگوں نے بنا عذر کے اسے مکروہ کہا ہے۔

رخصت کے قائلین کہتے ہیں کہ ایک روایت میں ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک قوم کی کوڑی کے پاس آئے تو کھڑے ہو کر پیشاب کیا پھر وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا اور جن کے نزدیک ایسا کرنا مکروہ ہے وہ کہتے ہیں کہ سیدہ صدیقہؓ روایت کرتی ہے کہ: ''جب سے آپؐ پر قرآن نازل ہونا شروع ہوا کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا۔ اور جو تجھے اس بات کی خبر دے کہ آپؐ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا اس نے جھوٹ کہا۔''

حضرت عمرؓ کہتے ہیں: ''اسلام قبول کرنے کے بعد کبھی میں نے کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا۔''

ارشاد نبویؐ ہے: ''چار باتیں جفا میں سے ہیں:

۱۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا

۲۔ نماز ختم کرنے سے پہلے (نماز میں ہی) ہاتھ صاف کرنا۔

۳۔ اذان سن کر اذان کے کلمات کا جواب نہ دینا۔

۴۔ یہ کہ کسی کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔''

وہ گئی کوڑی پر کھڑے ہو کر پیشاب کرنے والی روایت تو اس میں اس بات کا

Marfat.com

احتمال ہے کہ وہ کسی عذر کی بنا پر ہو۔ یا شاید اس جگہ کوئی گندگی پڑی ہو جس سے بیٹھنے کے مناسب جگہ نہ ہو۔

اس لیے اخبار مشہورہ کو لینا جن میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی ممانعت آتی ہے، اولیٰ ہیں۔

کہتے ہیں کہ: ''کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ اور حرام ہے کیونکہ یہ مشرکین کے مشابہ ہے اور مومنوں پر مشرکوں کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے۔'' کیونکہ حدیث میں ہے۔ ''جس نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں سے ہے۔''

Marfat.com

باب ۱۴۵

جانوروں کو خصی کرنے کا بیان

بعض علماء نے سب جانوروں کو خصی کرنا مکروہ لکھا ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے: ''اسلام میں (جانوروں کو اور خود کو) خصی بنانا نہیں ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولا مرنهم فليغيرن خلق الله. (النساء :۱۱۹)

''اور میں انہیں حکم دوں گا کہ وہ خدا کی تخلیق کو بدلیں۔''

بعض علماء نے اس کی تفسیر خصی کرنے سے کی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اونٹ ، گائے اور گھوڑوں کو خصی بنانے سے منع فرمایا۔

حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ مونث مذکر کے بغیر ٹھیک نہیں رہ سکتے۔ کہ خدا نے ان دونوں کو نسل چلانے کے لیے پیدا کیا ہے جبکہ خصی بنانے میں گویا کہ نسل ختم کرنا ہے۔

بعض کے نزدیک سوائے گھوڑوں کے سب جانوروں کو خص بنانا جائز ہے۔ کہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ گھوڑوں کے خصی کرنے کو منع کرتے تھے۔ جبکہ بعض نے سوائے انسان کے سب جانوروں کے خصی کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس میں انسانوں کی منفعت ہے اور انسان جانوروں کے خصی کرنے کے محتاج ہوتے

Marfat.com

ہیں جیسے ان کے گوشت کی حاجت کی وجہ سے ان کو ذبح کرنا جائز ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ: ''نبی کریم ﷺ نے دو خصی مینڈھوں کو ذبح کیا۔ اگر جانوروں کو خصی کرنا جائز نہ ہوتا تو نبی کریم ﷺ قربانی کے لیے خصی مینڈھوں کا انتخاب نہ فرماتے۔ آپؐ کا انہیں قربانی کے لیے منتخب کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ خصی بکروں مینڈھوں کا گوشت زیادہ لذیذ اور چربیلا ہوتا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ جانوروں کا خصی کرنا جائز ہے۔''

اور جس حدیث میں آتا ہے کہ: ''اسلام میں خصی کرنا نہیں ہے۔'' اکثر اہل علم کے نزدیک اس سے انسانوں کا خصی کرنا مراد ہے۔

اور بعض نے یہ تفسیر کی ہے کہ انسان کا خود کو اپنے ہاتھوں خصی کرنا جائز نہیں۔

اگر کوئی یہ کہے کہ انسانوں کا خصی کرنا بھی منفعت کے لیے جائز ہے؟ تو اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ انہیں خصی بنانے میں کوئی منفعت نہیں کیونکہ مرد کی طرح انہیں بھی عورتوں کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا ناجائز ہے۔

جانوروں کو داغ لگانے کو بعض نے مکروہ بتلایا ہے کہ اس میں انہیں بے فائدہ عذاب دینا ہے۔ اور بعض نے اسے جائز قرار دیا ہے جبکہ اس میں فائدہ ہو اور ان کو نشانی لگانی مقصود ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قربانی کے اونٹ کے کوہان کے ایک پہلو میں شعار کیا۔ (شعار نیزہ مار کر خون نکالنے کو کہتے ہیں) اور ایسا آپؐ نے نشانی کی غرض سے کیا، اسی طرح داغنا بھی ہے۔

البتہ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے جانور کے منہ کے داغنے سے منع فرمایا۔

Marfat.com

باب ۱۴٦

عشاء کے بعد باتیں کرنا

بعض علماء نے اسے جائز اور بعض نے مکروہ کہا ہے مکروہ کہنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عشا سے پہلے سونے سے اور عشاء کے بعد باتیں کرنے سے منع فرمایا۔

حضرت عمرؓ عشاء کے بعد کسی کو باتیں کرنے کے لیے نہیں چھوڑتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ جاؤ اپنے گھروں کو جاؤ کیا معلوم کہ خدا تہجد کی توفیق دے دیں۔ جو لوگ اسے جائز کہتے ہیں ان کی دلیل حضرت ابن مسعودؓ کی یہ حدیث ہے کہ کبھی کبھی نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکرؓ کے گھر میں مسلمانوں کے کسی اہم مسئلہ پر گفتگو کرنے عشاء کے بعد بھی چلے جایا کرتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دونوں حضرات ثریا ستارے کے طلوع ہونے تک باتیں کرتے رہتے تھے۔

فقیہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں: عشاءِ کے بعد باتیں کرنا تین قسم کا ہے:

۱۔ کوئی علمی مذاکرہ ہو، یہ سونے سے افضل ہے۔

۲۔ پہلوں کے قصے بیان ہوں اور جھوٹی واہی تباہی ایران طوران کی باتیں اور ٹھٹھے مخول ہوں یہ مکروہ ہے کہ سونا اس سے بہتر ہے۔

۳۔ باہم غم خواری اور محبت کی باتیں ہوں جن میں جھوٹ اور باطل کی آمیزش نہ ہو، اس میں کوئی حرج نہیں۔

Marfat.com

البتہ ان سے بھی گریز کرنا افضل ہے کہ اس کی ممانعت آ گئی ہے۔ مناسب ہے کہ ان باتوں کی بجائے آدمی ذکر و تسبیح اور توبہ و استغفار کرے۔

سیدہ صدیقہؓ فرماتی ہیں: ''عشاء کے بعد باتیں یا تو مسافر کرتا ہے یا غازی، یعنی مسافر کو سفر قطع کرنے کے لیے باتیں کرنا ضروری ہوتا ہے تا کہ وہ نیند بھگا سکے۔ اور غازی جب باتیں کرے گا پھر نماز ادا کرے گا تو اس کی نیند نماز پر ختم ہوگی اور اس کی رات کی باتیں اطاعت پر جا ختم ہوں گی۔

Marfat.com

باب ۱۴۷

قرآن کریم کی سورتوں کی تعداد

حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک قرآن کی سورتیں ایک سو بارہ ہیں۔ کیونکہ وہ معوذتین (سورہ فلق اور سورہ ناس) کو قرآن میں سے شمار نہ کرتے تھے۔ اسی لیے انہوں نے اپنے صحیفے میں ان دونوں سورتوں کو نہ لکھ رکھا تھا اور فرماتے تھے یہ رب العالمین کا کلام ہے جو آسمان سے اترا ہے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ ان کے ذریعے دم کیا کرتے تھے۔ اسی بنا پر حضرت ابن مسعودؓ پر یہ بات مشتبہ ہوگئی کہ یہ قرآن میں سے ہیں یا نہیں۔

مجاہد نے قرآن کی سورتوں کی تعداد ایک سو تیرہ بتلائی ہے کیونکہ وہ سورہ انفال اور سورہ توبہ کو ایک سورت شمار کرتے تھے

ابی بن کعبؓ ایک سو سولہ سورتیں بتلاتے تھے۔ کیونکہ وہ "اللهم انا نستعينك" سے "من يكفرك" تک کے قنوت کو ایک سورت اور "اللهم اياك نعبد" سے لے کر "بالكفار ملحق" تک کے قنوت کو دوسری سورت باور کرتے تھے۔ زید بن ثابت نے سورتوں کی تعداد ایک سو چودہ بتلائی ہے۔ ہی اکثر صحابہ کا قول ہے اسی طرح مصحف عثمانی تھا۔ اور اس طرح تمام بلاد اسلام کے قرآنی صحیفے ہیں۔ اور اس قول کو لینا اور اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

Marfat.com

باب ۱۴۸

آیات قرآنیہ کی تعداد

اس بابت علماء میں اختلاف ہے۔ مختار قول جو کوفیوں کا ہے وہ حضرت علیؓ کی طرف منسوب ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کی آیات کی تعداد ۶۲۳۶ (چھ ہزار دو سو چھتیس) ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ کے بقول یہ تعداد	۶۲۱۸
حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک	۶۲۱۶
اسماعیل بن جعفر مدنی	۶۲۱۴
مکیوں کے نزدیک ان کی تعداد	۶۲۱۲
بصریوں کے نزدیک	۶۱۹۹
اہل شام کے نزدیک	۶۲۵۰
عام علماء کے نزدیک	۶۶۶۶

قرآن کریم کے الفاظ کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے:

حمید اعرج کے نزدیک	۷۶۴۳۰
مجاہد کے نزدیک	۷۷۲۵۰
ابراہیم تیمی کے نزدیک	۷۷۴۳۹
عطاء بن یسار کے نزدیک	۷۷۴۳۹

Marfat.com

عبدالعزیز بن عبداللہ کے نزدیک ۳۶،۹۴۲ء

ان کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

Marfat.com

باب ۱۴۹

قرآن کریم کے حروف کی تعداد

اس کی تفصیل یہ ہے:

حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک	۳۲۲۶۷۰
ابن عباسؓ کے نزدیک	۳۲۳۶۷۱
مجاہد کے نزدیک	۳۲۱۶۷۱
ابراہیم تیمی کے نزدیک	۲۲۳۰۱۵
عبدالعزیز بن عبداللہ کے نزدیک	۳۲۱۲۰۰

حروف تہجی کی تفصیل یہ ہے:

قرآن کریم میں الف کی تعداد	۴۸۸۷۲
با کی تعداد	۱۱۴۲۸
تا کی تعداد	۱۰۱۹۹
ثا کی تعداد	۲۰۲۷۶
جیم کی تعداد	۳۲۹۳
حا کی تعداد	۳۹۹۳
خا کی تعداد	۲۴۱۶
دال کی تعداد	۵۶۷۲
ذال کی تعداد	۴۶۹۷

Marfat.com

را کی تعداد	۱۱۷۹۳
زا کی تعداد	۱۵۹۰
سین کی تعداد	۵۸۹۱
شین کی تعداد	۲۲۵۳
صاد کی تعداد	۲۰۱۳
ضاد کی تعداد	۱۶۱۷
طا کی تعداد	۱۴۷۰
ظا کی تعداد	۸۴۲
عین کی تعداد	۹۲۲۰
غین کی تعداد	۲۲۱۸
فا کی تعداد	۸۴۹۹
قاف کی تعداد	۶۸۱۳
کاف کی تعداد	۹۵۰۰
لام کی تعداد	۳۰۴۳۲
میم کی تعداد	۲۶۱۳۵
نون کی تعداد	۲۶۵۶۰
واو کی تعداد	۲۵۵۳۶
ھاء کی تعداد	۱۰۰۷۰
لام الف کی تعداد	۴۷۲۰
یا کی تعداد	۲۵۹۱۹

بہرحال قراء اور مفسرین کا ان حروف کی تعداد میں اختلاف بہت زیادہ ہے۔

Marfat.com

باب ۱۵۰

قرآن کریم کے ثلث، ربع اور نصفوں کا بیان

حمید اعرج نے جب قرآن کریم کے حروف گنے تو ان کو یوں پایا:

قرآن کا نصف: یہ سورہ کہف کی اس آیت پر ہوتا ہے:

قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا. (كهف ٦٧)

جبکہ اس کے بعد والی آیت:

وَ كَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا (كهف: ٦٨)

اگلے نصف میں داخل ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ نصف لفظ "تسطیع" پر ہوتا ہے۔ اس کے بعد کے الفاظ اگلے نصف میں داخل ہیں۔ بعض متقدمین کا قول ہے کہ نصف لفظ "ولیتلطف" پر ہوتا ہے کہ درمیانی لام پہلے نصف میں جبکہ طا اور فا دوسرے نصف میں داخل ہیں۔

اور بعض نے "فھل نجعل لك فرجا" (الکہف: ۹۴) پر پہلا نصف بتلایا ہے۔

اور قراء کی ایک جماعت کا قول ہے کہ پہلا نصف "لقد جئت شیئا نکرا" (الکہف ۷۴) پر ہے جبکہ عامۃ العلماء کے نزدیک پہلا نصف سورہ کہف کے آخر پر ہوتا ہے۔

پہلا ثلث: بعض کے نزدیک قرآن کا پہلا ثلث سورہ توبہ کی اس آیت پر ہوتا

Marfat.com

ہے:

وَقَعَدَ الَّذِیْنَ کَذَبُوا اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ سَیُصِیبُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا. (التوبۃ ۹۰)

دوسرا ثلث: اور دوسرا ثلث سورہ عنکبوت کی اس آیت پر ہوتا ہے:

وَ لَا تُجَادِلُوْا اَھْلَ الْکِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ (العنکبوت ۴۶)

تیسرا ثلث: اور تیسرا ثلث اس آیت سے لے کر آخر قرآن تک ہے۔ جبکہ عام علماء کے نزدیک پہلا ثلث اس آیت پر ہے:

وَ طَبَعَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ فَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ○. (التوبۃ ۹۳)

دوسرا ثلث: "وما یعقلھا الا العالمون"۔ (العنکبوت ۴۳) پر ہوتا ہے۔

جب کہ تیسرا ثلث آخر قرآن تک ہے۔

پہلا ربع: بعض کے نزدیک قرآن کریم کا پہلا ربع سورہ اعراف کی آیت نمبر ۳ کے ختم پر ہے۔

دوسرا ربع: دوسرا ربع قرآن کریم کے نصف کی جگہ پر ہے (جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے)

تیسرا ربع: تیسرا ربع سورۂ صافات کی اس آیت پر ہے،

فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنَاھُمْ اِلٰی حِیْنٍ. (الصافات ۱۴۸)

چوتھا ربع: اس آیت کے بعد سے لے کر ختم قرآن تک ہے۔

جبکہ عامۃ العلماء کے نزدیک:

پہلا ربع سورہ انعام کا آخر

دوسرا ربع سورہ کہف کا آخر

تیسرا ربع سورہ صافات کا آخر

اور چوتھا ربع آخر قرآن تک ہے۔

Marfat.com

باب ۱۵۱

اساتذہ کی فضیلت

زید بن اسلم نے بعض صحابہ سے نقل کیا ہے کہ: ''پیغمبروں اور شہیدوں کے بعد خدا کے سب سے محبوب بندے معلّمین ہیں۔ اور مساجد کے بعد رب تعالیٰ کو وہ زمین کا ٹکڑا سب سے زیادہ محبوب ہے جس میں کتاب خدا پڑھی پڑھائی جاتی ہو۔

ابراہیم نخعی کہتے ہیں: بچوں کے معلم کے لیے آسمانوں کے فرشتے زمین کے جانور ہواؤں کے پرندے اور سمندر کی مچھلیاں استغفار کرتی ہیں۔

جب ایک بچہ مکتب میں جا کر ''بسم اللہ'' سے تعلیم کا آغاز کرتا ہے تو اس کی برکت سے تین جانوں کی بخشش کر دی جاتی ہے:

۱۔ ماں ۲۔ باپ ۳۔ اور معلم کی

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں: ''جس نے اپنے بیٹے یا بیٹی کے لیے ایک معلم رکھا۔ تو اس کے دیئے گئے ہر درہم کے بدلے اسے احد پہاڑ کے برابر ثواب ملتا ہے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے دعا مانگتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے اللہ! معلّمین کی مغفرت فرما اور ان کی عمریں لمبی کر اور ان کی روزی میں برکت دے۔''

فقیہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں:

''جو معلم یہ چاہتا ہے کہ اس کا عمل پیغمبروں والا بنے اور وہ ثواب بھی پائے تو

Marfat.com

اسے پانچ باتوں کا اہتمام کرنا چاہیے۔"

۱۔ نہ تو اجرت کی شرط رکھے نہ اس کا تقاضا کرے، اگر کوئی کچھ دے تو لے لے، جو نہ دے ترک کردے، اگرچہ اجرت مقرر کرنا جائز بھی ہے۔

۲۔ ہمیشہ باوضو رہے، کیونکہ اسے ہر گھڑی قرآن پکڑنا ہوتا ہے۔

۳۔ توجہ سے پڑھائے

۴۔ بچوں میں مساوات سے کام لے اور جھگڑا ہو جانے پر ان میں عدل کرے۔ امیر غریب کے بچے میں فرق نہ کرے سب کو یکساں توجہ دے۔

۵۔ بچوں کو اتنا نہ مارے کہ وہ زخمی ہو جائیں۔ سزا دینے میں حد سے تجاوز نہ کرے کہ روز قیامت اس کی پوچھ ہوگی۔

کسی بزرگ کا بیٹا روتا ہوا گھر گیا۔ انہوں نے رونے کی وجہ دریافت کی تو بتلایا کہ استاذ نے مارا ہے، اس پر ان بزرگ نے فرمایا کہ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے: "بچوں کے معلم سب سے برے ہیں انہیں یتیم بچوں پر کم رحم آتا ہے، مسکینوں پر بے حد سختی کرتے ہیں۔

ایک صحابی کا قول ہے کہ: "رب تعالیٰ روز قیامت بچوں کے اس معلم کی طرف نگاہ رحمت سے نہ دیکھیں گے جو بچوں سے اتنی اجرت مانگے جسے بچے ادا نہ کرسکیں۔"

حضرت علیؓ کا قول ہے: "جس نے بھی قرآن یاد کرلیا اس کا بیت المال سے سالانہ دو سو دینار یا دو ہزار درہم حق ہے۔ اگر دنیا والے نہ دیں تو آخرت میں تو اجر ہے۔ اگر نصف قرآن یاد کیا ہے تو ایک سو دینار یا ایک ہزار درہم اس کا حق ہے اور جو والی نہ دے اس کا روز محشر مواخذہ ہوگا۔"

Marfat.com

باب۱۵۲

کم کھانے کا بیان

آدمی کو چاہیے کہ زیادہ کھانے سے اور بھوک سے تجاوز کرنے سے گریز کرے کہ یہ بات اللہ کے نزدیک بھی بری ہے اور لوگ بھی اس بات کو اچھا نہیں جانتے اور یہ بدن کے لیے مضر بھی ہے۔

کسی طبیب سے پوچھا گیا کہ کیا قرآن میں طب کا بھی ذکر ہے؟ تو کہنے لگا خدا نے ساری طب اس ایک آیت میں جمع کر دی ہے۔

وکلوا واشربوا ولا تسرفوا انه لا یحب المسرفین. (الاعراف ۳۱)

''اور کھاؤ اور پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو کہ خدا تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

اور اسراف یہ زیادہ کھانے کا نام ہے۔ اس سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ: ''چار چیزیں بندے کا ہتھیار ہیں۔

۱۔ اپنے اخلاق پر قابو

۲۔ تول کر بولنا

۳۔ جتنا مال ہاتھ میں اتنے کا معاملہ کرنا

۴۔ اپنے آنے جانے کی جگہوں کی حفاظت کرنا۔

Marfat.com

ارشاد نبوی ہے: ''ابن آدم نے پیٹ سے برا کوئی برتن نہیں بھرا۔ ابن آدم کے لیے اتنے لقمے کافی ہیں جن سے اس کی کمر سیدھی رہ سکے۔ اگر کھانا ہی ہے تو پیٹ کا ایک ثلث کھانے کے لیے ایک ثلث پینے کے لیے اور ایک ثلث سانس کے لیے رکھے۔''

زیادہ کھانے میں پانچ برائیاں ہیں:

۱۔ دل سے خوف خدا جاتا رہتا ہے

۲۔ عبادت بوجھل لگنے لگتی ہے

۳۔ حکمت کی باتیں سن کر بھی دل نرم نہیں پڑتا

۴۔ اس کی حکمت بھری باتیں بھی لوگوں کے دلوں میں نہیں اترتیں۔

۵۔ یہ امراض کا مجموعہ بننے لگ جاتا ہے

کہتے ہیں کہ کھانے میں چار باتیں فرض ہے، چار سنت، چار آداب، دو دواء اور دو مکروہ ہیں:

چار فرائض یہ ہیں:

۱۔ حلال کھائے

۲۔ اسے خدا کی طرف سے رزق سمجھ کر کھائے

۳۔ جو سامنے آئے اس پر راضی ہو

۴۔ جب تک اس کھانے کی قوت بدن میں رہے اس سے خدا کی نافرمانی نہ کرے۔

چار سنت یہ ہیں:

۱۔ بسم اللہ پڑھ کر کھائے

۲۔ آخر میں خدا کی حمد بیان کرے

Marfat.com

۳۔ کھانے سے پہلے اور آخر میں ہاتھ دھوئے

۴۔ اور کھاتے وقت بایاں پاؤں بچھا کر اور داہنا کھڑا کر کے بیٹھے۔

چار آداب یہ ہیں:

ا۔ سامنے سے کھائے

۲۔ چھوٹا لقمہ لے

۳۔ خوب چبا کر کھائے

۴۔ دوسرے کے لقمے کو گھورے نہیں

اور دو دوائیں یہ ہیں:

ا۔ جو لقمہ دستر خوان پر گر جائے اسے اٹھا کر کھالے

۲۔ آخر میں برتن چاٹ لے۔

دو مکروہ باتیں یہ ہیں:

ا۔ کھانے میں سے عیب نہ نکالے۔

۲۔ اور اس میں پھونکیں نہ مارے۔

پس جلتا سالن نہ کھائے بلکہ اس کو ٹھنڈا ہونے دے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''گرم (گرم) کھانے میں برکت نہیں ہوتی۔''

Marfat.com

باب ۱۵۳

سلام کا بیان

مسلمانوں کا آپس میں تحیہ یہ سلام ہے جو اہل جنت کا تحیہ ہے۔ سلام سب مسلمانوں کو کرنا چاہیے کہ یہ مومن کے اخلاق میں سے ہے۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت انسؓ سے ارشاد فرمایا: ''جب اپنے گھر سے نکلو تو جو اہل قبلہ بھی نظر پڑے اسے سلام کر کہ اس سے تیرے دل میں ایمان کی حلاوت داخل ہوگی۔ اور جب گھر میں داخل ہو تو سلام کرو کہ اس سے تیری اور تیرے گھر کی برکت میں اضافہ ہوگا۔

سلام کرنے کے تفصیلی آداب کو گزشتہ میں بیان کر دیا گیا ہے۔

Marfat.com

باب ۱۵۴

نکاح کا بیان

ارشاد نبوی ہے کہ: ’’سب سے زیادہ بابرکت نکاح وہ ہے جس میں تکلیف اور خرچ کم ہو۔‘‘

حسن بصریؒ سے کسی نے مشورہ لیا کہ بیٹی کس سے بیاہوں؟
کہنے لگے کہ: ’’متقی سے کیونکہ اگر وہ تیری بیٹی سے محبت کرے گا تو وہ اس کا اکرام کرے گا اور اگر اس سے بغض رکھے گا تو کم از کم اس پر ظلم نہ کرے گا۔‘‘

حسن بصریؒ کا ہی قول ہے کہ چار باتیں بڑی مشقت میں ڈالتی ہیں:

۱۔ کثرت عیال
۲۔ قلت مال
۳۔ برا پڑوسی
۴۔ اور بددیانت بیوی

مالک بن دینار کی بیوی کا جب انتقال ہوا تو کسی نے دوسری شادی کا مشورہ دیا تو کہنے لگے: ’’اگر مجھ سے ہوسکتا تو میں خود کو طلاق دے دیتا (تم بیوی کرنے کی بات کرتے ہو)

ارشاد نبوی ہے: ’’تین آدمیوں کی مدد کرنا اللہ پر حق واجب ہے۔

۱۔ مجاہد فی سبیل اللہ

Marfat.com

۲۔حرام کاموں سے بچنے کے لیے نکاح کرنے والا

۳۔اور مکاتب غلام جو مال کتابت ادا کرنا چاہتا ہو۔“

کہتے ہیں کہ ایک اسرائیلی نے قسم کھائی کہ جب تک میں سو انسانوں سے مشورہ نہ کرلوں گا شادی نہ کروں گا۔ چنانچہ اس نے ننانوے لوگوں سے مشورہ کرلیا۔ اور ایک رہ گیا۔ اس نے قسم اٹھائی کہ کل سب سے پہلے جو ملے گا اس سے مشورہ کروں گا۔ اور اس کی رائے پر عمل کروں گا۔ اگلے دن گھر سے نکلا تو ایک مجنون سے ملاقات ہوگئی جو اپنے گھوڑے پر سوار تھا۔ یہ دیکھ کر وہ بے حد پریشان ہوگیا کہ اس دیوانے سے کیا مشورہ کروں لیکن مرتا کیا نہ کرتا عہد کرچکا تھا اس لیے آگے بڑھا تو اس مجنون نے کہا: ”میرے قریب نہ آنا ورنہ یہ گھوڑا تمہیں لات مارے گا۔“ وہ آدمی بولا ذرا گھوڑا تھام لو تاکہ میں تم سے ایک بات کرلوں۔ اس نے گھوڑا روکا۔ وہ بولا میں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ جو سب سے پہلے سامنے آئے گا اس سے مشورہ کروں گا، بات یہ ہے کہ میں شادی کرنا چاہتا ہوں، کیسے کروں؟

وہ دیوانہ بولا: ”عورتیں تین قسم کی ہیں ایک وہ جو تجھے فائدہ دے، دوسری وہ جو تجھے نقصان دے، اور تیسری وہ جو بین بین ہو۔“

پھر بولا: ”ذرا بچو کہیں میرا گھوڑا تمہیں لات نہ مار دے اور چل دیا۔“

اس اسرائیلی نے جی میں کہا: ”میں نے اس سے اس بات کا مطلب تو پوچھا نہیں۔ اس لیے اس کے پیچھے ہولیا۔ اور کہا: او بھائی! گھوڑا روک اس نے گھوڑا روکا، وہ اس کے قریب ہوا اور پوچھا ذرا اپنی بات کا مطلب بھی سمجھا دے۔ میں تمہاری بات سمجھ نہیں سکا۔ وہ بولا۔

ا۔ جو تیری ہے وہ کنواری ہے کہ اس کی محبت اور دل تیرے لیے ہے کہ اس نے تیرے سوا دوسرا کوئی مرد دیکھا ہی نہیں۔

Marfat.com

۲۔ دوسری جو تیرے خلاف ہے وہ پہلے خاوند سے بال بچوں والی ہے کہ مال تیرا کھائے گی اور پہلے خاوند کو یاد کر کے روتی رہے گی۔

۳۔ تیسری جو نہ تیری ہے اور نہ تیرے خلاف ہے۔ یہ شادی شدہ بے اولاد عورت ہے کہ اگر تم اس کے لیے پہلے خاوند سے بہتر ثابت ہوئے تو تیری ورنہ تیرے خلاف چلے گی۔

یہ کہا اور چل دیا۔

یہ اسرائیلی پھر اس کے پیچھے ہولیا۔ اور کہنے لگا بھلے مانس! باتیں عقل مندوں والی کرتے ہو اور لگتے دیوانے ہو؟

بولا: ان بنی اسرائیل نے مجھے قاضی بنانا چاہا تو میں نے انکار کر دیا جب انہوں نے مجھ پر بے حد اصرار کیا تو میں نے ان سے چھٹکارا پانے کے لیے خود کو جھوٹ موٹ کا دیوانہ بنا لیا۔''

ایک آدمی نے حضرت داؤد سے عرض کیا: ''میں نکاح کرنا چاہتا ہوں کیا کروں؟''

فرمایا: ''یہ بات میرے بیٹے سلیمان سے جا کر پوچھو۔'' ان کی عمر اس وقت فقط سات سال کی تھی۔

وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ڈھونڈنے نکلا تو انہیں بچوں کے ساتھ کھیلتے پایا۔ وہ سائل اس وقت سواری پر سوار تھا۔ اس آدمی نے جب آنے کی غرض بتلائی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:

''تم سرخ سونے اور سفید چاندی کا ارادہ کرو اور گھوڑے سے بچنا کہ تمہیں نقصان دے گا۔''

وہ آدمی کچھ سمجھ نہ پایا۔ واپس داؤد علیہ السلام کے پاس گیا اور جا کر حضرت سلیمان علیہ السلام

Marfat.com

کا جواب سنایا تو حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا:

سرخ سونے سے مراد کنواری ہے، سفید چاندی سے مراد شادی شدہ پر جوان عورت مراد ہے۔ اور گھوڑے سے مراد بوڑھی یا اولاد والی ہے۔

بہر حال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ بچے جننے والی عورت سے نکاح کرنے کا حکم دیا ہے۔

Marfat.com

باب ۱۵۵

نبی کریم ﷺ کی نبوت کی ابتداء کا بیان

فقیہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ جب پچیس برس کے ہوئے تو آپ کے چچا ابوطالب نے کہا: اے بھتیجے! خدا نے مجھے بہت سارا مال دیا ہے میں تیری شادی اس مال سے کرنا چاہتا ہوں، تیرے باپ نے کوئی ترکہ نہیں چھوڑا۔ تم خدیجہؓ کا مال تجارت لے کر جاؤ وہ اپنے اجیروں کو دو اونٹ اجر میں دیتی ہیں شاید تمہیں ایک زیادہ دیں۔ چنانچہ آپؐ ان کے پاس تشریف لے گئے اور اجرت پر کام کرنے کی پیش کش کی، جو انہوں نے خوشی خوشی قبول کر لی اور اجرت میں ایک اونٹ زیادہ دینے کا وعدہ بھی کیا اس کے بعد آپؐ سیدہ خدیجہؓ کے غلام کے ساتھ ان کا مال تجارت لے کر شام گئے۔ اس سفر میں بے حد نفع ہوا۔ واپسی پر مرظہران نزول فرمایا۔ میسرہ کہنے لگا۔

اے محمد! جایئے جا کر خدیجہ کو اس قدر نفع کی خوش خبری دیجئے شاید وہ اجرت میں ایک اور اونٹ زیادہ دیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

پھر میسرہ نے راستہ کے عجیب وغریب احوال سنائے۔ اور بے شمار برکات کا مشاہدہ ذکر کیا۔ سیدہ خدیجہؓ نے ان غیر معمولی احوال کو سن کر آپ کے عقد نکاح میں داخل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔

سیدہ خدیجہؓ نے والد سے بات کی، پہلے تو وہ نہ مانے کہ تمہارے نکاح کے لیے

Marfat.com

بڑے بڑے سرداروں کے پیغام آئے ہیں۔ لیکن بعد میں مان گئے۔

پھر جب آپؐ چالیس برس کے ہوئے تو غار حراء حضرت جبرئیل نبوت کی پہلی وحی لے کر آئے۔ آپؐ سخت گھبرا اٹھے اور آپؐ کو اپنی جان کا ڈر ہونے لگا۔ سیدہ خدیجہؓ سارے احوال سن کر آپ کو اپنے چچا زاد ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ جو اہل کتاب کے بڑے عالم بھی تھے۔

ورقہ نے ماجرا سننے کے بعد تصدیق کردی کہ یہ خدا کے پیغمبر ہیں اور ان کے پاس پیغمبروں کے سفیر جبرئیل آئے ہیں۔

پھر آپؐ کو ایک بار اور بھی جبرئیل ملے۔ آسمان اور زمین کے درمیان۔ اس وقت سیدہ خدیجہؓ ساتھ تھیں۔ آپ نے جب دریافت فرمایا کہ کیا آپ جبرئیل کو دیکھ رہی ہے؟ عرض کیا نہیں تو فرمایا: ''یہ فرشتہ ہے اگر شیطان ہوتا تو ذرا حیا نہ کرتا۔''

غرض سب سے پہلے آپؐ پر سیدہ خدیجہؓ ایمان لائیں، پھر ابوبکرؓ، پھر علیؓ۔ بعض نے علیؓ کے ابوبکرؓ سے پہلے ایمان لانے کو بھی ذکر کیا ہے۔

پھر حضرت ابوبکرؓ کے رفقائے عثمانؓ، عبدالرحمٰن بن عوف، طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ اور دوسرے حضرات ایمان لائے۔ پھر حضرت عمرؓ اسلام لائے۔

Marfat.com

باب ۱۵۶

ہجرت کا بیان

آپؐ نے منیٰ میں جا کر موسم حج میں لوگوں پر اسلام پیش کیا۔ اس دوران یثرب کے چند لوگوں کے پاس سے بھی گزرے آپؐ کی دعوت سے معاذ بن عفراء اور ان کی ساری قوم ایمان لے آئی۔ آپؐ نے انہیں مدد کرنے کو کہا تا کہ لوگوں تک خدا کا پیغام پہنچا سکیں۔

ان لوگوں نے دوسرے سال آنے کا وعدہ کیا۔ جو آپؐ نے منظور فرمایا: ''وہ لوگ مدینہ لوٹ گئے۔ اور لوگوں کو خفیہ دعوت دیتے رہے۔ اگلے سال تک اور بھی کئی لوگ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور وہ کچھ مسلمانوں کے ساتھ حج پر آئے۔ یہ لوگ منیٰ میں اترے وہاں ستر آدمی ملنے آئے۔ جن میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی تھیں۔ یہ لوگ جمرہ کی داہنی جانب اترے۔ نبی کریم ﷺ اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان سے ملنے گئے۔ آپؐ نے ان سے گفتگو کے بعد فرمایا: ''اپنے رب کے لیے تو میں اس بات کی شرط رکھتا ہوں کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو گے اور اس کے سوا کسی کو شریک نہ کرو گے۔ اور اپنے لیے اس بات کی شرط رکھتا ہوں کہ میری بھی اسی طرح حفاظت کرو گے۔ جس طرح اپنے اہل و عیال کی کرتے ہو۔ اور فرمایا کہ اس کے بدلے تمہیں جنت ملے گی۔''

وہ لوگ بولے: ''یہ سودا تو نفع کا ہوا۔'' یہ سن کر ابلیس ملعون نے منیٰ میں شور

Marfat.com

ڈال دیا کہ: قریشیو! محمد یثربیوں کو تمہارے خلاف بھڑکا رہے ہیں۔''

قریش آپ کی تلاش میں آئے پر آپؐ کو نہ پا سکے۔

واپسی پر نبی کریم ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو معلم بنا کر ان کے ساتھ بھیج دیا۔

اہل مکہ کو جب اس بات کی خبر لگی کہ اب اہل یثرب نے آپ کے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھالی ہیں تو بھڑک اٹھے اور آپؐ کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔

آپ حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لائے انہوں نے اٹھ کر استقبال کیا اور ماتھے پر بوسہ دیا۔ اور آنے کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے انہیں قریش کے عزائم سے آگاہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا، میری جان حاضر ہے۔ پھر ہجرت کی اجازت ملنے پر آپؐ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا اور ہجرت کر گئے۔

حضرت ابوبکرؓ نے پہلے ہی سے دو اونٹ تیار کر رکھے تھے۔ آپؐ نے اپنا اونٹ رقم دے کر خریدا۔ مکہ سے نکل کر غار ثور میں جا چھپے۔ تین دن تک اس غار میں رہے۔

عبداللہ بن ہبیرہ غار کے پاس ہی بکریاں چراتا تھا جن کا دودھ شام کو پلا جاتا۔

اس رات آپؐ کے بستر پر حضرت علیؓ سوئے۔ صبح کو لوگوں نے جب بستر پر حضرت علیؓ کو پایا تو آپؐ کو ڈھونڈنے نکل کھڑے ہوئے۔ ہر جگہ ڈھونڈا پر ناکام ہوئے۔ کچھ غار کے دروازے تک آپہنچے پر خدا نے انہیں بے بصیرت کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے روزانہ مکہ والوں کی خبریں لاتے۔

جب فضا پرسکون ہوئی تو آپ نکل کر رستہ بدلتے ہوئے مدینہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ عبداللہ بن اریقط نامی شخص کو رہبر بنایا جو بحسن وخوبی آپ کو مدینہ تک لے گیا اور آپؐ دو ربیع الاول بروز سوموار مدینہ میں داخل ہوئے۔

Marfat.com

باب ۱۵۷

غزوات

نبی کریم ﷺ نے کل چھتیس غزوات کیں جن میں سے اٹھارہ میں بنفس نفیس نکلے۔ جبکہ اٹھارہ مہمیں روانہ کیں جن میں خود نہ نکلے۔

ایک روایت چالیس غزوات اوراس سے زیادہ بھی ہے۔

پہلی جنگ: آپؐ کو خبر پہنچی مکہ قریش جنگ کے لیے جمع ہورہے ہیں۔ آپؐ ماہ صفر میں (یہ ہجرت کا پہلا سال تھا) صحابہ کے ساتھ نکلے، اور مقام ودان تک جا پہنچے۔ حضرت عبیدہ بن حارث کے ساتھ چند نوجوان روانہ کیے۔ مشرکوں سے مقابلہ ہوا۔ معمولی تیراندازی کے بعد قریش لوٹ گئے۔

پھر غزوہ ذات النخلہ ہوا: یہ ہجرت کے سولہ ماہ بعد ہوا۔ حضرت عبداللہ بن جحش کو امیر بنا کر گیارہ افراد کے ہمراہ عمرو بن حضرمی قریشی کے تعاقب میں روانہ کیا۔ ان کے پاس چمڑا اور کشمش کے علاوہ اور سامان بھی تھا۔

یہ ایک نخلہ کے نیچے اترے۔ جب قریش کا قافلہ گزرا تو حملہ کردیا۔ عمرو حضرمی مارا گیا باقی بھاگ نکلے۔ یہ لوگ جمادی الآخر کے اخیر میں بہت سارا مال غنیمت لے کر مدینہ لوٹ آئے۔

پھر غزوہ بدر ہوا: بدر ایک کنویں کا نام ہے جس کے کنارے یہ جنگ ہوئی تھی۔ یہ غزوہ چھ رمضان ۲ ہجری میں ہوا۔ جس کی تفصیلات معروف ہیں۔

Marfat.com

اس جنگ میں مسلمانوں کو عظیم فتح ملی۔ مشرکوں کو بدترین شکست ہوئی۔ ستر بڑے بڑے سردار مارے گئے اور اتنے ہی قید ہوئے۔ دنیا میں جنگ بدر سے بڑھ کر کوئی واقعہ نہیں۔ ابلیس ملعون اپنے شتونگڑوں سمیت خود اس جنگ میں شریک ہوا تھا۔ نو سو پچاس صنادید قریش شرکت کرنے آئے تھے۔ جبکہ مسلمان تین سو تیرہ تھے۔ مومن جنوں نے بھی اس جنگ میں شرکت کی تھی۔ خدا نے ایک ہزار فرشتے بھی بھیجے تھے۔

پھر غزوہ سویق ہوا۔ بدر کے بعد ابوسفیان چند ساتھیوں کے ساتھ یہ قسم کھا کر مدینہ آیا کہ محمد اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر کے ہی لوٹوں گا۔ مدینہ کے نواح میں پہنچ کر ایک یہودی کے گھر اترے۔ پھر نکل کر دو گھروں کو جلایا۔ دو صحابہ قتل کیئے۔ نبی کریم ﷺ اطلاع پاتے ہی اس کے تعاقب میں نکلے۔ ابوسفیان ڈر کر بھاگ نکلا۔ اور سارے راستے ستو گراتا گیا۔ اس بنا پر اس غزوہ کا نام غزوۂ سویق پڑ گیا۔ اس غزوہ میں کوئی جنگ نہ ہوئی۔

ایک غزوہ بنو قینقاع بھی ہے آپؐ نے یہودیوں کی اس بستی کا محاصرہ کر لیا۔ عبداللہ بن ابی کی سفارش پر آپ نے یہ محاصرہ اٹھا لیا۔

ایک غزوہ احد ہے۔ یہ بدر کی شکست کا بدلہ لینے کے لیے اگلے سال ہوا۔ یہ جنگ احد پہاڑ کے پاس ہوئی۔ اس لیے جنگ احد کہلائی۔ یہاں کفار کو شکست ہوئی۔ جس پر تیراندازوں کے دستے نے اپنی جگہ چھوڑ دی درہ خالی دیکھ کر مشرکوں نے پیچھے سے حملہ کر دیا۔ اور میدان جنگ سارا نقشہ بدل گیا۔ اس دن ستر مسلمان شہید ہوئے۔ بے شمار زخمی ہوئے اور باقیوں کو شکست ہوئی۔

قرآن کریم میں اس کا قدرے تفصیلی ذکر آیا ہے۔

پھر غزوہ بدر صغریٰ ہوا۔ ابوسفیان احد سے واپسی پر اگلے سال بدر آنے کا وعدہ

Marfat.com

کر گیا تھا۔ آپؐ ستر صحابہ کے ساتھ نکلے پر ابوسفیانؓ مقابلہ میں نہ نکلے۔

پھر غزوہ بطن رجیع بھی ہوا جو مرثد بن ابی مرثد کی قیادت میں تھا۔ اس میں سات نفر تھے۔ ایک سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بھی بھیجا جس میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے سوا سب شہید ہو گئے۔

پھر غزوہ بیر معونہ ہوا۔ ہوا یوں کہ عامر بن مالک نے خط لکھا کر مبلغین اسلام کو طلب کیا۔ آپ نے قاصد کے ساتھ چودہ انصار و مہاجرین کو بھیجا جن کو انہوں نے دھوکہ دے کر بیر معونہ کے مقام پر شہید کر دیا۔

پھر کعب بن اشرف یہودی کے قتل کے لیے مہم بھیجی گئی۔

ایک غزوہ بنو نضیر کے ساتھ بھی ہوا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ بنو کلاب کے دو مسلمانوں کو یہودیوں نے دھوکہ سے قتل کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ ان کلابیوں کی دیت کے لیے بنو نضیر کے ہاں گئے۔ انہوں نے آپؐ کو دھوکہ سے قتل کرنے کی سازش تیار کی۔ جبرئیل علیہ السلام نے آ کر جس کی خبر کر دی۔ ان لوگوں کی غداری کی سزا دینے کے لیے یہ غزوہ ہوا۔

ان کو آپ نے شام کی طرف جلاوطن کر دیا۔

ایک غزوہ بنو مصطلق بھی ہے: جس میں سیدہ صدیقہؓ بھی تھیں۔ اس غزوہ میں منافقوں نے آپ پر تہمت لگائی تھی جس کی براءت میں قرآن کریم کی آیتیں اتریں۔

ایک غزوہ ذی قرد ہے۔ چند لوگ مدینہ آ کر مسلمانوں کے اونٹ لوٹ گئے۔ اس جنگ میں ان سے اونٹ واپس لیے گئے۔ پھر صلح حدیبیہ ہوئی جس کی تفصیلات اہل ایمان کے ہاں معروف ہیں۔

اس کے بعد غزوہ خندق ہوئی کہ قریش اور سب قبائل اور یہودی بھی مل کر مدینہ حملہ آور ہونے نکلے آپؐ نے حضرت سلمانؓ کے مشورہ سے پورے مدینہ کے گرد خندق

Marfat.com

کھدوادی تاکہ مشرک مدینہ داخل نہ ہوسکیں۔ ان لوگوں نے پندرہ یا زیادہ دن تک مدینہ کا محاصرہ جاری رکھا۔ پر خائب وخاسر لوٹ گئے۔

پھر غزوہ بنوقریظہ ہوا یہ غزوہ ان لوگوں کو ان کی بدعہدی کا بدلہ دینے کے لیے ہوا۔

پھر غزوہ ذات الرقاع ہوا۔

اس کے علاوہ غزوہ خیبر، جنگ موتہ ہوا جس میں تین بڑے صحابہ شہید ہوئے پھر غزوہ انمار اور پھر فتح مکہ ہوا۔ اس کے بعد غزوہ بنی خزیمہ، پھر غزوہ طائف، پھر غزوہ دومۃ الجندل ہوئے۔

اس کے بعد روم کی طرف جنگ تبوک ہوئی۔ جس میں مسلمانوں کو بے شمار اموال غنیمت ملا۔ مورخین نے ان کے علاوہ بھی بعض غزوات کا حال لکھا ہے۔

Marfat.com

باب ۱۵۸

مکروہات کا بیان

فقیہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں: پانچ جگہوں میں بات کرنا مکروہ ہیں:

۱۔ جنازہ کے پیچھے
۲۔ تلاوت کے وقت
۳۔ خطبہ اور مجلس ذکر کے وقت
۴۔ بیت الخلاء میں
۵۔ اور جماع کے وقت

پانچ جگہ دیکھنا مکروہ ہیں:

۱۔ نماز میں ادھر ادھر دیکھنا
۲۔ لوگوں کے دروازوں کو دیکھنا
۳۔ حمام وغیرہ میں لوگوں کے ستر دیکھنا
۴۔ زیادہ مال دار کو دیکھنا
۵۔ تھوڑے دیندار کو دیکھنا

پانچ باتیں سننا مکروہ ہے:

۱۔ گانا
۲۔ نوحہ
۳۔ لغو باتیں
۴۔ کسی کی سرگوشی
۵۔ اوٹ کر گھر کی باتیں سننا۔

پانچ جگہ ہنسنا مکروہ ہے:

۱۔ جنازہ کے پاس
۲۔ قبرستان میں
۳۔ مصیبت زدہ کے پاس
۴۔ قرآن پڑھنے والے کے پاس

Marfat.com

۵۔ ذکر کے وقت

کہتے ہیں بلاوجہ ہنسنا دیوانگی ہے۔

Marfat.com

باب ۱۵۹

دعاؤں کا بیان

ہروقت دعا مانگنا مستحب ہے خدا سے ہر حاجت مانگی جائے۔ کہ یہ بندگی کی علامت ہے اور خدا کو مانگنے والا بندہ بے حد محبوب ہے۔ اور جو نہ مانگے وہ مبغوض ہے۔ خدا کو سب سے مبغوض بندہ وہ ہے جو اس سے بے نیاز ہو اور لوگوں کو سب سے محبوب بندہ وہ ہے جو ان سے بے نیاز ہو۔

ارشاد نبویؐ ہے: ''خدا کے نزدیک دعا سے بڑھ کر عزت والی کوئی شے نہیں۔''

فرمایا: ''دعا تو عبادت ہے۔''

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: ''بندہ خیر پر رہتا ہے جب تک کہ عجلت نہ کرے۔ عرض کیا گیا بندہ عجلت کیونکر کرتا ہے فرمایا: وہ یہ کہ بندہ یوں کہے: ''میں نے دعا مانگی پر وہ قبول نہ ہوئی۔''

ارشاد نبوی ہے: ''بندہ جو دعا بھی مانگتا ہے خدا اس کو قبول کرتا ہے۔ یا پھر اس سے کوئی بلا ٹال دیتا ہے۔ یا آخرت میں اس دعا کو ذخیرہ کر لیتا ہے۔''

ابراہیم کہتے ہیں کہ برا خواب دیکھنے پر بندہ یہ کہے میں اس برے خواب کی برائی سے اس کی پناہ میں آتا ہوں جس کی پناہ میں خدا کے فرشتے اور اس کے رسول آتے ہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: ''جب تم بیوی سے بنا کرو تو پہلے اس کو دو رکعت

Marfat.com

نماز پڑھنے کو کہو پھر اس کا ماتھا پکڑ کر یہ دعا مانگو" اے اللہ! میرے اہل میں برکت دے اور میرے اہل کے لیے مجھ میں برکت دے۔"

ارشاد نبویؐ ہے: "خدا بندے کو جب بھی اہل، مال یا اولاد میں کوئی نعمت دیتا ہے اور وہ بندہ اس پر ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ کہتا ہے تو وہ ان میں موت کے سوا کوئی آفت نہ دیکھے گا۔"

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں: "جس کی سواری گم ہوگئی تو وہ دو رکعت نماز پڑھے۔ پھر تشہد کے بعد یہ دعا مانگے:

"اے گمراہوں کو راہ پر لانے والے، اے گم شدہ کو لوٹانے والے اپنی عزت اور سلطان کے واسطے میری گم شدہ چیز مجھ تک لوٹا دے۔ کہ یہ تیرے فضل وعنایت سے واپس آئے گی۔"

ارشاد نبویؐ ہے: "جس نے صبح ہونے پر دعا پڑھ لی "بسم الله الذی لا یضر مع اسمه شیء فی الارض ولا فی السماء وهو السمیع العلیم۔" تو شام تک اسے کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ اور جس نے شام کو یہ دعا پڑھی لی تو اس کو صبح تک کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔"

دعاؤں کا کافی بیان گزشتہ میں گزر گیا ہے۔

بزرگ کہتے ہیں: "جتنی نعمتیں بڑھتی جائیں اتنا ہی شکر زیادہ کرنا چاہیے۔ جسے پریشانیاں زیادہ ہوں وہ استغفار کی کثرت کرے جو اکثر تنگدست رہتا ہو وہ کثرت کے ساتھ لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھا کرے۔

جعفر بن محمدؒ کہتے ہیں:

"میں چار لوگوں پر حیرت کرتا ہوں کہ جب وہ مصیبتوں میں مبتلا ہوتے ہیں تو چار باتوں سے کیسے غافل رہتے ہیں۔

Marfat.com

۱۔ جو غم میں مبتلا ہوگیا وہ "لا اله الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین" کیوں نہیں پڑھتا۔ کیونکہ خدا نے فرمایا ہے کہ ہم نے اس دعا کو قبول کرلیا اور غم سے نجات دے دی۔

۲۔ جو کسی بات سے ڈرتا ہوں تعجب ہے کہ وہ "حسبی الله ونعم الوکیل" کہنا کیسے بھول گیا۔ کہ خدا نے اس دعا پر وعدہ فرمایا ہے کہ اسے تکلیف نہ پہنچے گی۔

۳۔ جو لوگوں سے ڈرتا ہے وہ "افوض امری الی الله" کیوں نہیں پڑھتا کیونکہ خدا نے اس دعا کے پڑھنے والے سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اسے لوگوں کی چالوں سے محفوظ رکھے گا۔

۴۔ جسے جنت کی رغبت ہو وہ یہ دعا کیوں نہیں مانگتا "ماشاء الله لاقوة الا بالله" کہ کیونکہ خدا نے اس دعا کے پڑھنے پر جنت دینے کا وعدہ کیا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

Marfat.com

تصوف کی حقیقت پر لکھی جانے والی شاہکار کتاب

بستان العارفین

تالیف

لأبی اللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراهیم

الفقیه السمرقندی الحنفی (المتوفی ۳۸۳ھ)

مترجم

مولانا آصف نسیم

کتاب محل

Marfat.com